الله
رسول
محمد

ماہنامہ

الرُشد

لاہور

فروری 1999

مجھے ہے حکمِ اذاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ

ماہنامہ
المرشد
لاہور
سی پی ایل نمبر 3

مدیر
چوہدری محمد اسلم

جلد نمبر 20 شوال 1419ھ بمطابق فروری 1999ء شمارہ نمبر 7

اس شمارے میں

(1)	اداریہ (یہ کون لوگ ہیں)	سرفراز حسین	3
(2)	خوشی کا جواز	امیر محمد اکرم اعوان	4
(3)	سوالات جوابات	امیر محمد اکرم اعوان	8
(4)	کلام شیخ	امیر محمد اکرم اعوان	15
(5)	نجات کا راستہ	امیر محمد اکرم اعوان	17
(6)	قصہ چاند نظر آنے کا	محمد قذافی بٹ	22
(7)	طب نبوی	ڈاکٹر خالد غزنوی	25
(8)	قرآن مجید کے بارے میں معلومات	سرفراز حسین	30
(9)	عظیم انقلاب	امیر محمد اکرم اعوان	31
(10)	21ویں صدی کے تقاضے	امیر محمد اکرم اعوان	37
(11)	ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے	امیر محمد اکرم اعوان	42
(12)	ایڈیٹر کی ڈاک	قارئین	47
(13)	دعائیہ نظم	ڈاکٹر اویس مصطفیٰ	48
(14)	کیا کہتے ہیں علمائے دین	پروفیسر عبدالرزاق	51
(15)	نزول قرآن کا مقصد	امیر محمد اکرم اعوان	52
(16)	قلب کی صفائی	امیر محمد اکرم اعوان	58
(17)	حسد	ام فرید	63

رابطہ آفس:۔ کمرہ نمبر 8۔ سیکنڈ فلور، ریکس سٹی جھنگ روڈ فیصل آباد۔ فون 732254 فیکس 727002

ناشر۔ پروفیسر حافظ عبدالرزاق
انتخاب جدید پریس لاہور۔ 6314365

پتہ۔ ماہنامہ المرشد، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون 5180467

اداریہ

یہ کون لوگ ہیں

یہ کون لوگ ہیں جو موت پر بیعت کر رہے ہیں۔ جو کہہ رہے ہیں کہ ہم اسلام آباد آئے تو قاضی صاحب کی طرح دعائیں مانگ کر اپنے گھروں کو واپس نہیں جائیں گے۔ جن کی نظر اقتدار پر نہیں اور وہ موجودہ غاصبوں سے کہہ رہے ہیں کہ تم ہی توبہ کر لو اور اللہ کا نظام نافذ کر دو ہم آپ کے بے دام غلام ہیں۔ جو اسلام سے کم کسی بات پر راضی نہیں ہیں۔ جو کہہ رہے ہیں کہ تمہاری سیاست کافرانہ ہے' تمہاری معیشت کافرانہ ہے' تمہاری عدالت کافرانہ ہے' تمہارا سارا نظام کافرانہ ہے' ہم اس نظام سے بغاوت کرتے ہیں ہم اسے چلنے نہیں دیں گے۔ جنہیں تعجب ہے کہ فوج مسلمانوں کی ہے' عدالتوں میں مسلمان بیٹھے ہیں' صوبوں کے وزراء اعلیٰ' گورنر' انتظامیہ' سب مسلمانوں پر منحصر ہے' وزیر اعظم مسلمان ہے' صدر مسلمان ہے' پبلک' ملک کی عوام مسلمان ہے تو پھر ملک میں کافرانہ نظام کیوں...... مسلمانوں کا نظام کیوں نہیں...... اسلام کیوں نہیں۔

جن کا ہر کارکن شریعت یا شہادت کی بات کرتا ہے' غزوۃ الہند کی بات کرتا ہے۔ دور خلافت کی بات کرتا ہے۔ سینے پر گولی کھانے کی بات کرتا ہے۔ جو شعلہ جوالا بنا بیٹھا ہے۔ یہ کون لوگ ہیں! یہ کون لوگ ہیں جو رب کی دھرتی پر رب کے نظام کی بات کرتے ہیں۔ یہ کون لوگ ہیں جو اپنے کاروبار سے' گھر بار سے' بیوی بچوں سے اور اپنی جیتی جاگتی زندگیوں سے بے نیاز ہو کر ظالموں کو للکار رہے ہیں۔ غاصبوں کو للکار رہے ہیں۔ ہاں یہ وہ لوگ ہیں جو امیر اکرم اعوان کے "دست حق پرست" سے جام معرفت پی کر طاغوتی طاقتوں کے خوف سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی زندگیاں مملکت خداداد میں نظام مصطفیٰ کے نفاذ کیلئے وقف کر چکے ہیں۔ اور یہ شاید وہ خوش قسمت لوگ ہیں جنہیں مشیت الٰہی نے اس کار خیر کے لئے منتخب فرمالیا ہے۔ یہ لوگ یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں جس طرح ہر شاخ پر گلاب نہیں کھلتا اور ہر اینٹ مسجد کی تعمیر میں استعمال نہیں ہوتی بالکل اسی طرح ہر کسی کو نفاذ شریعت کی جدوجہد میں شمولیت کی سعادت نصیب نہیں ہوتی۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

سرفراز

خوشی کا جواز

ان کو عید مبارک ہو جنہوں نے رمضان المبارک کا کورس پاس کیا۔ درج ذیل سوالات سے اپنے پاس مارکس ہر کوئی خود ہی لگا سکتا ہے۔ 1- کیا اتباع رسالت ﷺ کے لئے پہلے سے زیادہ گرم جوشی پیدا ہوئی۔ 2- کیا اس کورس سے قرب الٰہی کی طلب بڑھی۔ 3- اس کورس سے آپ نے کیا حاصل کیا۔ عملی زندگی میں کتنی کمزوریاں تھیں جو دور ہوئیں اور کتنی خامیوں کی اصلاح ہوئی۔ 4- کیا اپنا احتساب اور مواخذہ کرنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ 5- کیا عبادات میں پہلے سے زیادہ خلوص اور خشوع وخضوع نصیب ہوا۔ 6- کیا ظلم کو نہ صرف خود سے' نہ صرف اپنے ملک سے بلکہ دنیا سے روکنے کی استعداد اور تڑپ پیدا ہوئی۔ ان سب کو بار دگر عید مبارک ہو جو کامیاب وکامران ہوئے وگرنہ رمضان تو ان پر بھی گزر گیا جنہوں نے روزے نہیں رکھے' جنہوں نے نیو ایئر ڈے منایا اور شرابیں پی کر غل غپاڑہ مچایا' دن تو ان کے بھی گزر گئے جنہوں نے کلمہ ہی نہیں پڑھا اور اگر رمضان کا موسم کسی مسلمان پر بھی آیا اور اسی طرح گزر گیا کہ وہ جیسا تھا ویسا ہی رہا تو عید کس بات کی اور عید کی خوشی کا کیا جواز۔

خطاب' مولانا محمد اکرم اعوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○ وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصلحت لھم مغفرۃ واجر عظیم

چھٹے پارے میں سورۃ المائدہ کی نویں آیت ہے اللہ جل شانہ نے بہت بڑی خوش خبری اس میں ارشاد فرمائی ہے فرمایا یہ اللہ کا وعدہ ہے ایمان والوں کے ساتھ وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصلحت۔ وہ لوگ جنہیں ایمان نصیب ہوا اور پھر انہوں نے اس ایمان کو اپنے کردار کی بنیاد بنایا عملوا الصلحت۔ صالح کام کئے۔ صالح کام سے قرآن حکیم کی مراد بڑی سادہ سی ہے کہ امور دنیا اس طرح سے کریں جس طرح سے نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے کیا ہے یا کرنے کا حکم دیا ہے۔ ہر وہ کام جو اتباع رسالت ﷺ میں ہو وہ صالح ہے اور ہر وہ کام جو خلاف سنت ہو وہ صالحیت کھو دیتا ہے بعض اوقات ہم اپنی رائے سے ایک فیصلہ کرتے ہیں اور ہمارے خیال میں کسی کی جان بچانا سب سے بڑی نیکی ہوتا ہے لیکن اگر کسی کی جان لینے کا حکم شریعت مطہرہ دے یا کسی کے قتل کا حکم شریعت صادر کر دے تو اس کی جان بچانا نیکی نہ ہوگا اس کی جان لینا نیکی ہوگا۔ تو ہماری رائے سے کسی کام میں صالحیت پیدا نہیں ہوگی۔ ہماری رائے ہمارے علم' ہمارے مشاہدے اور ہماری فکر کے مطابق ہے جبکہ جو احکام اللہ کریم کے ہیں وہ اس کی شان کے مطابق' اس کے علم کے مطابق اور اس کی منشا کے مطابق ہیں جس کے لئے شریعت مطہرہ سزائے موت مقرر کرتی ہے اس کا مرجانا ہی دوسروں کے لئے بھی بہتر ہے۔

ولکم فی القصاص حیاۃ یاولی الالباب۔ قرآن فرماتا ہے کہ قصاص میں معاشرے کی اور باقی لوگوں کی زندگی ہے۔ لیکن کہیں جان بچانا نیکی ہے مثلاً" ہم سمجھتے ہیں کہ کوئی چور ہے بدکار ہے کوئی کافر ہے اُسے سانپ نے ڈس لیا وہ پیاس سے مر رہا ہے یا بیماری سے مر رہا ہے تو مرنے دو خس کم جہاں پاک ہم اس کی موت کا فیصلہ نہیں کر سکتے وہ جیسے بھی ہے انسانی جان ہے اور وہاں ہمیں جان بچانے کا حکم ہوگا۔ اس کی نیکی کے لئے نہیں یا اس کی پارسائی کے لئے نہیں یا اس کی بھلائی کے لئے نہیں بلکہ وہ انسان ہے اور کسی تکلیف میں آگیا ہے اس کو مدد کی ضرورت ہے جہاں مدد کرنے کا حکم ہے تو وہاں جان بچانا نیکی ہو جائے گا' عمل صالح ہو جائے گا۔ کسی جگہ خرچ کرنا عمل صالح ہے اور کسی جگہ خرچ نہ کرنا عمل صالح ہے۔ کسی سے دوستی کرنا عمل صالح ہے اور کسی سے دشمنی کرنا عمل صالح ہے۔ تو کسی بھی معاملے میں جہاں ہم اپنی ذاتی رائے چھوڑ دیں گے خواہ وہ دوستی ہے خواہ دشمنی ہے خواہ وہ کاروبار ہو وہ صلح ہو یا جنگ ہو وہ رشتے ناطے ہوں وہ تعلقات ہوں جہاں ہم اپنی رائے چھوڑ کر ارشاد رسول ﷺ کو' احکام شریعت کو' قرآن وسنت کو معیار بنا لیں گے تو وہ کام صالح ہو جائے گا۔ اسلام نے بندہ مومن کی پوری زندگی کو عبادت قرار دے دیا ہے مسلمان کا رکوع وسجود' روزہ' حج' زکواۃ یہ تو عبادت ہے ہی مسلمان کا سفر کرنا' ٹھہرنا' جاگنا' سونا' کاروبار کرنا' مزدوری کرنا' ملازمت کرنا' شادی کرنا' بچے پالنا' والدین کی خدمت کرنا یہ سارا ہی عبادت ہے حتیٰ کہ اس کا سونا بھی عبادت ہے۔

نبی علیہ الصلواۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جو شخص عشاء کی نماز ادا کر لیتا ہے اور پھر اٹھ کر فجر بھی ادا کر لیتا ہے تو عشاء اور فجر کے دوران اس کا سونا بھی نماز میں ہی شمار ہوتا ہے جیسے وہ اللہ کی عبادت ہی کر رہا ہو۔ تو یوں بظاہر تو یہ ایک چھوٹی سی بات ہے اور اتنا بڑا وعدہ اللہ نے دے دیا۔ ایک وعدہ ہے مغفرت کا۔ وعداللہ الذین امنوا وعملو الصلحت لھم مغفرۃ۔ کوشش تو وہ کرتے رہے عمل صالح کی لیکن تقاضائے بشریت بھول چوک ہوگئی' کوتاہی ہوگئی' سستی ہوگئی یا اس درجے کا خشوع وخضوع نصیب نہ ہوا جو مقصود تھا یا اس

پائے کی عبادت نہ ہو سکی جو مطلوب تھی یا چھوٹ گئی' کوتاہی ہو گئی' غلطی ہو گئی' گناہ ہو گیا' لھم مغفرۃ۔ تو ان کی خطاؤں کو بخشنے کے لئے اللہ کی بخشش کافی ہے اور ان کی عبادات یا ان کے کردار پر اجر جو وہ دے گا اسے انسان نہیں سمجھ سکتا اس لئے کہ وہ اجر عظیم ہو گا انسانی فکر محدود ہے' اس کا علم محدود ہے' اس کا شعور محدود ہے' اس کی شماریات ایک حد تک جاتی ہیں اور اللہ جو اجر دے گا وہ عظیم ہو گا ان حدود سے بالاتر ہو گا۔ اس ایک جملے میں رب جلیل نے پوری زندگی سمو دی ہے۔

کسی جگہ خرچ کرنا عمل صالح ہے' اور کسی جگہ خرچ نہ کرنا بھی عمل صالح ہے۔ کسی سے دوستی کرنا عمل صالح ہے تو کسی سے دشمنی کرنا بھی عمل صالح ہے

ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہم نے زندگی کے دو حصے کر لئے جو فرض عبادتیں ہماری فہرست میں آگئیں نماز پنجگانہ روزہ حج یا تبلیغ' ذکر اذکار یا تسبیحات یا تلاوت اسے ہم نے عبادت سمجھ لیا اور اس پر ہم کوشش بھی کرتے ہیں اذان ہوتی ہے تو آپ دیکھتے ہیں کہ شہروں میں بے شمار مساجد ہوتی ہیں لیکن ہر مسجد بھر جاتی ہے۔ اگر آپ دس منٹ لیٹ ہو جائیں تو جگہ نہیں ملتی۔ لیکن نماز کے بعد جو زندگی یا جو وقت ہمارے پاس ہوتا ہے اس کو ہم اپنا ذاتی سمجھ لیتے ہیں وہی بندے اب جن کی بھیڑ ہے مسجد میں' جب وہ واپس بازار میں آئیں گے جھوٹ بھی بولیں گے بددیانتی بھی کریں گے کم بھی تولیں گے یعنی وہ زندگی جو اس نماز کے بعد کی ہے اسے ہم نے دین سے الگ کر لیا اسے ہم اپنی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ایمان نام ہے اپنی رائے اپنی عقل اپنی پسند کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتبار کر کے آپ ﷺ کی رائے پر چھوڑ دینے کا۔ اور اصل مقصد عملی زندگی ہے۔ جسے ہم کم اہم سمجھتے ہیں۔ حقیقتاً" اہم وہ ہے جسے ہم کم اہم سمجھتے ہیں۔ جسے ہم اہم سمجھتے ہیں نماز روزہ یا یہ عبادات ان کا تعلق ہماری ذات سے اور اللہ کی ذات سے ہے۔ جو فرد نماز پڑھتا ہے اس کی نماز کا اس کی ذات سے یا رب العلمین سے تعلق ہے روزہ رکھتا ہے اس کا اس کی ذات سے یا اللہ سے تعلق ہے لیکن جو کچھ جا کر وہ معاشرے میں کرتا ہے اس کا تعلق انسانیت سے ہے دوسرے لوگوں سے ہے اور رب کریم نے فرمایا کہ یہ جو میرے حقوق ہیں اگر ان میں کوئی کوتاہی ہو گئی تو معاف کر دوں گا لیکن جو لوگوں کے ہیں اگر ان میں کوتاہی ہو گئی تو پھر معافی کا اختیار بھی انہی کو ہے۔ حقیقتاً" جس قدر نماز روزہ یا عبادات اہم ہیں دیگر امور زندگی کے معاملات ان سے زیادہ اہم ہیں مگر ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم نے انہیں اس دور میں آکر الگ سمجھ لیا ہے۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں اپنی پسند سے فیصلے کرنے کا اختیار ہے حالانکہ اسلام یہ ہے' عبادت اس مقصد کے لئے اللہ نے مقرر فرمائی ہے کہ رکوع و سجود سے' ذکر اذکار سے' تلاوت کتاب سے ایک تعلق جو اللہ کے ساتھ ہے وہ بڑھتا جائے۔ قلب میں' دل میں اللہ کا نور آئے۔ ذہن پر عظمت الٰہی چھائے اور فکر میں اللہ جل شانہ کی یاد غالب رہے۔ تاکہ جب ہم عملی زندگی میں جائیں' بازار میں جائیں یا لوگوں میں جائیں یا جب ہم کوئی فیصلہ کرنے لگیں یا کوئی کام کرنے لگیں تو یہ احساس زندہ ہو کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور مجھے اللہ کے حکم کے مطابق کرنا ہے۔ قرآن حکیم نے بھی عبادات کا حاصل یہی دیا ہے۔ انالصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر۔ اگر کوئی اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں وہ عبادت اسے بے حیائی سے اور برائی سے روک دیتی ہے۔ یعنی ایسی ایک نسبت پیدا کر دیتی ہے قلب کی' باطن کی' عظمت الٰہی کے ساتھ' ایک ایسا رشتہ بارگاہ الٰہی کے ساتھ اس کا استوار ہو جاتا ہے کہ اسے پھر بے حیائی کا کام کرتے ہوئے حیا آتی ہے' نہیں کر سکتا' اس لئے کہ اسے یقین ہوتا ہے کہ میرا پروردگار مجھے دیکھ رہا ہے' وہ میرے ساتھ ہے میں اس کا بندہ ہوں مجھے اس کی رضامندی چاہئے اس کی رضا مطلوب ہے جس بات پر وہ راضی نہ ہو یا جس بات پر اس کے خفا ہونے کا اندیشہ ہو وہ میں نہیں کر سکتا۔ رک جاتا ہے اسی طرح گناہ سے بھی رک جاتا ہے۔ لیکن اگر ہماری عبادتیں' ہماری نمازیں' ہمارا رمضان ہمیں عملی زندگی میں اتباع شریعت نہ دے سکا تو پھر ہمیں یہ سوچنا پڑے گا کہ کیا وہ عبادت ہوئی بھی ہے یا نہیں۔ اگر اس پر یہ ثمر لگنا چاہئے تھا اور پھل آنا چاہئے تھا وہ نہیں آیا تو دیکھنا پڑے گا کہ کمی کہاں رہ گئی پھر یقیناً" اس عبادت کی ادائیگی میں کوئی خامی رہ گئی۔

وہی بندے اب جن کی بھیڑ ہے مسجد سے واپس بازار میں جائیں گے تو جھوٹ بھی بولیں گے' بددیانتی بھی کریں گے' کم بھی تولیں گے' کیوں؟ کیونکہ نماز کے بعد کی زندگی کو ہم نے دین سے الگ کر لیا ہے

ابھی دو دن پہلے کوئی کہہ رہا تھا کہ جمعہ کو عید آ رہی ہے اور دو خطبے حکومت پر بھاری ہو جاتے ہیں اور یہ میں نے بڑی دفعہ سنا۔ مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے کہ بھئی دس خطبے بھی ہو جائیں تو جتنا اللہ کا ذکر ہو گا اتنی برکت ہو گی یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ جی دو خطبے ہو گئے تو حکومت پر بھاری ہوں گے ایک خطبے میں اگر برکت ہے تو دو خطبوں سے کیا بدہضمی ہو جاتی ہے۔ تو مجھے اچانک یہ خیال آیا کہ یہ لوگ ٹھیک کہتے ہیں اس لئے کہ جتنی برکت زیادہ ہوتی ہے ظلم کے لئے اتنی نقصان دہ ہو گی۔ یہ چونکہ ظلم کرتے ہیں ان کا کردار ظالمانہ ہوتا ہے اس لئے یہ ذکر الٰہی سے

ڈرتے ہیں۔ یہ جتنا زیادہ ہوگا وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے خلاف جائے گا۔ اور یہ شاید انہیں کسی نے کہا نہیں ہے یہ ان کے اپنے لاشعور کی پیداوار ہے۔ اللہ کریم نے ایک سسٹم رکھا ہے ہر بندے میں کہ جب اس کا قدم تباہی کی طرف اٹھتا ہے تو اسے احساس ہو جاتا ہے اور یہ صرف انسان میں ہی نہیں بلکہ ہر جانور میں بھی ایک تحفظ کا احساس موجود ہے۔ آپ دیکھیں کوئی چرواہا' گڈریا کوئی بھیڑیں چرا رہا ہے اس کے ساتھ ہرن ہڑیال چرتے رہتے ہیں ایک مسافر گزر رہا ہے تو وہ بھی دیکھتے رہتے ہیں کہ بندہ جا رہا ہے لیکن شکاری کو دیکھتے ہی بھاگ جاتے ہیں بلکہ میں نے یہ بھی دیکھا ہے بارہ بور کی رائفل جب ہاتھ میں ہو تو اس کی رینج سے باہر جا کر کھڑے ہو جاتے ہیں ان کے اندر اللہ نے کوئی ایسا نظام فٹ کیا ہوا ہے جو خطرے کا الارم بجاتا رہتا ہے جب وہ خطرے کی حد سے نکل جاتے تو الارم بند ہو جاتا ہے۔ اس طرح پرندوں کو آپ دیکھ لیں آپ گزرتے رہیں پرندے بیٹھے رہیں گے لیکن بندوق اٹھائیں تو اڑ جائیں گے۔ کس نے بتایا انہیں کہ یہ بندوق ہے' ان کے اندر کوئی اللہ نے ایسا کمپیوٹرائز سسٹم رکھ دیا ہے جو آٹومیٹیکلی کلی سٹارٹ ہو جاتا ہے آن ہو جاتا ہے اور انہیں کہتا ہے خطرہ ہے۔ اسی طرح انسان کے اندر بھی۔ کیونکہ ہر انسان فطرت پر پیدا ہوتا ہے کل مولد یولد علی فطرۃ۔ ہر انسان فطری صلاحیتیں لے کر پیدا ہوتا ہے۔ تو مغرب میں میں نے دیکھا' یورپ میں' امریکہ میں' کفر اور گمراہی کی ایک مصیبت ان پر یہ بھی ہے کہ ہر بندہ ڈرتا ہے کیوں ڈرتا ہے؟ کہتا ہے کوئی پتہ نہیں۔ کس سے ڈرتے ہو؟ کوئی پتہ نہیں۔ دراصل ہوتا یہ ہے کہ وہ جو ان کا کردار ہے ان کے اندر جو سسٹم ہے وہ انہیں اس اخروی خطرے سے آگاہ کر دیتا ہے۔ تو اب ان ممالک میں سب سے بڑا مرض ہی یہ ہے The Fear of Unknown انجانا خوف۔ کروڑوں روپے سائیکالوجسٹ ان سے وصول کرتے ہیں لیکن وہ ڈر ان سے جاتا نہیں ہے آپ دیکھ لیں کوئی بدکار آدمی کبھی سکون کی زندگی نہیں گزار سکتا۔ کوئی لمحہ اس کے پاس سکون کا نہیں ہوتا۔ حکومت مل جائے' اقتدار مل جائے تو بغیر سلیپنگ پلز کے انہیں نیند نہیں آتی۔ آرام دہ بستر' شاہی محلات بنے ہوئے ہیں۔ تو اتنے آرام دہ اور ساری سہولتوں سے بھرے ہوئے کمروں میں انہیں کیوں نیند نہیں آتی؟ کیا بے چینی ہے؟ انہیں خوف ہے کردار کا اور عملی زندگی کا۔ کیونکہ آدمی کے اندر تو ایک مشین لگی ہوتی ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام بھی وہی شخصیت قبول کرتی ہے جس کی وہ مشین زندہ رہتی ہے جسے کبھی ہم مزاج کا کبھی ضمیر کا کبھی کوئی نام دے دیتے ہیں۔ کبھی اسے چھٹی حس کہہ دیا جاتا ہے لیکن یہ ایک سسٹم ہے انسان کے اندر۔ گناہ کرکے کسی بندے کو راحت نہیں ملتی۔ یہ ممکن نہیں کہ وہ گناہ کرکے خوش ہو سکے گناہ کرکے پھر اسے خود تاسف ہوتا ہے کہ یہ میں نے نہ کیا ہوتا۔ وہ جو اس کے اندر رب کریم نے ایک سسٹم فٹ کر دیا ہے وہ اسے یاد دلاتا رہتا ہے کہ تمہیں نہیں کرنا چاہئے تھا۔

جب مسلمانوں نے بنوکِ شمشیر کافروں کو کلمہ نہیں پڑھوایا تو ان کے ممالک پر یلغار کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

تو اسلام نے انسان کو ان تمام خوفوں سے نجات دے دی اور اسے ایک ایسا راستہ بتا دیا اور ایک ایسا رہبر عطا کر دیا اور فیصلہ دینے والی ایک ایسی ہستی عطا کر دی جو کبھی غلط فیصلہ نہیں کرتی۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ ایک آدمی کو ایک طے شدہ ٹائم ٹیبل مل جائے شب و روز کا بھی' خرید و فروخت کا بھی' دوستی دشمنی کا بھی اور اس کا یہ یقین ہو کہ اس پر عمل پیرا ہونے سے کبھی کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اور پھر وہ آدمی اس پر عمل نہ کرے تو میرے خیال میں یہ بجائے خود اتنا نقصان ہے کہ یہ اس کی زندگی کو جہنم بنا دیتا ہے۔ آخرت کا عذاب یا آخرت کا جہنم اللہ پناہ دے یہ تو الگ رہا یہ موجودہ زندگی اجیرن ہو جاتی ہے اس میں سکون نام کی کوئی شے اس میں بچتی نہیں۔ وہاں بدن جلیں گے یہاں بدن کے اندر روح جلتی رہتی ہے۔ تو اس ساری کلفت میں پڑنے کی بجائے آپ اندازہ کیجئے کہ ہر برائی کتنی مشکل ہے چوری ڈاکہ کسی کی غیبت کرنا ہی کتنا مشکل ہے۔ کسی کو برا کہتے ہیں وہ بات اس تک پہنچتی ہے کتنا ردعمل آتا ہے اس پر۔ کوئی چھوٹی سی برائی ہی لے لیں تو ہمیں اس کے ردعمل کو فیس کرنا پڑتا ہے جب کہ کسی نیکی میں کوئی خطرہ نہیں۔ نیکی اگر دشمن سے بھی کی جائے تو کم از کم وہ اس کے بدلے میں دشمنی نہیں کر سکتا۔ اگر اس کی دشمنی ختم نہ بھی ہو تو اس عمل کے بدلے میں تو وہ دشمنی نہیں کر سکتا۔ تو ایک بہت خوبصورت راستہ بنا دیا رب کریم نے اور رمضان المبارک وہ باسعادت مہینہ ہے جس میں انسانی مزاج کو ڈھالا جاتا ہے اس راستے پر چلنے کے لئے۔ یعنی فضائیں' موسم' صبحیں اور شامیں دن اور رات ایسی کیفیات لئے ہوئے ہوتی ہیں کہ ان میں انسانی مزاج اس طرف ڈھلتا چلا جاتا ہے کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرلے۔ شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں چھوٹے عمل کا اجر بہت بڑھا دیا جاتا ہے عبادات کا بدلہ بہت بڑھا دیا جاتا ہے اور دعائیں قبول ہوتی ہیں اور انسان وقتی طور پر بشری خصوصیات سے رک جاتا ہے کھانے پینے سے شہوت سے جھوٹ بولنے سے بددیانتی سے برائی سے اور زیادہ عبادت میں لگ جاتا ہے تو یہ ساری چیزیں مل کر اس پر مستزاد رمضان المبارک کی اپنی پاکیزہ ساعتیں

برکتیں موسم ان سب کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ انسان کا مزاج ڈھل جائے اتباع رسالت ﷺ میں' اتباع شریعت ﷺ میں' اور عید انہی خوش نصیبوں کی ہوتی ہے جو رمضان المبارک کو ان سب کیفیات سمیت حاصل کرتے ہیں جس سے ان کے مزاج کی اصلاح ہوتی ہے' ضمیر کی اصلاح ہوتی ہے' یقین بڑھتا ہے' ایمان بڑھتا ہے' توفیق عمل ارزاں ہوتی ہے۔ تو اس عمل پر ولتکملوا العدة ولتکبروا اللّٰہ علی ماھدکم۔ یہ مہینہ جسے نصیب ہو جائے اس کے دن پورے کرلو۔ ولتکبروا اللّٰہ۔ اللہ کی بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ اس نے تمہارے لئے اتنا بہترین پروگرام رکھا۔ تمہیں توفیق عطا فرمائی ایمان کی' عمل کی اور رمضان کی برکات سمیٹنے کی۔ ولعلکم تشکرون۔ تاکہ تمہیں شکر گزار بننا نصیب ہو۔

کوئی کلمہ پڑھے یا نہ پڑھے ہر کسی کو اختیار ہے مگر مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ اللہ کی مخلوق پر ظلم نہ ہونے دے

تو حضرات عید پر اللہ جل شانہ کا پیغام کہ وعد اللّٰہ الذین امنو وعملوا الصلحت۔ وہ لوگ جو اپنا یقین اتنا مضبوط کر لیتے ہیں کہ وہ عملی زندگی کو اتباع شریعت میں ڈھال لیتے ہیں اللہ کریم فرماتے ہیں ہمارا ان سے وعدہ ہے اللہ کا وعدہ ہے ان سے لھم مغفرة۔ وہ اپنی بہترین کوشش کریں پھر اس میں تبقاضائے بشریت جو خطا ہو جاتی ہے' بھول چوک ہو جاتی ہے' کمی رہ جاتی ہے' اس کے لئے میری بخشش ان کا حق ہے اور واجر عظیم۔ اور ان کے لئے اتنا بڑا اجر ہے اتنا عظیم اجر ہے کہ وہ ان کے اعداد وشمار میں نہیں آسکتا۔

حضرات یہ عملوا الصلحت جو ہے عمل صالح فرد سے شروع ہو کر اقوام عالم تک جاتا ہے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس اپنے وجود پر اسلام عملاً" نافذ کریں اس کی حرکات وسکنات عمل صالح میں ڈھل جائیں اپنے ماحول اپنے معاشرے پر جہاں تک ہماری رسائی ہے ہم یہ کوشش کریں کہ دین پر عمل ہو اس کے بعد ہماری ذمہ داری ہے کہ اپنے ملک پر اور روئے زمین پر اقوام عالم کی رہنمائی کرنے کے قابل ہو سکیں۔ یہ تو ذمہ داری ہے مسلمان کی اور یہی اعزاز ہے اس کا کنتم خیر امتہ۔ تم بہترین قوم ہو اخرجت للناس۔ کہ تم پوری آدمیت کی فکر کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ تامرون بالمعروف۔ تم نیکی کا حکم کرتے ہو۔ وتنھون عن المنکر۔ اور تم برائی سے روکتے ہو۔ یہ فضیلت ہے امت مسلمہ کی۔ لیکن اللہ ہم پر رحم فرمائے اب ہم اس حال پر پہنچ گئے ہیں کہ ہم دنیا سے ظلم کو کیا روکیں گے ہمیں اپنے آپ کو ظلم سے روکنا محال ہو رہا ہے ذمہ داری کیا تھی' کرنا کیا تھا ہونا کیا چاہئے تھا اور ہم کس درجہ نیچے گر گئے ہیں۔

حق یہ تھا کہ مسلمان عالم کفر کو ظلم سے روک دیتے۔ عہد نبوی ﷺ سے لیکر خلافت راشدہ اور اسلام کے ابتدائی ایام آپ دیکھیں تو کیا ضرورت تھی مسلمانوں کو جب انہوں نے نوک شمشیر کسی سے کلمہ نہیں پڑھوانا تو پھر ممالک پر یلغار کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ذمہ داری یہ تھی مسلمانوں کی کہ کوئی کلمہ پڑھے نہ پڑھے وہ اسے اختیار ہے لیکن کوئی بھی اللہ کی زمین پر اللہ کے بندوں پر ظلم کرنے کا مجاز نہیں اور اسے روکنا مسلمانوں کی ذمہ داری تھی خواہ مظلوم بھی کافر ہو ظلم کرنے والا بھی کافر ہو شرط یہ نہیں کہ تم مسلمان ہو جاؤ تو تمہیں ظلم سے چھڑالیں گے یا تم مسلمان ہو جاؤ تو ظلم کو روک دیں گے نہیں مسلمان ہونا یا نہ ہونا یہ اختیار اس کا ہے لیکن اللہ کی زمین پر اللہ کے بندوں پر کوئی ظلم کر رہا ہے تو ہر مظلوم سے ظلم کو روکنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ اب اس ذمہ داری اور اہلیت کے حامل جو مسلمان تھے وہ اس حال پر پہنچ گئے کہ اپنے وجود سے ظلم کو دور کرنا انہیں محال نظر آتا ہے۔ تو اس ہماری کمزوری یا اس محرومی کا علاج پھر یہی ہے کہ ہم اپنی عبادات میں وہ خلوص پیدا کریں اللہ کے ساتھ تعلقات میں وہ زندگی اور وہ قوت پیدا کریں کہ نہ صرف خود سے نہ صرف اپنے ملک سے بلکہ دنیا سے ظلم کو روکنے کی استعداد پیدا ہو۔ عید کا پیغام بھی یہی ہے کہ اللہ ہمیں یہ مواخذہ اور احتساب کرنے کی توفیق عطا فرمائے خود اپنا تجزیہ کر سکیں کہ میں نے اس مبارک مہینے میں کیا کھویا کیا پایا' کتنی کمزوریاں اس سے پہلے مجھ میں تھیں دور ہو گئیں یا کتنی خامیاں تھیں جن کی اصلاح ہو گئی اور میری عملی زندگی کتنی کمزور تھی جو مضبوط ہو گئی کس سطح پر آگئی تو محض خوشی منالینا تو کوئی بات نہیں خوشی منانے کا کوئی سبب ہونا چاہئے اور اس کا سب سے بڑا سبب صرف یہ ہے ولتکموا العدة کہ تم نے یہ کورس پورا کرلیا۔ اب اس میں صرف گنتی پوری کرنے کا مقصد نہیں ہے وہ تو جنہوں نے روزے نہیں رکھے ان کے بھی گزر گئے جو رمضان میں بھی شراب پیتے رہے سب لوگوں نے نیو ئیر ڈے پر اسلام آباد میں ٹنوں کے حساب سے شراب پی۔ سارے بڑے بڑے شہروں میں رمضان المبارک میں لوگوں نے نیوئیر ڈے منایا اور ٹنو ں شراب پی تو دن تو ان کے بھی گزر گئے۔ ان کے بھی دن تو گزر گئے جنہوں نے کلمہ ہی نہیں پڑھا اسلام قبول ہی نہیں کیا اور رمضان کا موسم ان پر بھی آیا اور گزر گیا اور اس طرح اگر کسی مسلمان پر بھی آیا اور گزر گیا اور یہ جیسا تھا ویسا ہی رہا تو پھر فرق کیا ہوا تو عید کس بات کی عید تو اس بات کی ہے کہ اللہ کریم ہمیں توفیق دے اور ہم اپنی عملی زندگی میں اسلام لائیں اتباع رسالت ﷺ میں مزید گرم جوشی نصیب ہو قرب الٰہی کی طلب بڑھے اور دین پر عمل کرنے کی توفیق نصیب ہو۔ آمین

سوالات..... جوابات

جناب مولانا محمد اکرم اعوان صاحب نے اپنے درج ذیل خطاب میں وضاحت فرمائی ہے کہ فقہ وفتاویٰ ان کا شعبہ نہیں ہے اس لئے اس موضوع سے متعلقہ سوالات متعلقہ شعبہ رکھنے والے اصحاب سے ہی کئے جائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میرا شعبہ تصوف اور ذکر اذکار ہے لہٰذا اس کی برکات' اس کی ضروریات' اس کا ثبوت' اس کے دلائل' اس کی کیفیات اور ادب آداب سے متعلق سوالات آپ بصد شوق پوچھ سکتے ہیں۔ اس کے باوجود انہوں نے اول الذکر شعبہ سے متعلق کچھ سوالات کے جوابات بھی مرحمت فرمائے ہیں۔

سوال جواب کا سلسلہ ہو یا عام خطاب کا' حضرت جی کے مستقل قارئین سے یہ امر مخفی نہیں ہے کہ وہ ہر موضوع سے کماحقہ' انصاف کرتے ہیں اور کوئی کمی نہیں چھوڑتے۔ سوالات پڑھ کر ایک دفعہ تو آدمی سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ان کا کیا شافعی جواب ہو سکتا ہے۔ مگر جواب پڑھ کر وہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اس کے علاوہ اس سوال کا اور کوئی جواب ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

خطاب مولانا محمد اکرم اعوان' 17-7-97

سکول' کالج اور یونیورسٹیز میں مختلف مضامین کے مختلف اساتذہ ہوتے ہیں ان کے مختلف شعبے ہوتے ہیں' سائنس کا شعبہ ہے' تاریخ کا ہے' میتھ کا ہے' دوسری چیزوں کا ہے' زبانوں کا ہے' ادب کا ہے۔ اب اگر کوئی سائنس کے سوالات تاریخ کے ماسٹر سے جا کر پوچھے یا تو وہ اپنا وقت ضائع کر رہا ہے یا اسے پریشان کرنا چاہتا ہے۔ یہاں جو آپ تشریف لاتے ہیں اور اپنا وقت نکالتے ہیں تو یہ ہے ذکر الٰہی' برکات نبوی اور تصوف کے لئے۔ اگر یہاں آکر آپ نے فقہ Discuss کرنی ہے تو آپ براہ کرم کسی فقہی مدرسے میں جائیں جہاں پر فقہ Discuss ہوتی ہے۔ آپ پھر یہاں اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ میں مفتی بھی نہیں ہوں اور میں نے افتاء کی ڈگری بھی حاصل نہیں کی۔ اس لئے مجھے کوئی حق حاصل نہیں ہے فتویٰ دینے کا۔ جو بات میں بتاتا ہوں وہ میری رائے ہوتی ہے فتویٰ نہیں ہوتا۔ میں یہاں فقہ پڑھانے کے لئے نہیں بیٹھا ہوں۔ میرا شعبہ ہے ذکر اذکار' تصوف' اس کی برکات' اس کی ضرورت' اس کا ثبوت' اس کے دلائل' اس کی کیفیات' اس میں ادب و آداب کیا ہیں' کیا ہونا چاہئے' کیا نہیں ہونا چاہئے۔ تو میرے خیال میں مناسب یہ ہوگا کہ آپ مجھ سے وہی سوال کریں جس شعبے کا یہاں پر کام ہو رہا ہے۔ اور اگر آپ کو فقہ سیکھنے سے دلچسپی ہے تو آپ فقہائے کرام کے پاس کسی دارالافتاء میں تشریف لے جائیں۔ دو چار دن قیام کریں مفتی صاحبان سے اپنے سوالات کریں وہ آپ کو جواب دیں گے اگر آپ کا کوئی واقف نہیں ہے تو میں آپ کو چٹھی دے دوں گا کسی دارالافتاء میں جانے کے لئے وہ علماء کا کام ہے وہ کریں گے لیکن بہرحال اخلاقی اور علمی دونوں طرح سے یہ تقاضا درست ہے کہ جس شعبے میں آپ جائیں اس شعبے کے بارے میں سوال کریں تاریخ کے شعبے میں جائیں سوالات تاریخ کے متعلق کریں سائنس کے شعبے میں جائیں سوالات سائنس کے بارے میں کریں میتھ کے شعبے میں جائیں میتھ کے بارے میں سوال کریں۔ ایک شعبے کو آپ دوسرے میں گڈمڈ نہ کریں اس میں نہ آپ کو فائدہ ہوگا نہ دوسرے کو۔ آج تو میں جواب دیتا ہوں۔ آئندہ کسی فقہی سوال کا جواب نہیں دوں گا اس لئے کہ ہم نے حتی الامکان کورسز بنا دیئے ہیں ان میں فقہ کے Chapters بھی ہیں۔ اور وہ تعلیم بالغاں کے لئے ہیں اور روزمرہ کی ضروریات کے لئے میں سمجھتا ہوں کافی ہیں۔ اگر آپ کو اپنی روزمرہ کی ضرورت کے لئے سیکھنا ہے تو ان کورسز میں سیکھئے۔ اگر آپ اپنا علم بڑھانا چاہتے ہیں تو کسی فقیہہ کے پاس تشریف لے جایئے کچھ دن قیام کیجئے اور وہاں مسائل کے حل نوٹ کرکے لے آیئے اور یہ مبارک بات ہے اچھی بات ہے اب میں آپ کے سوالوں کے جوابات دیتا ہوں آئندہ مجھے امید ہے کہ آپ مجھے اس الجھن میں نہیں ڈالیں گے کیوں کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں میرا اپنا وقت ضائع ہوتا ہے جو کام مجھے کرنا چاہئے وہ رہ جاتا ہے۔ اور مجھ سے آپ دوسروں کا کام کرواتے ہیں۔

سوال:۔ اگر ایک غیر مسلم اسلام قبول کرتا ہے تو ہم اسے خوش آمدید کہتے ہیں لیکن اگر وہی شخص واپس پہلے دین کی طرف جاتا ہے تو اسے قتل کا حکم ہے اس کی وضاحت فرمائیں؟

جواب:۔ بندے کو اللہ کریم نے دو حق دیئے ہیں۔ ایک حق ہے عقیدہ رکھنے کا کہ جو عقیدہ وہ رکھنا چاہے رکھ لے اس پر زبردستی کوئی عقیدہ ٹھونسا نہیں جاتا دوسرا حق ہے زندہ رہنے کا۔ تاآنکہ جس نے زندہ رہنے کا حق دیا ہے وہ چھین لے' تو وہ مالک ہے وہ اس کی سزا قتل مقرر کرے یا وہ اس کے قتل کی اجازت دے دے یہ الگ بات ہے۔ کوئی بندہ اپنی پسند سے کسی کی جاں نہیں لے سکتا۔ اب یہاں صورتحال یہ ہے کہ غیر

مسلم اگر غیر مسلم ہی رہے تو اسے کوئی قتل نہیں کرتا' صرف غیر مسلم رہنے پر کوئی قتل نہیں کرتا ہاں جب وہ حق کے خلاف میدان میں اترتا ہے' جو ظلم کو قائم رکھنے کے لئے میدان میں آتا ہے وہ تب تک مارا جائے گا جب تک وہ اس بات سے باز نہیں آئے گا تو وہ اس لئے نہیں مارا جائے گا کہ وہ کافر ہے بلکہ وہ اس لئے مارا جاتا ہے کہ وہ ظلم کو قائم رکھنے کی حمایت میں میدان میں ہے اور وہ بھی وہ لوگ جو تلوار اٹھاتے ہیں۔ ورنہ محض اس بنا پر کہ وہ غیر مسلم ہے قتل کر دو' نہ قتل کرنے کی اجازت ہے نہ کوئی قتل کرتا ہے نہ آج تک کسی نے کیا ہے۔ اب اگر کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرتا ہے تو خوشی کی بات اس لئے ہوتی ہے کہ اللہ کا ایک بندہ اخروی عذاب سے بچ گیا' نبی علیہ الصلواۃ والسلام کی برکات ایک اور بندے تک پہنچ گئیں' اللہ کی رحمت کا ایک اور بندہ مستحق ٹھہرا۔ لیکن اگر وہ قبول کرنے کے بعد رد کرتا ہے تو اس کا معنی یہ نہیں کہ اس نے اسلام قبول نہیں کیا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ قبول کرنے کے بعد رد کرکے اسلام کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے اور یہ جرم ہی ایسا ہے کہ اس کی سزا کم سے کم موت ہونی چاہئے۔ کوئی جب اسے مجبور نہیں کرتا' کوئی اس پر دباؤ نہیں ڈالتا مسلمان ہونے کے لئے تو اسے اسلام قبول کرنے سے پہلے خوب سوچنا چاہئے' خوب سمجھنا چاہئے' اپنے دنیاوی حالات' اپنی رشتہ داریاں' اپنے دوست دشمن سب کا اسے سارا تجزیہ کرنا چاہئے۔ وہ نہیں قبول کر سکتا نہ کرے کوئی اسے مجبور نہیں کرتا۔ لیکن جب وہ قبول کرتا ہے تو اپنا حق استعمال کر چکا' جو مذہب اختیار کرنے کا حق اللہ نے دیا تھا وہ کر چکا' اب اللہ کا پیغام اور اللہ کے نبی ﷺ کا پیغام مذاق نہیں ہے اور کافروں نے یہ کوشش عہد نبوی میں کی تھی اور قرآن کریم میں بھی اس کا تذکرہ ملتا ہے یہودیوں نے یہ سازش کی تھی کہ صبح کے وقت ایمان لے آؤ اور پچھلے پہر انکار کر دو تاکہ اسلام کی ترقی رک جائے اور لوگوں کے حوصلے پست ہوں اور لوگ یہ سمجھیں کہ یہ کوئی قابل عمل شے نہیں ہے۔ لوگ صبح مانتے ہیں شام کو چھوڑ دیتے ہیں۔ تو اس کا ذکر قرآن حکیم میں بھی ہے منظم طریقے سے یہ کوشش یہود کے کہنے پر بھی کی گئی تاکہ اس طرح اسے لوگوں کو گمراہ کرنے کا ایک طریقہ بنایا جائے اور لوگوں میں یہ تاثر پھیلے کہ دیکھو یہ پچاس آدمی صبح مسلمان ہوئے تھے کل اور آج یہ کہہ دیا یہ بھی کوئی مذہب ہے یار۔ یار ہم نے تو قبول کرکے دیکھا اس میں کچھ بھی نہیں تو اس جرم کی سزا اللہ تعالیٰ نے موت مقرر کی۔ جس نے جان دی ہے وہ جان لینے کا بھی حق رکھتا ہے۔ اور اس کی عظمت یہ حق رکھتی ہے کہ کوئی اس کو مذاق نہ بنائے۔ نہیں قبول کرتا نہ کرے لیکن عظمت الٰہی کے ساتھ' برکات نبوی ﷺ کے ساتھ مذاق نہ بنائے۔

سوال:۔ **مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں Devine Justice نافذ ہو۔ لیکن یہاں کوئی اپنی ساری زندگی محرومیوں میں گزارتا رہے اور کوئی ساری زندگی عیاشی میں گزارتا ہے تو دنیا کے اندر ڈیوائن جسٹس کیسے نافذ ہو؟**

جواب:۔ میرے بھائی آپ کا معیار صحیح نہیں ہے۔ اگر آپ انصاف کا معیار دولت کو بناتے ہیں تو فرعون کے جو نوکر تھے وہ سونے کے کڑے اور سونے کی پٹیاں پہنتے تھے۔ بازوؤں میں سونے کے کڑے ہوتے تھے اور ان کے کمر بند سونے کے ہوتے تھے۔ بڑے بڑے سونے کے تمغے اور گلے میں سونے کے طوق ہوتے تھے۔ گھوڑوں کی زینیں سونے کی ہوتی تھیں اور موسیٰ کے پاس ایک کمبل تھا جسے درمیان سے چیر کر انہوں نے اس میں سے سر باہر نکال کے سائیڈوں پر کیکر کے کانٹے پرد رکھے تھے۔ اب اگر آپ کے نزدیک دولت معیار ہے تو پھر تو پسندیدہ بندہ فرعون ہوا۔ دولت دنیا معیار نہیں ہے۔ معیار ہے تعلق باللہ۔ اگر کوئی بہت ہی غریب ہے لیکن اس کا عقیدہ درست ہے' توفیق عمل ہے تو وہ اس امیر سے کروڑوں درجے بہتر ہے جسے ایمان نصیب نہیں ہوا۔ پھر یہ بھی آپ کو غلطی لگی ہے کہ ہر امیر آدمی عیش کرتا ہے۔ میں آپ کو اپنی مثال دیتا ہوں کہ میں نے زندگی شروع کی تھی انتیس روپے ماہوار ملازمت سے' یہ ففٹیز کی بات ہے تو ان دنوں انتیس روپے ماہوار تنخواہ ہوا کرتی تھی۔ پھر میں نے تیس روپے پر کی پھر میں نے اسی روپے پر ملازمت کی۔ آج میری جیب سے جو منتھلی تنخواہ جاتی ہے وہ لگ بھگ اسی ہزار روپیہ ہوتی ہے۔ جب میری تنخواہ انتیس روپے تھی تو میں خوب سیر ہو کر مکھن بھی کھاتا تھا' گھی بھی کھاتا تھا' دودھ پانی کی طرح پیتا تھا۔ آج نہ میں نے کبھی دودھ دیکھا ہے نہ کبھی گھی اور نہ کبھی کوئی مکھن دیکھا ہے۔ سوکھی روٹی اور بغیر چینی کے قہوہ۔

تو عیش اس وقت تھی یا اب ہے۔ حالانکہ یہ میرا ذاتی فارم ہے جس سے آپ سارے پیتے ہیں' آپ پیتے ہیں میں نہیں پیتا۔ جانور اللہ کا مال ہے یہ میرے ہیں یہ میرے ذاتی ہیں دارالعرفان کے نہیں ہیں۔ میرے پرسنل ہے ملازم میرے ہیں خرچ اس پر میں کرتا ہوں لیکن آپ سب لوگ پیتے ہیں میں نہیں پی سکتا۔ تو یہ ضروری نہیں کہ جس کے پاس پیسے ہوں وہ بڑے آرام یا عیش میں بھی ہو چونکہ دولت دنیا کوئی عیش کا معیار نہیں ہے نہ یہ آرام کا معیار ہے۔ ڈیوائن جسٹس سے یہ مراد ہے کہ جس طرح کا کسی بندے کا تعلق رب کے ساتھ ہے اس طرح کا برتاؤ اب اس کے ساتھ کرتا ہے۔ وہ دینی اعتبار سے ہو یا دنیاوی اعتبار سے ہو یا مالی اعتبار سے ہو یا صحت کے اعتبار سے ہو۔ حدیث قدسی میں بھی آتا ہے انا عند ظن عبدی۔ بندہ میرے بارے جو

رائے رکھتا ہے ویسا ہی میں اس کے ساتھ برتاؤ بھی کرتا ہوں۔ میں اور آپ نہیں جانتے وہ جانتا ہے۔ تو ڈیوائن جسٹس سے مراد یہ ہے کہ ہر بندے کا ایک ذاتی تعلق ہے رب العالمین کے ساتھ وہ خواہ انکار کا ہے' اقرار کا ہے' محبت کا ہے' نفرت کا ہے' جیسا بھی ہے' تعلق ہر بندے کا ذاتی ہے۔ اب جس نوعیت کا اس کے ساتھ تعلق ہے اس نوعیت کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں سولی پر چڑھ کر لذت ملتی ہے کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں محلوں میں پہنچ کر بھی اذیت ملتی ہے۔ یہ معاملہ اس کا ہے یہ میری اور آپ کی سمجھ میں نہیں آتا۔ ایک آدمی کو ہم سربراہ مملکت دیکھتے ہیں' حاکم دیکھتے ہیں' محلات میں دیکھتے ہیں لیکن وہ بھی بے چارہ اذیت میں ہوتا ہے۔ گرداگرد پہرے دار کھڑے ہیں۔ اسے نیند تک نہیں آئی۔ دوسرے کو صبح سزائے موت ہونی ہے وہ بیٹھا اپنے مزے سے کام کر رہا ہے چٹھی لکھ رہا ہے نقشہ بنا رہا ہے کہ صبح تک جو وقت ہے وہ استعمال کرلوں پھر چلیں گے۔ محمد بن قاسمؒ کے واقعہ ہی میں ملتا ہے کہ ایک اللہ کا بندہ جسے صبح سزائے موت ہونی تھی تو رات کو جیلران کی کوٹھڑی کے پاس گیا تو وہ ماچس کی جلی ہوئی تیلی کو شمع سے جلا جلا کر پتھر پر لکیریں بنا رہے تھے جیلر گیا تھا کہ میں اس مرد مجاہد کا دروازہ کھول دوں اور اسے بھگا دوں اور خود بھی بھاگ جاؤں کہ اتنا قیمتی انسان اور محض بادشاہ کی دشمنی کی بھینٹ چڑھ جائے اتنا قیمتی جرنیل۔ تو اس نے دیکھا وہ بڑے مصروف ہیں اس نے کہا حضرت آپ کیا کر رہے ہیں۔ اس نے کہا یار میرا تجربہ ہے ہمیں ہندوستان میں لڑنا پڑا۔ منجنیق سے پتھر پھینکنے پڑے وہ صحیح نشانے پر نہیں بیٹھتے تھے تو مجھے جو جو خامیاں اس میں نظر آئیں وہ میرے ذہن میں تھیں تو فرصت تو ملی نہیں اب میں فارغ ہوں تو میں نے سوچا اس پتھر پر منجنیق کا ایسا نقشہ بناؤں جس میں وہ خامیاں نہ ہوں اور وہ پتھر پھینکے تو نشانے پر لگے۔ اس نے کہا حضور صبح تو آپ کی زندگی کا چراغ گل ہو جائے گا اس نے کہا میں ایک فرد مرجاؤں گا مسلمان قوم نہیں مر جائے گی۔ یہ کام مسلمان قوم کے کام آئے گا۔ اس نے کہا میں تو دو گھوڑے تیار کرکے لایا ہوں میرا خیال ہے میں خود بھی نکل جاؤں گا یہاں سے اور آپ بھی میرے ساتھ آئیے اور نکل چلتے ہیں۔

فرمانے لگے۔ موت سے آدمی بھاگ نہیں سکتا۔ اب جب میرا وقت مقرر ہے تو میں بھاگوں گا تو پیچھے فوج لگا دیں گے۔ بھاگتا ہوا مارا جاؤں گا اس کا کیا فائدہ ہوگا تم مجھے جوانمردوں کی طرح جان دینے دو۔ اب ایک بندے کو سزائے موت ہے محض حسد کی بنا پر' اتنا بڑا جرنیل ہے لیکن وہ کتنے مزے میں ہے۔ دوسرے کو حکومت نصیب ہے اور اسے نیند نہیں آتی۔ گرداگرد فوجیں کھڑی ہیں وہ سو نہیں سکتا کوئی مجھے مار نہ دے۔ یہ ہی نہ مار دیں جو پہرے پر کھڑے ہیں۔ تو ڈیوائن جسٹس یہ ہے کہ جو کیفیات جو بندے پر وارد ہوتی ہیں' جو حالات اسے پیش آتے ہیں' جو صحت وبیماری آتی ہے' جو مصیبت یا آرام آتا ہے' وہ اس کے مطابق ہوتا ہے جو اس کا تعلق رب العالمین کے ساتھ ہوتا ہے۔ اب یہ الگ بات ہے کہ ادارے Institutions اقوام' افراد اپنی اپنی حیثیت میں دوسرے کو آرام پہنچانے یا اسے مصیبت سے بچانے کے لئے معمور ہیں اور وہ اپنا فرض ادا کرتے ہیں وہ اپنی کوشش ادا کرتے ہیں اس کا اجر پاتے ہیں لیکن ہوتا پھر بھی وہی ہے جو اس کے لئے ادھر سے مقرر ہوتا ہے۔

سوال:۔ اجتہاد کا اسلامی Concept کیا ہے؟ یہ ہماری سوسائٹی میں جہاں اتنے فرقے پائے جاتے ہیں یہ کیسے نافذ العمل ہو؟

جواب:۔ اجتہاد بھی جہاد کی طرح جدوجہد سے مشتق ہے یعنی کسی بھی معاملے میں کوشش اور محنت۔ جس کا حل یا جواب قرآن میں براہ راست موجود نہ ہو' سنت میں موجود نہ ہو' پہلے فقہاء کی آراء جو ہیں ان میں نہ ہو تو پھر اس فریم ورک کو جو قرآن کا ہے اور سنت کا ہے اسے سامنے رکھ کر اس کی حدود کے اندر رہ کر اس مسئلہ کا حل تلاش کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔ رہی بات فرقوں کی تو جسے آپ فرقہ کہتے ہیں وہ تب ہی فرقہ بنے گا جب اس کے پاس اپنی فقہ بھی ہوگی تو وہ اپنی فقہ کے مطابق اپنے فقہی اصولوں کے مطابق طے کرے گا لیکن اگر کسی کی فقہ قرآن وسنت کی روح کے خلاف ہے تو اسے اللہ کے نزدیک جواب دینا ہے لیکن بہرحال اسے کسی دوسرے پر اپنی رائے ٹھونسنے کا کوئی حق نہیں ہے پاکستان میں اکثریت اہل سنت والجماعت کی ہے فرقے یہاں دو ہی ہیں ایک اہل سنت والجماعت اور دوسرا کوئی اڑھائی فیصد کے قریب شیعہ حضرات۔ تیسرا تو یہاں مسلمانوں کا کوئی فرقہ نہیں ہے۔ قادیانی ہیں تو وہ غیر مسلم ہیں۔ باقی یہ دیوبندی' بریلوی' اہلحدیث یہ سارے اہل سنت ہیں۔ اور ان میں لفظوں کی جنگ ہے عمل کی نہیں۔ عمل سب ایک ہی کرتے ہیں قرآن سارے ایک ہی پڑھتے ہیں۔ تفاسیر سب کے پاس ایک ہی ہیں فقہ کی کتابیں سارے مدارس میں ایک ہی ہیں۔ اور جو لوگ اہلحدیث یا غیر مقلد کہلاتے ہیں جب ضرورت پڑتی ہے تو وہ بھی وہیں سے مسئلہ لیتے ہیں جہاں سے وہ لیتے ہیں جو مقلد کہلاتے ہیں۔ قرآن وسنت سے بھاگ کر کہاں جائیں گے۔ کوئی بریلوی کہلائے یا کوئی دیوبندی کہلائے یا اہلحدیث کہلائے قرآن وسنت سے تو نہیں بھاگ سکتے۔ تو جب قرآن وسنت کے دائرے میں رہیں گے تو سارے اہل سنت ہیں۔ یہ جو اختلاف ہے آراء کا یہ الفاظ کا ہیر پھیر ہے۔ اب سارے درود پڑھتے ہیں' الفاظ میں الجھاؤ ہے' آپ یہ لفظ نہ کہیں یہ

کہیں۔ دوسرا کہتا ہے یہ نہ کہیں یہ کہیں۔ ایک کہتا ہے آپ آواز بلند نہ کریں دوسرا کہتا ہے آپ نیچی نہ کریں۔ اختلاف تو تب تھا کہ درود پر اختلاف ہوتا کہ درود نہیں پڑھنا چاہئے پھر تو اختلاف تھا۔ یہ تو کوئی فرقہ بندی نہ ہوئی اس طرح حلال حرام میں کوئی اختلاف نہیں' نکاح طلاق میں کوئی اختلاف نہیں' وراثت میں کوئی اختلاف نہیں تو پھر کونسا اختلاف ہے۔ یہاں دال روٹی اپنی اپنی ہے وہ لیڈران کرام کا معاملہ ہے۔ تو سب نے اپنے اپنے طبقے بانٹ رکھے ہیں کہ گڈمڈ ہو گئے تو چندے ونڈے جو ملتے ہیں وہ ضائع ہو جائیں گے۔ جھگڑے جو زیادہ ہوتے ہیں وہ اس پر ہوتے ہیں جو پیشہ آگیا ہے مذہب میں۔ مذہب کو ہم نے پیشہ بنالیا تو پیشے میں تو جھگڑے ہوتے ہیں۔ پیشے میں تو کمپی ٹیشن ہوتا ہے یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے لیکن اگر دیانت داری سے دیکھا جائے تو ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے سوائے یہ کہ لفظی اینچ پینچ ہے۔ بات ایک ہی ہے شیعہ اپنی فقہ کے داعی ہیں کہ ہمارے پاس احادیث میں فقہ ہے ان کو ضرورت پڑے تو وہ اپنی بلکہ ان کے ہاں تو ہر تیسرا دوسرا مولوی مجتہد کہلاتا ہے۔ اور اسے اجتہاد کی ڈگری دی جاتی ہے ان کا تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ ہمارے ہاں مسئلہ یہ ہے کہ یہاں اس طرح کی محنت کی نہیں جارہی جو کی جانے چاہئے تھی۔ اور اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہمارا جو دینی طبقہ ہے یہ موجودہ عہد کے سوالات کو جاننا چاہتا ہی نہیں۔ ابھی تک نہ کسی نے جاننے کی کوشش کی ہے اور نہ کوئی جاننا چاہتا ہے۔ ہمارے دینی مدارس میں جو فلسفہ بھی پڑھایا جاتا ہے وہ آج سے بارہ سو سال پہلے کا ہے فلسفہ جدید جو ہے وہ اس میں ہے ہی نہیں۔ ماڈرن سائنس جو ہے اس سے وہ ناواقف ہیں۔ موجودہ عہد کے مسائل جو ہیں وہ انہیں Face ہی نہیں کرتے۔ وہ اپنے اس خاص دائرہ کار سے باہر آتے ہی نہیں۔

اگر علماء کو بھی' اہل علم کو بھی' دینی طبقے کو بھی' دنیاوی امور میں حصہ داری کرنا پڑے' شراکت کرنی پڑے' یہ بھی بسیں رکھیں' ٹرانسپورٹر بنیں' یہ بھی باہر سے چیزیں امپورٹ کریں اور مارکیٹ میں بیچیں' امام ابوحنیفہؒ کی طرح ان کے بھی بحری جہاز لد لد کر باہر جائیں پھر انہیں پتہ چلے کہ اس ملک میں خرید فروخت کا اصول کیا ہے۔ اس میں کیا ہے عہد نبوی ﷺ میں کیا تھا' صحابہؓ کے عہد میں کیا تھا' سلف صالحین کے عہد میں کیا تھا۔ اب اس میں کیا کیا پیچیدگیاں آگئی ہیں۔ اور اس کا جواب کس طرح سے تلاش کیاجائے تو ازخود اجتہاد ہوتا رہے۔ جب دینی علم جن لوگوں کے پاس ہے وہ میدان عمل میں آتے ہی نہیں اور جو عمل میں ہیں ان میں کوئی مولوی نہیں ہے ان میں وہ میری طرح کے لوگ ہیں۔ کاروباری لوگ ہیں' مزدور لوگ ہیں' ان میں کوئی مولوی نہیں ہے تو ہم اجتہاد سے اس لئے محروم ہیں کہ ہمارا جو دینی طبقہ ہے وہ اس میدان میں شریک نہیں ہے اس کی کوئی حصہ داری نہیں۔ آپ کسی بڑے سے بڑے عالم کا نام لیں بتائیں کونسی تجارتی کمپنی ہے اس کی؟ کونسی اس نے ہوائی کمپنی میں حصے لے رکھے ہیں؟ کون سے اس نے کسی بس میں' کمپنی میں حصہ ڈال رکھا ہے یا کونسا وہ فوج کو راشن سپلائی کر رہا ہے' کوئی کسی طرح کا بزنس جہاں وہ جائیداد کی خرید وفروخت کر رہا ہے' کوئی کچھ بھی نہیں۔ تو جب وہ اس میدان میں نہیں آتے اس کی ضروریات سے بھی واقف نہیں ہوتے تو جب بھی پوچھو تو مسئلہ وہی بتاتے ہیں جو چھ سو سات سو سال پہلے کسی نے بتایا تھا۔

آج کہتے ہیں اجتہاد نہیں ہے' اجتہاد کی ضرورت نہیں ہے' کس لئے کھڑے ہو مسئلہ آپ کا ہے وہ ادھر بیٹھے ہیں آپ انہیں منڈی میں گھسنے نہیں دیتے آپ بھی خوش ہیں کہ کام ہم کریں گے پیسہ ہمارے پاس ہی رہے' حکومت ہماری ہی رہے' موج ہم کریں' یہ جنازے پڑھاتے رہیں تو یہ جو ہمارا باہمی طرز عمل ہے اس نے اجتہاد کا راستہ روک رکھا ہے ورنہ کسی نے منع نہیں کیا۔ اجتہاد کا معنی یہ نہیں ہے کہ کوئی نیا فرقہ پیدا کیا جائے بلکہ اجتہاد اتفاق کا راستہ ہے کہ متقدمین کی آراء میں سے' ان کے فیصلوں میں سے موجودہ عہد کے سوال کا کوئی حل تلاش کیا جائے جو موجودہ عہد میں قابل عمل ہو لیکن قرآن وسنت اور سلف صالحین کے بنائے ہوئے فریم ورک سے باہر نہ جائے۔ تو اس سے کسی نے منع نہیں کیا اور یہ کہنے سے ہوگا بھی نہیں تب ہی ہوگا جب دینی علم رکھنے والے لوگوں کو میدان عمل میں بھی برابر کی شراکت ہوگی۔ جب انہیں بھی وہ مسائل وہ ضرورتیں پیش آئیں گی۔ اب اگر کوئی مولوی پائلٹ ہوتا تو آج تک یہ مسئلہ حل ہوگیا ہوتا کہ پائلٹ کی نماز سفری ہوگی یا وہ کیسی ہوگی یا وہ جہاز میں پڑھے گا یا نہیں پڑھے گا' کیوں الجھا ہوا ہے؟ اس لئے کہ کوئی عالم تو پائلٹ ہے ہی نہیں۔ انہیں تو جہاز کا سفر بھی خال خال ہی نصیب ہوتا ہے۔ یا ان کے مرید کوئی تکڑے تکڑے ہو جائیں انہیں حج یا عمرہ پر لے جائیں ورنہ تو وہ غریب جہاز کا منہ بھی نہیں دیکھتے۔ یہاں یار لوگ بات بات پر پنڈی سے لاہور جانا ہے گرمی ہے جی گاڑی میں نہیں جائیں گے جہاز میں جائیں گے۔ تو اب وہ بندہ جسے پوری زندگی میں ایک آدھ سفرحج یا عمرے کا کرنا پڑا ایک آدھ دن کے لئے وہ کیا سمجھے اس آدمی کی مصیبت کو جو یہاں سے جہاز میں اڑتا ہے اور نیویارک جا کر چھوڑتا ہے یا نیویارک سے لیکر فرانس ہوتا ہوا کراچی آکر لینڈ کرتا ہے۔

مولانا جہاز اڑاتے' مولانا یہ سفر کرتے مولانا خود تلاش کرتے اس کا کوئی حل۔ کہ سفر تو متقدمین بھی کرتے تھے' ہزاروں میل جاتے تھے

صحرائے عرب سے اٹھ کر۔ چین تک انہوں نے فتح کیا' وہ کیا کرتے تھے نمازوں کا' تو یہی اجتہاد کہلاتا ہے۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ آج بھی اجتہاد ہو تو مولوی کے لئے بھی میدان عمل میں تھوڑی جگہ بنایئے اور اپنے مولوی کو بھی کھینچ تان کر لے آیئے' کسی کمپنی کا شیئر ہولڈر بنایئے' کسی کو پائلٹ بنایئے' کسی کو ریلوے کا ڈرائیور ہی بنا دیں' گارڈ ہی بنا دو' جھنڈی لے کر کھڑا ہو سفر تو کرنا پڑے اسے۔ عملی زندگی میں وہ سوال پیش آئیں تو سمجھ آئے کہ بھائی یہ واقعی سوال ہے اور اس کا جواب ہونا چاہیے۔ پہلے جب اجتہاد ہوتے تھے تو سارے مجتہدین میں سے آپ کوئی دکھائیں جو عملی زندگی میں نہیں تھا۔ سارے عملی زندگی میں موجود ہوتے تھے اور ان علماء میں ایسے بھی تھے جن کی بین الاقوامی تجارتی کمپنیاں تھیں۔ ایسے بھی تھے جو مقامی طور پر تجارت کرتے تھے تو ازخود اجتہاد ہوتا رہتا تھا۔ اب بھی ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ جن بچوں کو اس قابل بناتے ہیں کہ وہ بین الاقوامی فورم پر بات کرتے ہیں آپ انہیں دین بھی پڑھا دیں۔ جو مولوی مدرسے میں بیٹھا ہے وہ اب میرے اور آپ کے کہنے سے وہ غریب ایئر لائن میں یا ریلوے لائن میں یا کسی فرم میں یا کمپنی میں وہ غریب نہیں آسکتا۔ وہ جہاں پہنچنا تھا پہنچ چکا۔ اب آپ جن بچوں کو ذہین سمجھتے ہیں اور جنہیں آپ موجودہ Science Medical پڑھاتے ہیں یا جنہیں آپ موجودہ ماڈرن ٹیکنالوجی پڑھاتے ہیں انہیں آپ ساتھ ساتھ دین بھی پڑھائیں۔ پھر وہ جب میدان عمل میں آئیں گے تو ازخود اجتہاد کی راہیں بھی کھل جائیں گی۔ صرف مسائل نہیں ہوں گے ان کے پاس انہیں پھر مسائل پر سوچنا بھی پڑے گا' ان کے پاس علم بھی ہوگا' ان کے سامنے قرآن وحدیث بھی ہوگی' سلف صالحین کی آراء بھی ہوں گی' فقہ بھی ہوگی' تو وہ ازخود اس میں سے راستہ تلاش کریں گے لیکن جب تک انہیں خود اس سے سابقہ نہیں پڑتا تو میرے خیال میں جس پر بیتتی نہیں ہے وہ سمجھ نہیں سکتا۔

سوال:۔ تصوف کے مقامات کا آخرت کی زندگی میں کیا مقام ہوگا؟

جواب:۔ تصوف ترجمہ ہے تزکیے کا۔ یتلوعلیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمہ چار گانہ فرائض نبوت میں دعوت الی اللہ اور اس کے بعد تزکیہ قلب ہے۔ تزکیہ عربی کا لفظ ہے۔ تصوف اس کا ترجمہ ہے فارسی میں جو اردو میں بھی مستعمل ہے۔ آخرت کی زندگی کا یا اعمال کی مقبولیت کا مدار قلبی خلوص پر ہے۔ تو جتنا جتنا کسی کے دل میں خلوص ہوگا اتنی اتنی عمل کی اہمیت بڑھتی جائے گی۔ ایک ہی کام ایک ہی وقت اگر چار آدمی کرتے ہیں تو چاروں کی چونکہ قلبی کیفیت الگ الگ ہے اس لئے ہر ایک پر الگ الگ طرح کا اجر مرتب ہوتا ہے۔ بے شک چاروں اللہ کے حکم کے مطابق کر رہے ہوں' بے شک چاروں سنت کے مطابق کر رہے ہوں پھر بھی قلب کی جو کیفیات ہیں وہ علیحدہ اپنا اثر رکھتی ہیں۔ اب یہ تصوف یا تزکیہ جو ہے یہ ساری محنت وہ ہے کہ جو برکات قلوب کو نبی نے تقسیم فرمائیں جس طرح تعلیمات نبوی کا حصول ضروری ہے۔ اس طرح انہی برکات کو حاصل کیا جائے تو قلب میں خلوص کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اب ظاہر ہے جتنی دل کی گہرائی سے بات جائے گی جتنے خلوص سے جائے گی اس پر اتنا ہی اجر مرتب ہوگا اور اتنی ہی بات اخروی زندگی میں اس کے لئے قابل احترام ہوگی یہ تزکیہ قلوب جو ہے یہ دراصل سکہ ہی آخرت کا ہے' جتنا کسی کو نصیب ہوگا اس عالم میں اتنی اس کی حیثیت ہوگی۔

سوال:۔ ھاں یہ مزیدار سوال ہے۔ مراقبات کی فضیلت کے بارے میں سوال ہے۔ ایک ساتھی فرما رہے تھے کہ بندہ کی روح احدیت پر ہو تو ایک دفعہ اللہ کہنے کا اتنا اجر ملتا ہے جتنا نیچے ساری مخلوقات اللہ اللہ کر رہی ہوتی ہے؟

جواب:۔ عظمت نبوت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ نبی باقی ساری مخلوقات کی نسبت ذات باری سے انتہائی قریب ہوتا ہے۔ مخلوقات کی وجہ سے جو اجر ملتا ہے نبی کو میں اس کی بات نہیں کر رہا۔ نبی کے ذاتی عمل کی بات کر رہا ہوں کہ مرکزی نقطہ اگر آپ ذات باری کو تصور کریں' ساری مخلوق کو اس کے گرد پھرائیں ایک نقشہ بنائیں تو جو نقطہ اس نقشے میں جتنا قریب ہوگا' اس کے اتنے زیادہ سرکل بن جائیں گے۔ ہو سکتا ہے باہر کی حدود پر ایک چکر پورا کرے اور جو قریب تر ہے اس کے کئی لاکھ چکر اس کے اس ایک چکر کے ساتھ مل جائیں۔

یہی حال مراقبات کا یا ترقی درجات کا ہوتا ہے کہ جتنی کسی کو روحانی ترقی نصیب ہوتی ہے اتنا وہ مرکز کے قریب ہوتا جاتا ہے اور اس کے اعمال میں اتنی بڑھوتری یا اتنی زیادتی آتی جاتی ہے ان لوگوں کی نسبت جو اس مقام پر نہیں ہوتے۔ کسی کا شاید ایک لاکھ بار اللہ اللہ کہنا اور اس کا صرف ایک بار اللہ کہنا ممکن ہے اس کی فضیلت زیادہ ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ مراقبات میں یہ ضروری ہے کہ اس مراقبے کی کیفیت کو اپنے حال پر وارد کیا جائے مثلاً" مراقبہ احدیت (احدیت) ہی ہے تو اپنی عملی زندگی میں اپنی امیدوں کو ذات واحد سے وابستہ کریں۔ اس کا اثر بھی ہماری عملی زندگی میں نظر آنا چاہئے اگر نہیں آتا تو پھر ہمیں تلاش کرنا چاہئے کہ درمیان میں کیا چیز رکاوٹ بن رہی ہے مثلاً" ایک غذا ہے دودھ' دودھ پینے سے آدمی کی صحت بھی بنی چاہئے اس کی بھوک بھی مٹنی چاہئے کیونکہ دودھ غذا بھی ہے اور دوا بھی ہے۔ اب وہ دودھ بھی پیتا ہے' اسے فائدہ نہیں ہو رہا تو پھر اسے دیکھنا ہوگا کہ کوئی

خرابی ہے کہیں یعنی اگر مراقبات کرتا بھی ہے اور کماحقہ فائدہ نہیں ہوتا تو پھر کہیں ہمارے کردار میں' ہمارے عقیدے میں' ہماری سوچ میں' کہیں کوئی کمی ہے اسے دور کیا جانا چاہئے اور اس مراقبے کا اثر عملی زندگی میں آدمی کو خود محسوس ہونا چاہئے۔ مراقبہ معیت ہے تو پھر اسے ماوشما کا ڈر نہیں رہنا چاہئے کہ حق پر قائم رہنے کے لئے اللہ کی معیت کافی ہے۔ اللہ کی معیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ میرے ساتھ ہے پھر یہ چھوٹی چھوٹی باتیں کہ فلاں نہ ناراض ہو جائے' فلاں نقصان نہ ہو جائے' فلاں یہ تکلیف نہ پہنچا دے' وہ ہٹ جاتی ہیں اس لئے کہ اللہ میرے ساتھ ہے اور اس کی معیت مجھے حاصل ہے یہ چیزیں جب عملی زندگی میں آتی ہیں تو پھر اسے مراقبے کے ایک عمل کا درجہ شاید نیچے والوں کے ہزاروں اعمال سے بڑھ جاتا ہے یعنی اس پر وہ درجات تب ہی مرتب ہوتے ہیں جب یہ خصوصیات عملی زندگی میں آئیں۔ ہم میں ایک نقص پیدا ہو گیا ہے جن بزرگوں نے تبلیغی جماعت کی بنیاد رکھی تھی وہ بڑے صاحب حال اور بہت پائے کے ولی اللہ تھے۔ عالم بھی بہت پائے کے تھے۔ ان کے بیٹے بھی بڑے پائے کے ولی اللہ تھے عالم بھی تھے پھر بعد میں جوں جوں وقت بدلتا گیا جماعت بہت پھیل گئی' بہت سے لوگ شامل ہو گئے لیکن اب ایک صورت حال جو باعث تفتیش بنتی ہے وہ یہ ہے کہ لوگ جا کر چلہ لگا آتے ہیں' سہ روزہ لگا آتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ نجات ہو گئی اتنے کروڑ ثواب مل گیا یا یہ ہو گیا لیکن اس سارے آنے جانے کو عملی زندگی پر Apply نہیں کرتے۔ اس میں قصور جماعت یا جماعت بنانے والوں کا نہیں ہے قصور ہم لوگوں کی اہلیت واستعداد کا ہے۔ ہمیں خود یہ احساس ہونا چاہئے کہ چالیس دن جوتے چٹخانے سے کچھ نہیں ہو گا یہ چالیس دن کا سفر یا جوتے چٹخائے یا بستر اٹھا کر پھرتے رہے تو اس کا حاصل عملی زندگی میں نظر آنا چاہئے۔ گناہ سے اجتناب اور نیکی کی محبت اور عمل میں اصلاح کا پہلو آنا چاہئے۔ اگر یہ نہیں آتا تو پھر یہ سمجھا جائے کہ یہ بھی کوئی من جانب اللہ سزا تھی کہ بوجھ اٹھا کر چالیس دن سڑکوں پر پھرتے رہو۔ یعنی پھر وہ عبادت نہ رہی۔ یہی حال مراقبات کا بھی ہے کہ اگر کسی کو مراقبات نصیب ہیں تو پھر ان کا اثر عملی زندگی میں آنا چاہئے اور اگر عملی زندگی پر نہیں آتا اور وہ اسی غلط فہمی میں رہتا ہے کہ میرے اتنے مراقبات ہیں تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے پاس وہ نعمت رہتی ہی نہیں۔ دوسری بات میں یہ عرض کر دوں کہ جس صاحب حال کو یہ کیفیات نصیب ہوں اس کا حساب میدان حشر میں عام آدمی کی نسبت بہت سخت ہو گا۔ وہ جو بزرگوں نے فرمایا ناں جو جتنے قریب ہوتے ہیں انہیں اتنا زیادہ محتاط ہونا پڑتا ہے ان کے لئے قواعد بہت زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔ تو جس طرح ان کی فضیلت اعمال میں اور اذکار میں ہے اسی طرح ان کا اتنا ہی محاسبہ بھی سخت ہے اور کوشش یہ ہونی چاہئے کہ جو مراقبہ بھی نصیب ہو اس کی کیفیات کردار میں نظر آئیں۔ کمی رہ جانا' کوتاہی رہ جانا' غلطی ہو جانا' یہ انسان کی خاصیت ہے کوئی بھی بندہ فرشتہ نہیں ہو سکتا' اسے انسان ہی رہنا ہے لیکن آدمی کم از کم خود کو انسان تو ثابت کر سکے۔ جو بندہ ساری محنت کے باوجود خواہشات کو اپنے پیچھے نہیں لگاتا خود خواہشات کے پیچھے چلتا ہے اسے قرآن انسان شمار نہیں کرتا۔ اسے چوپائیوں میں شمار کرتا ہے۔ "خواہشات کے پیچھے چلنے والے چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گذرے ہیں" تو اس میں شبہ نہیں ہے بلکہ بزرگ صوفیوں کا یہ قول ہے کہ کسی کو کوئی شیخ اگر مراقبہ احدیت کرا دے تو اس کے لئے اس کے بعد کسی کرامت کی طلب نہیں رہتی۔ یعنی یہ اتنا بڑا کام ہے کہ پھر کسی کرامت کی ضرورت باقی نہیں رہتی' یہ معمولی سی بات نہیں ہے۔ ہم نماز میں ظاہرا" انقطاع عن الخلق حاصل کر کے متوجہ الی اللہ ہوتے ہیں۔ لیکن ذہنی طور پر' قلبی طور پر' ہمیں انقطاع عن الخلق نصیب نہیں ہوتا ہم دنیا کے پیچھے ہی لگے ہوتے ہیں' دل اور دماغ بھی دنیاوی امور میں الجھے رہتے ہیں عملاً" ایک کوشش کرتے ہیں کہ اللہ اکبر کہہ کر ہم صرف اللہ کی تسبیح کئے جائیں' اللہ سے گذارشات کئے جائیں' کسی بندے سے بات نہ کی جائے' کسی طرف دیکھا نہ جائے' عملی جو صورت ہے' جو باطنی صورت ہے کہ ذہنی طور پر قلبی طور پر بھی ہمیں انقطاع نصیب ہو وہ نہیں ہوتا۔ اگر ایک آدمی نے چار رکعت ادا کی ہیں تو کوئی ایک تسبیح کے وقت تو اسے حضور حق حاصل ہو جائے۔ اس میں کتنے سجدے ہیں' کتنی تسبیحات ہیں' کتنی فاتحہ ہیں' کتنی دعائیں ہیں' کتنے رکوع ہیں' کہیں ایک تسبیح تو ایسی ہو جائے کہ صرف اللہ یاد رہے اور ساری دنیا ذہن سے' قلب سے محو ہو جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ زندگی میں اگر ایک تسبیح قبول ہو گئی تو وہ نجات کے لئے کافی ہے۔ یہ جو حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں نجات کے لئے کافی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس بندے کو اللہ ایسے اعمال کی توفیق دے دیتا ہے جس کے نتیجے میں اس کی نجات ہو جاتی ہے یعنی اس ایک تسبیح کی وجہ سے زندگی میں انقلاب آ جاتا ہے۔ یہی حال ان مراقبات کا ہے کہ انہیں رسم نہ سمجھا جائے۔ ان کی کیفیات کو اپنے اندر اس طرح سمویا جائے کہ ان کا اظہار اعضاء وجوارح سے ہو' ہاتھ پاؤں سے ہو' زبان سے ہو' کردار سے ہو' لین دین سے ہو' تو یہ اللہ کا اتنا بڑا انعام ہے کہ جس کا اندازہ انسانی عقل کے بس میں نہیں۔

سوال:- یہ دوسرا سوال ان کا خیالات کے بارے ہے وساوس جو آتے ہیں اور انہیں ہٹانے کی جو کوشش کی جاتی ہے

جواب:- حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ اس کوشش کا ثواب جہاد کے برابر ملتا ہے۔ انسانی مزاج ہے ہم کمزور ہیں' مجبور ہیں۔ ہماری کمزوریاں مجبوریاں بے بسیاں ہمیں بے شمار اوہام میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ کوشش یہ کی جائے کہ آدمی ازخود سوچنا شروع نہ کر دے۔ اگر خیال آتا ہے تو اسے رد کرنے کی کوشش کرے۔ اس پر جہاد کا ثواب ملتا ہے۔ اس کے باوجود سمجھے کہ یہ ناقابل اصلاح ہے تو کثرت سے درود شریف پڑھا کریں۔ چلتے پھرتے' تسبیحات میں' کثرت درود جو ہے وہ ان چیزوں کے لئے ڈھال بن جاتا ہے۔ تزکیے یا تصوف کے بغیر بندہ رب کریم کو ذاتی طور پر نہیں جانتا سن کر جانتا ہے' مانتا ہے سن کر مانتا ہے' جانتا ہے سن کر جانتا ہے لیکن تزکیہ میں جو کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ اس کی اللہ تعالیٰ سے ذاتی واقفیت پیدا کر دیتی ہے ساری محنت کا' تزکیئے کا' تصوف کا حاصل یہ ہے اور یہ بڑے پتے کی بات ہے کہ بندہ اللہ کو خود جاننے لگ جاتا ہے۔ وہ سنی ہوئی بات اپنی جگہ لیکن اس کا اپنا دل کہتا ہے کہ اب میرا رب میرے پاس ہے' میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں' اللہ میری بات سن رہے ہیں۔ اللہ مجھ سے راضی ہیں' اسے اس سے مسرت ہوتی ہے' کوتاہی ہو جائے تو اسے دکھ لگتا ہے کہ بھائی اللہ کریم خفا ہو گئے' منانے کی کوشش کرتا ہے' روتا ہے' باتیں کرتا ہے تو یہ ایک کیفیت اسے حاصل ہو جاتی ہے۔ اب یہ ضروری نہیں کہ وہ بڑے مجاہدے سے حاصل ہو' اس کی عطا ہے ایک لمحے میں عطا کر دے وہ مولانا رومی نے ایک قصہ منظوم کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کہیں سے گزر رہے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک جنگل میں ایک چرواہا بیٹھا ہے' اور وہ باتیں کر رہا ہے بیٹھا اپنی دھن میں باتیں کر رہا ہے اور کہتا ہے اے اللہ! پتہ نہیں تو کہاں ہے' کس حال میں ہے۔ میں نے سنا ہے تو اکیلا ہے' تیرا کوئی بیوی بچہ نہیں ہے کوئی کھانے پینے کا نہیں ہے تو اگر تو مجھے ملتا تو میں تیری خدمت کرتا' تیرے کپڑے اگر پھٹ گئے ہوں تو سی دیتا' خراب ہوتے تو دھو دیتا' تیرے بال دھوتا' ان میں کنگھی کرتا' میرے پاس بھیڑیں تھیں ان کا دودھ تھا تیرا سر دھوتا اس سے' تیرے ہاتھ پاؤں چومتا' تیرے پاؤں دباتا' سونے کا وقت ہوتا تو تیرے لئے جگہ صاف کر دیتا۔ وہ بے چارہ عادی تھا زمین پر سونے کا تو اس کے لئے بڑی عیش تھی کہ پتھر روڑے ہٹا کر جگہ صاف کر لی جائے اور اس پر سویا جائے۔

تو میرا پروردگار ہے' تجھ پر میری جان بھی قربان ہے' گھر بار بال بچہ سب کچھ میں تجھ پر نچھاور کر دیتا۔ اب یہ ایک کیفیت تھی' وہ اپنی دھن میں اپنے رب سے محو گفتگو تھا۔ وہ اب اس چیز سے گزر چکا تھا کہ درمیان میں کوئی واسطہ ہے' کوئی ذریعہ ہے' کون میری بات پہنچائے گا' اسے کسی نے تعلیم نہیں پہنچائی' سنی سنائی بات کہیں سے اس تک پہنچی کہ اللہ بھی ہے' کائنات کو پالتا ہے' جتنا شعور تھا جو جو پریشانیاں ایک اکیلی جان کو آسکتی تھیں اس کے ذہن میں آئیں اس نے کہا وہ اکیلا ہے اسے بیماری میں کون پوچھتا ہوگا' اسے کپڑے کون دھو کر دیتا ہو گا' کنگھی کون کرتا ہوگا' کھانا کون بناتا ہو گا' اس کے لئے بیماری میں دوا کون لاتا ہوگا' سونے کا اہتمام کون کرتا ہوگا' تو اس دکھ کو وہ لے کر بیٹھا تھا کہ بھئی مجھے ملو تو سہی یہ سارے کام میں کروں گا' میں یہ سارا کچھ لٹا دوں گا آپ کی خدمت کے لئے۔

اس طرح کی باتیں کر رہا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام سنتے رہے۔ پھر فرمایا! کس سے بات کر رہے ہو؟ وہ کہنے لگا! تجھے کیا۔۔۔۔۔۔۔ میں تو اس سے بات کر رہا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ تیرا لینا دینا کچھ نہیں اس میں۔ وہ ایسی ہستی ہے کہ یہ سارا زمین و آسمان اس نے بنایا ہے اور میں اس سے بات کر رہا ہوں۔ موسیٰ نے فرمایا کہ تو پاگل ہو گیا ہے۔ جو کچھ تو کہہ رہا ہے یہ تو کفر ہے۔ تو تو اللہ کی بارگاہ سے اور دور چلا گیا۔ تو نے تو اللہ کو ناراض کر دیا۔ وہ بڑا پریشان ہوا کہ میں منانے کی بات کر رہا تھا اب یہ بابا جو آگیا تو یہ کہتا ہے تجھ سے تو اللہ روٹھ ہی گیا تو باقی بچا کیا۔ اس نے کپڑے پھاڑ دیئے اور وہ ریوڑ وغیرہ چھوڑ کر جنگل کو بھاگا چیختا چلاتا۔ یہ بے وقوفی کیا ہوگئی مجھ سے نادانی میں' میں نے کیا غضب کر دیا تو وہاں مولانا لکھتے ہیں فوراً" وحی آئی کہ موسیٰ ایک بندہ میرے ساتھ بات تو کر رہا تھا تو نے اسے بھی بھگا دیا۔ تجھے میں نے مبعوث کیا ہے کہ جو بچھڑے ہوئے ہیں انہیں میرے پاس لے آ۔ جو میرے ساتھ بات کر رہا ہے اسے بھگانا تیرا منصب تو نہیں ہے اسے پکڑ کے لے آ۔ سارے تصوف کا' ساری منازل کا' سارے مراقبات کا' سارے درجات کا حاصل یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کو ذاتی طور پر جاننے لگ جائے سنی سنائی سے بات آگے نکل جائے اور اگر یہ نعمت نصیب نہ ہو تو پھر بات سنی سنائی تک ہی رہتی ہے کہ کتاب میں پڑھا' قرآن شریف میں پڑھا' احادیث میں پڑھا' بزرگوں سے سنا' وعظ میں سنا' اپنی ذاتی جو ہے وہ نہیں بنتی بات۔ یہ نعمت یا یہ شعبہ اس عظیم دولت کو ذاتی بنا دیتا ہے اور معرفت باری یا اللہ کی پہچان بندے کی ذاتی خصوصیت بن جاتی ہے اب یہ نعمت نصیب ہو جائے تو باقی کچھ رہ نہیں جاتا۔

کلامِ شیخ

زندگی کے خواب میں زندہ ہیں ہجر
اپنے ہونے کا یقین حاصل نہیں

ہر طرف لہریں' بھنور' گرداب ہیں
گر نہیں تو منتظر ساحل نہیں

آرزوئے وصل میں تڑپا گئے
اپنے پہلو میں تو ایسا دل نہیں

رخ بدل دو بادبانوں کا یہاں
یہ سفر تو جانب منزل نہیں

اب بدل دو ناخدا ہی ناؤ کے
ان میں کوئی طالب منزل نہیں

اب کوئی مرد قلندر کر تلاش
رہنما مقصود ہے قاتل نہیں

دل اجاڑے ہیں انہوں نے اے فقیر
توڑ دو سب کچھ مگر اک دل نہیں

سیماب اویسی

کشف والہام

کشف والہام وحی باطنی ہے۔ اور کمالات نبوتؐ سے ہے اور نائب و خلیفہ نبوت ہے۔ انقطاع نبوت اور انقطاع وحی شرعی کے بعد یہ دلائل میں داخل ہے' یہ باطنی دولت انبیاء کا حصہ ہے جو بطور وراثت انبیاء کی حقیقی اولاد یعنی متبعین کو ملتی ہے اور یہ کہ کشف والہام بدکاروں کو نہیں حاصل ہوتا بلکہ خواص کو ہوتا ہے۔ جن کے دل حقیقت ایمان سے منور ہو چکے ہوتے ہیں۔

(دلائل السلوک)

نجات کا راستہ

مجموعی طور پر ہم وہ گم گشتہ راہ قوم ہیں جس نے اپنا تشخص تک گم کر دیا ہے۔ جس کا اعزاز اقوام عالم کی راہنمائی تھا وہ دوسروں کی نقالی پر فخر محسوس کرتی ہے۔ جس راہ عمل کو راحت جاں بنانا تھا اسی سے بیزار ہے۔ قبلہ حاجات بدل لیا ہے۔ بھول گئے کہ وہ ایک سجدہ جسے سمجھتا ہے گراں۔ ہزار سجدہ سے دلاتا ہے نجات۔ پیمانے بدل گئے' معیار بدل گئے' کردار بدل گئے' رحمت عالم کے دامن کا چھوٹنا تھا کہ رہن سہن کے رنگ بدل گئے' جینے کے ڈھنگ بدل گئے' شکل مومناں بھی یوں ہو گئی کہ دو چار دس کافروں کی لاشوں میں پڑی ہوئی مسلمانوں کی میتوں کو پہچاننا ممکن نہ رہا۔ یہ تبدیلیاں ہم نے یہاں تک اختیار کیں کہ عورت لباس میں بھی برہنہ ہے۔ گھروں کی دیواریں اتنی پست کیں کہ پسند قد بھی بے پردہ ہو گئے۔ اس نقالی میں عزت سادات بھی گئی۔ رسم و رواج بدل گئے' خوشی منانے کے انداز بدل گئے' نتیجتاً ذلت و پستی میں یوں پست ہوئے کہ دیکھو مجھے کہ دیدہ عبرت نگاہ ہو۔ ایسے میں روشنی کی ایک کرن' نجات کا ایک راستہ اور صرف ایک ہی راستہ آپ کو اس مضمون میں ملے گا۔

خطاب' مولانا محمد اکرم اعوان' 92-2-18

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○ وما ارسلنک الا رحمتہ للعلمین○ (الانبیاء-107)

ماہ مبارک ربیع الاول میں روئے زمین پر جہاں جہاں مسلمان بستے ہیں وہ ولادت نبوی ﷺ کی تقاریب کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور اپنی عقیدت اور رسول اللہ ﷺ کی عظمت اور اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ اس ذکر خیر میں ہم سب اپنی نجات تلاش کرتے ہیں۔ دائمی اور ابدی زندگی کے لئے عافیت تلاش کرتے ہیں دنیوی مصائب و آفات اور گناہ و برائی سے ہم اپنے لئے عافیت تلاش کرتے ہیں لیکن عملی زندگی میں ہمیں جو جواب ملتا ہے ہماری ان سب مناجات کا' ہمارے ان سب جلسوں کا اور ہمارے ان سب جلوسوں کا وہ کوئی خوش آئند نہیں ہے اور اس دفعہ تو سارا پاکستان غرق آب ہو رہا ہے۔ پاکستان کے علاوہ بھی جہاں جہاں مسلمان ہیں ان میں سے کوئی ملک یا کوئی خطہ بھی ایسا نہیں ہے جہاں مسلمان سکون سے ہوں یا آرام سے ہوں یا جہاں مسلمانوں کا قتل عام نہ ہو رہا ہو۔ تو کیا یہ بات سوچنے کی نہیں ہے کہ اللہ فرماتا ہے۔

وما ارسلنک الا رحمتہ للعلمین- "میں نے اپنے نبی ﷺ کو ساری کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے"

ہم کوشش کرتے ہیں رحمت عالم ﷺ کی دعاؤں میں' آپ ﷺ کی رضا میں' آپ ﷺ کی خوشی میں' آپ ﷺ کے فضائل بیان کر کے' اللہ کے احسان بیان کر کے پناہ حاصل کرنے کی۔ جواب میں ہمیں دو جوتے پہلے سے زائد پڑتے ہیں' کوئی بیماری' کوئی سیلاب' کوئی تکلیف' کوئی پریشانی مزید آجاتی ہے۔ تو اتنی بڑی نعمت کے حصول کے لئے آدمی جائے اور اسے نعمت کی بجائے مصیبت ملے تو کیا اگر وہ انسان ہے تو اس پر یہ واجب نہیں کہ وہ سوچے تو سہی کہ کیا اس گھر میں نعمت ختم ہو گئی' وہاں رحمت الٰہی کے خزینے ختم ہو گئے' وہاں سے انعامات کا ملنا بند ہو گیا یا میرا رویہ یا میرا عمل یا کوئی میری کوتاہی ہے جو اس سے محرومی کا سبب بنتی ہے۔ تو اس کے لئے میرے بھائی ہمیں دیکھنا پڑے گا کہ ہم اپنا رشتہ جوڑتے کس سے ہیں۔

کیا واقعی ماہ ربیع الاول کے حوالے سے یا مبارک دنوں کے حوالے سے یا کسی اور عبادت کے حوالے سے ہمارا رشتہ حضور نبی کریم ﷺ سے جڑتا ہے۔ اگر ہم نے اپنا دامن ہی کسی اور دروازے پہ پھیلا رکھا ہے اور نام حضور اکرم ﷺ کا استعمال کر رہے ہیں تو رحمت تو ملنے سے رہی۔ اس دوسرے دروازے پر جو کچھ ہے وہاں سے وہی کچھ ملے گا جو اس دیگ میں ہے جس کے سر پر ہم کھڑے ہیں۔ تو سب سے پہلے ہمیں اپنے آپ کو تلاش کرنا ہو گا کہ ہم کہاں کھڑے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہمارا رشتہ کیا بنتا ہے؟ انسانی زندگی میں رشتوں کی بنیاد نسبت ہے' خون ہے' خونی رشتہ داری ہے لیکن یہ نسبی رشتے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مستفید ہونے کا سبب نہیں بنتے۔ اس لئے کہ روساء مکہ میں بہت سے ایسے لوگ تھے جن کا نسبی رشتہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ بہت قریبی تھا۔ خونی رشتہ بہت قریبی تھا لیکن وہ کفر کی موت مرے۔ اہل مکہ میں بارہ قبائل تھے۔ بارہ کے بارہ قبائل کچھ حضور ﷺ کے والد گرامی کی طرف سے رشتہ دار تھے اور دوسرے قبائل عرب جو تھے وہ والدہ ماجدہ کی طرف سے رشتہ دار تھے۔ ابوجہل اور ابی لہب تو بہت ہی زیادہ قریبی تھے اور حضور اکرم ﷺ کے چچاؤں میں سب سے قریبی خونی رشتہ ابی لہب کو حاصل تھا جس کے لئے آپ آج بھی قرآن میں پڑھتے ہیں کہ ابی لہب کا کچھ نہ بچے ابی لہب تباہ ہو جائے واحد آدمی جسے نام لے کر اللہ کریم نے نہ صرف دنیوی تباہی اور خانہ بربادی کی خبر دی بلکہ ہمیشہ کے لئے آگ کی خبر بھی ساتھ ہی دے دی تو سمجھ آئی کہ یہ جو خونی رشتہ داری ہے اس کا یہاں کوئی دخل نہیں۔ نبی ﷺ کے ساتھ رشتہ بنتا ہے ایمان کا۔

اس لئے کہ صرف خونی رشتہ جن کا تھا انہیں جہنم کی وعید مل رہی ہے اور جن کا ایمان کا رشتہ تھا خواہ وہ اس قوم‘ اس ملک کے رہنے والے نہیں تھے انہیں نبی کریم ﷺ کے خدام کی صف اول میں جگہ مل رہی ہے۔

تو نبی ﷺ کے ساتھ بحیثیت نبی ﷺ جو رشتہ ہوتا ہے وہ ہوتا ہے عقیدے اور ایمان کا۔ ایمان کسی افسانے اور کہانی کا نام نہیں ہے ایمان عمل کو کہتے ہیں قرآن حکیم نے ایمان کو عمل کے معنی میں استعمال فرمایا ہے۔

وما کان اللہ لیضیع ایمانکم۔ (البقرہ۔ آیت 143)۔ ”بیشک اللہ تمہارے ایمان یعنی تمہارے اعمال کو ضائع نہیں کرے گا“۔

ایمان اس کردار کو‘ اس عمل کو کہتے ہیں جس کے لئے نبی ﷺ کی محبت تو بجائے خود رہی اللہ کریم فرماتے ہیں ”اگر تم نبی علیہ السلام کا اتباع نہیں کرتے ہو تو تمہیں میری ذات سے بھی کوئی محبت نہیں ہے تمہارا رشتہ اللہ سے بھی نہیں ہے“۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی۔ (البقرہ۔ آیت 31)۔ اگر اللہ سے بھی تمہیں محبت ہے تو اپنے کردار میں‘ اپنے نظریات میں تمہیں محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی کرنا ہوگی۔ اگر تم سے وہ بات نہیں ہوتی تو فرمایا تمہارا رشتہ تو میری ذات سے بھی نافرمانوں کا ہے چہ جائیکہ تمہیں وصال نبوی ﷺ نصیب ہو۔

دور حاضر میں مسلمانان عالم کے کردار کو اگر دیکھیں تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ ہم اپنی ظاہری شناخت بھی گم کر چکے ہیں آپ نے یقیناً ٹیلی ویژن پر بھی اخباروں میں بھی مسلمانوں کے قتل ہونے کی خبریں پڑھی ہونگی‘ تصاویر دیکھی ہوں گی‘ کیا کوئی لاش آپ کی نظر سے ایسی گزری جسے کافروں کی لاشوں میں رکھ دیا جائے تو الگ کیا جاسکے کہ یہ مسلمان ہے۔ حلیے سے‘ لباس سے‘ اپنی شناخت سے اگر دس کافروں میں ایک مسلمان کی نعش پڑی ہو تو جو تصویریں آرہی ہیں کسی مرد کی ہوں یا عورت کی‘ کوئی مسلمان شناخت کر سکتا ہے کہ یہ مسلمان ہے اور یہ کافر ہے۔ تو جن لوگوں کے وجود اور لباس تک کی شناخت محمد رسول اللہ ﷺ سے نہیں ملتی ان کے دل کب ملتے ہوں گے؟ ان کا کردار کب ملتا ہوگا؟ اور جب دل کا رشتہ نہیں ہے‘ کردار کا رشتہ نہیں ہے تو پھر جو تہوار ہم خوشی کا مناتے ہیں‘ اپنی خوشی کے لئے اپنی مرضی سے مناتے ہیں یا وہاں سے پوچھا جاتا ہے جن کا تہوار ہے کہ آپ کس بات سے خوش ہیں تاکہ ویسا کیا جائے۔ لیکن یہ تو ہم اپنے رشتوں میں کرتے ہیں اگر ہمارا باپ ہمارا بھائی ہمارا بیٹا ہلڑ بازی پسند نہیں کرتا تو اس کی پیدائش پر ہم ہلڑ بازی نہیں کرتے ہم شور نہیں کرتے اگر وہ پسند کرتا ہے تو ہم بھی سب کچھ کرتے ہیں۔ یعنی جس ذات سے تعلق ہے اس سے پوچھا جاتا ہے۔

دنیا میں کہا یہ جاتا ہے کہ عشق بے نیاز ہوتا ہے حدود وقیود سے۔ محبت‘ رسومات اور رواجات اور روایات کو نہیں دیکھتی۔ محبت اپنا راستہ خود بناتی ہے۔ عشق اپنی پسند سے کام کرتا ہے۔ لیکن یہ وہ بارگاہ ہے جہاں محبت کرنے کے لئے بھی وہیں سے پوچھنا پڑتا ہے کہ محبت کے آداب کیا ہیں‘ میں کس طرح سے اظہار محبت کروں کہ شرف قبولیت حاصل ہو۔

ادب گاہ ہست زیر آسمان از عرش نازک تر

یہ بارگاہ جو آسمان سے نیچے زمین پر اللہ نے قائم کر دی ہے اس کی نزاکت کا یہ عالم ہے کہ اتنی احتیاط اور اتنے آداب عرش پر بھی نہیں ہیں جتنی اس بارگاہ کی حضوری کے لئے شرائط اور آداب ہیں۔

نفس گم کردہ می آید ابوبکرؓ وعمرؓ ایں جا

یہاں تو وہ نامور ہستیاں جنہیں اللہ نے بطور انعام اور بطور رفیق کے اپنے نبی ﷺ کو عطا فرمایا اور وہ مشہور جرنیل اور فاتح اعظم جسے اللہ کے نبی ﷺ نے اللہ سے مانگ کر لیا اونچی آواز سے بات کرنے کی جرات نہیں کرتے اور اپنے ہر عمل کے لئے سند لاتے ہیں ارشادات نبوی ﷺ سے کہ نبی علیہ السلام نے یہ کام کرنے کا حکم دیا اور اس طرح سے کرنے کا حکم دیا اس لئے ہم کر رہے ہیں تو جو خوشی کا اظہار ہم کرتے ہیں۔ تو کیا یہ طریقہ نبی علیہ السلام کا پسندیدہ ہے؟ اگر اظہار خوشی میں بھی ہم آپ ﷺ کی نافرمانی ہی کرتے ہیں‘ اپنی عام زندگی میں بھی حضور ﷺ کی غلامی سے شرم آتی اور عار آتی ہے تو پھر یہ شکوہ ہم کس لئے کرتے ہیں کہ ہمیں حضور ﷺ کی رحمت اللعالمینی سے اللہ کی رحمت کا کوئی حصہ نہیں ملتا۔

> کیا اسلام میں کوئی ایسی گنجائش ہے سمجھوتہ کرنے کی جو ہم نے کر رکھا ہے؟ سود ہم کھاتے ہیں‘ بددیانتی ہم کرتے ہیں‘ جھوٹ ہم بولتے ہیں‘ کاروبار میں دھوکا ہم دیتے ہیں‘ جہاں سے تنخواہ لیتے ہیں وہاں ذمہ داری پوری نہیں کرتے

مجھے پرسوں فاران انٹرنیشنل کراچی والوں نے بین الاقوامی فورم پر سیرت نبوی ﷺ کے موضوع پر خطاب کے لئے دعوت دی جو

میں نے اس شرط پر قبول کی کہ میں سیرت عالیہ کا سیاسی پہلو بھی زیر بحث لاؤں گا۔ آپ صرف معجزات، برکات اور فضائل سننے کے عادی ہو چکے ہیں حالانکہ سیرت نبوی ﷺ زندگی کے ہر پہلو پر محیط ہے۔ اتنی ہمہ گیر زندگی رب جلیل نے عطا فرمائی اپنے رسول اللہ ﷺ کو کہ گڈریئے سے لیکر سلطان اور شہنشاہ تک ہر شخص کے لئے حضور ﷺ کے نقش کف پا، راہ حیات کے لئے سورج سے زیادہ روشن ہیں۔ میں نے کہا آئیں ہم اپنے اس عہد کی سیاست کو دیکھیں اور نبی کریم ﷺ کی سیاسی زندگی کو دیکھیں تو جب ظہور اسلام ہوا روئے زمین پر کافروں کو غلبہ حاصل تھا۔ گنتی کے مسلمان لیکن اس کے باوجود معاشرے کے ساتھ تعلقات نبھانے کا سب سے بڑا جو فیصلہ کیا گیا وہ یہ تھا کہ معاشرے کے ساتھ اسلام پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جائے گا۔ اگرچہ کفر کو روکنے کی بظاہر مسلمانوں میں استطاعت نہیں ہے، ان کے پاس افرادی قوت نہیں ہے، ان کے پاس کوئی اسلحہ نہیں ہے، ان کے پاس کوئی دولت نہیں ہے، ان کے پاس کوئی ٹیکنالوجی نہیں ہے لیکن ان کے پاس اپنا ایمان تو موجود ہے وہ کفر کو کفر کہتے رہیں گے اور ایمان کو علی الاعلان ایمان کہتے رہیں گے۔ لیکن ہماری سیاست یہ ہے کہ ہم ہیں تو مسلمان لیکن ہمیں معاشرے کے ساتھ سمجھوتہ کرکے، کمپرومائز کرکے رہنا ہے اگر اس میں ہمیں حرام کھانا پڑے تو کھانا ہے اس لئے کہ ہمیں معاشرے کے ساتھ رہنا ہے۔ جھوٹ بولنا پڑے تو بولنا ہے کہ ہمیں معاشرے کے ساتھ رہنا ہے۔ بے شمار معاشرتی برائیاں اگر ہمیں اپنانی پڑیں تو یہ مجبوری ہے ہمیں اپنانی ہوں گی کہ ہمیں معاشرے کے ساتھ رہنا ہے۔ اب اس تقابل میں دیکھئے کہ ہم کھڑے کہاں ہیں کیا اسلام میں کوئی ایسی گنجائش ہے سمجھوتہ کرنے کی جو ہم نے کر رکھا ہے؟ سود ہم کھاتے ہیں، بددیانتی ہم کرتے ہیں، جھوٹ ہم بولتے ہیں، کاروبار میں دھوکا ہم دیتے ہیں، جہاں سے تنخواہ لیتے ہیں وہاں ذمہ داری پوری نہیں کرتے، کونسی معاشرتی برائی ہے جو معاشرے کے دھارے میں بہہ کر ہم نے اپنا نہیں رکھی۔ تو جب ہم اتباع کرتے ہیں معاشرے کا تو اس پر پھل بھی وہی لگے گا جو معاشرے کو مل رہا ہے حتی کہ ہم اگر اظہار مسرت کرنا چاہتے ہیں، ہم حضور اکرم ﷺ سے اپنے رشتے کا آپ ﷺ کی دنیا پر تشریف آوری کا تو اس اظہار کا ہمارا طریقہ بھی وہی ہوتا ہے جو مغربی اقوام کے الیکشن لڑنے کا ہے یعنی اسے ہم نے مکہ مکرمہ سے، صحابہ کرام سے، مدینہ منورہ سے، مہاجرین والانصار سے نہیں لیا۔ اسے بھی ہم نے اقوام مغرب کے سیاسی جلسوں سے لیا ہے کہ اپنی پارٹی، اپنی جماعت، اپنے ہم خیال لوگوں کا اتنا انبوہ ہو کہ مخالف کو پتہ چلے کہ یہ بھی ہیں۔ کچھ ڈھول تماشے ہوں، اس میں کوئی گدھے گھوڑے ہوں، اس میں کوئی موٹر گاڑیاں ہوں، کچھ لوگ گائیں بجائیں یعنی ہندوؤں کے گتکے سے لیکر (جو ہندوؤں کی ایک مذہبی عبادت ہے) ہم نے جھنڈوں نعروں اور آتش بازی تک کفر کی ہر ہر رسم کو جشن میلاد کا نام دے دیا۔

پاسباں بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی

اللہ بھی راضی رہے، اللہ کے رسول ﷺ بھی راضی رہیں اور کافر معاشرہ بھی ہماری مخالفت نہ کرے۔ وہ بھی یہ سمجھے کہ میرے ہی بالکے ہیں میرے ہی پیروکار ہیں وہ بھی راضی رہے اور ادھر سے ہمیں بڑی دولت کی بوریاں مل جائیں۔ اللہ تو دیکھنے والا ہے، سننے والا ہے، جاننے والا ہے، وہ بھلا کسی کو داؤ لگانے دے گا؟ اس کا تو ایک قانون ہے سادہ سا کہ آپ

از مکافات عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو از جو

آپ ایک مٹھی گندم بیجتے ہیں اس میں دس دانے جو کے ہیں تو اس مٹھی بھر دانوں میں دس بوٹے جو کے ضرور اگیں گے۔ وہ یہ رعایت نہیں کرے گا کہ ایک مٹھی گندم کی تھی دس دانے جو کے ہیں چلو خیر ہے کہ یہ دس بھی گندم ہی اگا دیتا ہوں۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا جو گندم آپ نے بوئی اس سے تو گندم اگے گی جو اس میں جو کے دانے تھے وہ جو ہی اگیں گے گندم نہیں اگے گی۔ یہ رعایت نہیں کی جائے گی۔ مکافات عمل کا یہ مقصد نہیں ہے کہ بندہ برائی کرے تو اللہ اس پر انعام دے بالکل نہیں، ہرگز نہیں، برائی پر مصیبت آئے گی ایک قانون ہے رب جلیل کا اور یہ بھی اللہ کا احسان ہے کہ دنیوی مصیبت آئے اور بندے کو توبہ کی توفیق ہوجائے اس سے باز آجائے تو اخروی اور دائمی مصیبتوں سے اللہ اسے بچالے گا۔

حضور اکرم ﷺ اور آپؐ کے خدام کو معاشرے نے مکہ مکرمہ میں جینے کا موقع فراہم کرنے سے انکار کر دیا اتنا دباؤ ڈالا کہ وہاں مسلمانوں کے لئے زندگی ممکن نہ رہی۔ پتہ ہے مطالبہ کیا تھا مشرکین مکہ کا؟ بڑا چھوٹا سا مطالبہ تھا کہ آپ ﷺ اپنے اللہ کو مانیں آپ ﷺ اپنے اللہ کی عبادت کریں اور بیچ کعبے کے کریں لیکن

ہمارے بتوں کو غلط کہنا چھوڑ دیں۔ ہم جانیں ہمارے بت جانیں، ہمارا رواج جانے ہمارے باپ دادا کی رسومات جانیں، ہم اپنا کرتے رہیں آپ اپنا کرتے رہیں یہ مطالبہ تھا۔ یہ سمجھوتہ چاہتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بتوں کو میں تو برا نہیں کہتا بتوں کو وہ جھوٹا کہتا ہے جس کا میں رسول (ﷺ) ہوں اور میرے ذمے اس کی بات پہنچانا ہے جو مجھے نبی (علیہ السلام) مانتے ہیں ان کو بھی صرف ماننے کا ہی حکم نہیں ہے بلکہ اس بات کو اللہ کے بندوں تک پہنچانے کا بھی حکم ہے۔ ہماری مجبوری ہے، ہم کیسے رہ سکتے ہیں ہم تو یہ کریں گے۔ اس پر سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔ سمجھوتہ نہیں ہو سکتا تو پھر آپ ﷺ یہاں نہیں رہ سکتے تو حضور اکرم ﷺ کا یہ سیاسی فیصلہ تھا مسلمانوں کے حق میں کہ مال، جائیداد، اولاد، دوست، رشتہ دار، گھر سب کچھ چھوڑ دیا جائے لیکن اسلام پر سمجھوتہ ممکن نہیں۔

> **جہاں غریب پستے تھے جہاں غریبوں پر ظلم ہوتا تھا اور امراء عیش کرتے تھے وہ قیصر کی سلطنت تھی، وہ کسریٰ کی حکومت تھی، محمد رسول اللہ ﷺ کی سیاست نہیں تھی**

مدینہ منورہ میں ریاست کی بنیاد پڑی ہر شعبہ زندگی کے حدود وقیود ترتیب دیئے گئے، ایک عام آدمی سے لیکر بڑے سے بڑے صحابی تک کسی کے لئے ان حدود میں کوئی رعایت کی گنجائش موجود نہیں ہے۔ کیا ہمارے اس سیاسی سیٹ اپ میں یہ حال ہے؟ اگر مدینہ منورہ کی ریاست میں کوئی ایک گھر ایسا ہوتا جس گھر میں پکانے کو کچھ بھی نہ ہوتا تو وہ ایک گھر نبی کریم ﷺ کا ہوتا۔ اگر پورے شہر میں دس آدمی فاقے سے رہ گئے پندرہ رہ گئے یا ملتے ملتے سب کو مل گیا لیکن کوئی ایک آدمی خالی رہ گیا کھانے سے تو وہ ایک آدمی اللہ کے رسول ﷺ ہوتے تھے۔ آپ پوری سیرت طیبہ میں یہ نہیں تلاش کر سکیں گے کہ کوئی آدمی شہر کا بھوکا رہ گیا اور نبی کریم ﷺ نے پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا۔ کیا ہمارے سیاسی سیٹ اپ کا یہی حال ہے کہ ساری سہولتیں عام آدمی تک پہنچتی ہیں اور اگر لوڈشیڈنگ آئے تو وہ اسلام آباد کی ہوتی ہے غریبوں کی نہیں کی جاتی۔ کیا ہمارے سیٹ اپ میں یہی بات ہے کہ غریب آدمی کو کھانا پانی دوائی ملتی ہے اور کمی آئے تو امیروں کو آتی ہے غریبوں کو نہیں آتی۔ اگر یہ نہیں ہے اور امراء عیش کرتے ہیں اور غریب پستے ہیں تو یہ قیصر وکسریٰ کا اتباع تو ہو سکتا ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا نہیں۔ جہاں غریب پستے تھے جہاں غریبوں پر ظلم ہوتا تھا اور امراء عیش کرتے تھی وہ قیصر کی سلطنت تھی، وہ کسریٰ کی حکومت تھی، محمد رسول اللہ ﷺ کی ریاست نہیں تھی۔ مدینہ منورہ میں قحط پڑ گیا ان دنوں حضرت فاروق اعظمؓ بیمار تھے اور جو کی روٹی کھانے سے ان کی ساری جلد پھٹ جاتی تھی ان کا مرض ایسا تھا اور مدینہ منورہ میں عام آدمی کو کھانے کے لئے صرف جو ملتے تھے۔ صاحب حیثیت لوگوں کے پاس غلہ تھا لیکن امیر المومنین اور اللہ کا وہ بندہ جو دنیا کا صف اول کا فاتح اور عظیم جرنیل بھی ہے بڑے بڑے سلطانوں اور شہنشاہوں کے تاج جس کے پاؤں کی ٹھوکروں سے مسلے گئے وہ جو کھایا کرتے تھے۔ طبیب نے کہا امیر آپ کے لئے تو میڈیکل عذر شرعی موجود ہے کہ جو آپ کو مضر ہیں تو ایک آدمی کے جو کھانے سے کیا فرق پڑے گا آپ غلہ کھا لیں۔ اللہ کرے گا سب کا انتظام ہو جائے گا۔ فرمایا! عمروہ بندہ ہے جسے ہر مسلمان شہری کے ساتھ کھڑا ہو کر ان کے حقوق کا جواب اللہ کو دینا ہوگا۔ تو کیا اللہ مجھ سے یہ نہیں پوچھے گا کہ تیرے اس شہری نے جو کھائے اور تو نے گندم اور غلہ کہاں سے لے لیا؟ مجھے اس لحاتی، وقتی اور دنیوی بیماری سے حشر میں شرمندہ ہونا پسند نہیں ہے مجھے یہ بیماری منظور ہے۔

آج ہمارا سیاسی حال یہ ہے کہ سیلاب آگیا، پوری قوم غرق ہو رہی ہے۔ لوگ ڈوب رہے ہیں اور ایسے گاؤں ہیں جن کے نشان مٹ گئے تو حکومت نے بڑا اہتمام کیا اس نے کہا کہ جو ڈوب رہے ہیں انہی پر مزید ٹیکس لگا دو ان کی مدد کی جا رہی ہے۔ در آمدات پر مزید ٹیکس لگا دو۔ در آمدات کا ٹیکس کون دے گا وہ دے گا جو در آمد کرتا ہے؟ ہرگز نہیں! وہ تو ٹیکس کے ساتھ اپنا منافع لگا کر آگے بیچے گا۔ اس سے جو تھوک کا بیوپاری لے گا وہ دے گا؟ ہرگز نہیں! وہ اس کے ساتھ مزید اپنا منافع لگا کر آگے بیچ دے گا اس کو جو پرچون میں بیچے گا وہ ٹیکس گھر سے دے گا؟ ہرگز نہیں! وہ ٹیکس کے ساتھ مزید منافع لگائے گا۔ جو آدمی اس چیز کو لے کر استعمال کرے گا سارے ٹیکس اور سب کا منافع وہی دے گا۔ تو اس کا مطلب ہے کہ یہ جو سرچارج لگا انہی لوگوں پر لگا جو غرق ہو رہے ہیں۔ اور حکومت کے وسائل تو وہ ہمارے وزیراعظم بڑے ہیں ہمدرد دل رکھنے والے، نماز روزہ کرنے والے، شریف، نیک آدمی تو انہوں نے کہا ایک چھوٹا سا جہاز لے لیتے ہیں اسی کروڑ ڈالر کا۔ لوگوں کو ڈوبتے ہوئے دیکھیں گے ان کے لئے دعائے مغفرت کریں گے یعنی ایک آدمی کے لئے انہی سیلاب کے دنوں میں بیس ارب روپے کا اسی کروڑ ڈالر کا ایک جہاز حکومت خرید رہی ہے اور ڈوبنے والوں کی مدد کے لئے ڈوبنے والوں پر ٹیکس لگا رہے ہیں اور کہتے ہیں آؤ جشن میلاد منائیں۔

ارے تم تو رنجیت سنگھ کی پیدائش کی تاریخ مناؤ تم سے تو وہ بھی کم ظالم تھا۔ تم چنگیز خان کی تاریخ ولادت تلاش کرو اور اس کا جشن منایا

کرو جہاں جہاں تمہارا کردار ملتا ہے جہاں جہاں تمہاری سوچ کے ڈانڈے ملتے ہیں اور جو تم کر رہے ہو اللہ کے بندوں کے ساتھ' تم سے پہلے جن لوگوں نے یہ سلوک کیا ہے ان کی تاریخ ولادت تلاش کرو اور ان کے لئے جشن بپا کرو۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

تمہیں کیا شرم ہے کیا فکر ہے اور تم کس خوشی پر مناتے ہو ولادت نبوی ﷺ کا دن۔

یہ حال تو ہمارا' ہماری سیاست اور حکومت کا ہے۔ ایک عام آدمی کو دیکھیں میں اور آپ ہماری ساری خوشامد بھی ان فرعونوں کو خوش کرنے کے لئے بسر ہو رہی ہے ان کے دروازے پر ہم آٹھ پہر کھڑے رہتے ہیں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا اتباع ہمارے لئے بھی بڑا تلخ ہے۔ ہم بھی نہیں کرنا چاہتے۔ ہم اپنی ذاتی زندگی میں بھی ان لمحات کو نہیں آنے دیتے جو اللہ کی اطاعت میں یا نبی ﷺ کی غلامی میں بسر ہوں۔ مولوی سے لیکر پیر تک اور زمیندار سے لیکر سیاست دان تک اور ایک چرواہے سے لیکر ایک حکمران تک سب کے سر انہی فرعونوں کی چوکھٹ پر جھک رہے ہیں تف ہے ایسی قوم پہ۔ من حیث القوم ہمیں مسلمان کہلاتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔ ہمارا کردار' ہماری سوچ' ہمارے افکار' ہمارا عمل' ایک شہری سے لیکر وزیراعظم تک' چنگیز خان کی پیروی تو ہو سکتا ہے محمد رسول اللہ ﷺ سے ہماری نسبت کمزور سے کمزور تر ہوتی جا رہی ہے۔

یہ تو بڑا لمبا افسانہ ہے آپ اسے جتنا پھیلاتے جائیں پھیلتا جائے گا کیونکہ ہمارا اپنا ذاتی کردار اب اتنا برا ہو چکا ہے کہ اس کے افسانے ختم ہونے میں نہیں آتے۔ وقت ختم ہو رہا ہے۔ نماز کا وقت ہے لیکن اس سارے ہنگامے اس سارے افسانے میں کیا میں اور آپ بھی کچھ کر سکتے ہیں اگر کر سکتے ہیں تو وہ کیا ہے؟ میں یہ عرض کروں گا اپنے طلباء اور اساتذہ سے بھی' آنے والے دوستوں سے بھی' جو لوگ محض اتفاقاً" نماز کے لئے آگئے ان سے بھی' میں ہر مسلمان سے یہ درخواست کروں گا کہ آؤ اس مشکل گھڑی میں ہم اس پوری قوم میں سے ایک بندہ اس قوم کو صحیح کر کے دے دیں۔ اگر بارہ کروڑ مسلمان اس ملک میں ہیں تو ان بارہ کروڑ میں سے ایک بندہ ہم صحیح کر دیں۔ اتنا کام تو ہم کر جائیں کم از کم قبر میں' آخرت میں' میدان حشر میں ہم یہ تو کہہ سکیں کہ زیادہ کچھ تو ہم سے نہیں ہو سکا اللہ کے لئے' دین کے لئے' اپنی آخرت اور اپنی عاقبت کے لئے' اپنی قوم کی بقا کے لئے' اسلام کی سربلندی کے لئے' لیکن ہم نے ایک بندے یعنی اپنے آپ کو سیدھا کر دیا۔ تو کل ہم سب کو اللہ کے حضور پیش ہونا ہے۔

اللہ کی رضا کے لئے تو ساری کائنات بگڑتی ہے تو اسے بگڑ جانے دو۔ ساری کائنات ہمارا ساتھ دے لیکن اللہ ناراض ہو جائے تو کوئی کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا

وزیراعظم ہو یا وزیر یا گورنر انہیں اپنا حساب دینا ہے مجھ سے ان کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا یہاں میں نے اگر ان ذکر کیا ہے تو ایک خیر کے رشتے سے۔ ہر آدمی انہیں بک اپ کر رہا ہے اور واہ واہ کروا رہا ہے کوئی انہیں یہ بتانے والا بھی ہونا چاہئے کہ آپ غلطی کر رہے ہیں اور یہ بھی دوستی کا ایک پہلو ہے کہ بروقت بتا دیا جائے۔ اگر مخاطب نادان ہے وہ اس پر خفا ہوتا ہے تو ہوا کرے۔ اللہ کی رضا کے لئے تو ساری کائنات بگڑتی ہے تو اسے بگڑ جانے دو۔ ساری کائنات ہمارا ساتھ دے اللہ ناراض ہو جائے تو کوئی کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ کریم راضی ہوں تو ساری خدائی بگڑ کر دیکھ لے کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ کسی پر طنز کرنا میرا مقصد نہیں ہے میرا مقصد یہ ہے کہ کاش ہم اس ایک بندے یعنی اپنے آپ کو سیدھا کر لیں تو اللہ کرے ایک ایک کر کے یہ کروڑوں لوگ سیدھے ہو جائیں۔

اویسی ایڈورٹائزر
ہر قسم کے بینرز' بورڈ' نیون سائن
آؤٹ ڈور پبلسٹی کا مکمل با اعتماد ادارہ
سلسلہ عالیہ کے ساتھیوں کیلئے خاص رعایت
پروپرائیٹر۔ زاہد ممتاز اویسی
نیشنل ہوٹل بلڈنگ' سرگودھا روڈ فیصل آباد فون نمبر 787594

قصہ چاند نظر آنے کا

محمد قذافی بٹ

عیدالفطر آئی اور گزر گئی۔ اس دفعہ منائی جانے والی عید متنازعہ رہی اور مرکزی رویت ہلال کمیٹی کی جانب سے چاند نظر آنے کا بروقت اعلان نہ کرنے سے ملک کے کروڑوں افراد کو ذہنی اذیت سے دوچار ہونا پڑا۔ خاص طور پر اعتکاف اور روزے دار کو پریشانی کا سامنا رہا۔ چاند نظر نہ آنے کی ایک وجہ ملک کے موسمی حالات تھے اور کچھ رویت ہلال کمیٹی کی آپس میں چلنے والی ساڑھے تین گھنٹے کی میٹنگ بھی تھی۔ اس مرتبہ رویت ہلال کمیٹی کا اجلاس کراچی یا اسلام آباد میں ہونے کے بجائے ریڈیو سٹیشن لاہور کی عمارت میں ہوا۔ اجلاس کا لاہور میں ہونا کوئی عجیب بات نہیں ہے بلکہ اس اجلاس کے اندر کمیٹی کے اراکین کے ساتھ جو سلوک کیا گیا اور انہوں نے عوام کے ساتھ جو سلوک کیا' وہ قابل ذکر ہے۔ اجلاس کی صدارت قائم مقام چیئرمین اور داتا دربار مسجد کے خطیب مولانا مقصود احمد قادری نے کی۔ اجلاس سے قبل اس میں شریک علماء کرام کے لئے ریڈیو پاکستان کی انتظامیہ اور محکمہ اوقاف پنجاب کی جانب سے کسی قسم کی کوئی افطاری کا انتظام نہیں کیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں افطاری سے چند منٹ قبل ریڈیو پاکستان کی انتظامیہ نے دو سو روپے خرچ کرکے پکوڑے منگوائے اور علماء کرام کو افطاری کروائی۔ انتظامیہ کا موقف تھا کہ انہیں افطاری کروانے کے لئے کہا ہی نہیں کیا گیا تھا اور ویسے بھی یہ ذمہ داری محکمہ اوقاف پنجاب کی ہے۔ محکمہ اوقاف کی جانب سے اس بات کی وضاحت کرنے کے لئے کہ افطاری ان کی ذمہ داری تھی یا نہیں کوئی بھی افسر یا ملازم موجود نہیں تھا۔ علاوہ ازیں اجلاس میں کچھ شیعہ عالم بھی موجود تھے۔ جنہیں ان کے وقت کے مطابق افطاری گزرنے کے باوجود کچھ نہ دیا گیا۔ جس پر انہوں نے سخت اعتراض بھی کیا۔ ان کے اعتراض پر ریڈیو پاکستان کی انتظامیہ نے چند سموسے اور مالٹے منگوا کر دیئے بہرحال یہ تو ریڈیو پاکستان اور محکمہ اوقاف پنجاب کا علماء کے ساتھ سلوک تھا لیکن کمیٹی کے اراکین نے اجلاس شروع ہونے کے بعد عوام کے ساتھ جو کیا' وہ بھی قابل ذکر ہے۔

اجلاس تقریباً" پونے چھ بجے شروع ہوا۔ عیدالفطر کا چاند دیکھنے کے لئے جہاں رویت ہلال کمیٹی کی اہمیت اپنی جگہ ہے وہاں محکمہ موسمیات کے عملے کا ہونا بھی نہایت ضروری ہے۔ محکمہ موسمیات کا عملہ مقررہ وقت پر نہ پہنچ سکا۔ چاند دیکھنے کا ایک مخصوص وقت مقرر ہوتا ہے لیکن بقول محکمہ موسمیات کے عملے کے ان کی گاڑی کا ٹائر پنکچر ہو گیا تھا اس لئے وہ مقررہ وقت پر نہ پہنچ سکے۔ ویسے بھی اگر وہ پہنچ بھی جاتے تو لاہور کا موسم اس قسم کا تھا کہ بادلوں کی وجہ سے چاند دیکھنا بہت مشکل تھا۔ بہرحال اجلاس شروع ہوا۔ ملک کے مختلف شہروں سے رویت ہلال کمیٹی کے زونل کمیٹیوں کے اراکین کے فون آنے شروع ہو گئے کہ چاند نظر نہیں آیا۔ سو ہلال کمیٹی کے رہنما مولانا سید امیر شاہ کی طرف سے فون موصول ہوا کہ انہیں چار افراد نے چاند نظر آنے کی اطلاع دی ہے جس پر لاہور میں بیٹھی مرکزی رویت ہلال کمیٹی نے ان سے سوال کیا کہ پشاور میں تو عید ہو چکی ہے تو پھر آپ کس طرح چاند نظر آنے کا کہہ رہے ہیں تو انہوں نے بتایا کہ جن افراد نے چاند دیکھا ہے وہ اور میں روزے دار ہیں اور سرحد کے بیشتر علاقوں میں عید نہیں منائی گئی۔ ان سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ کو مکمل یقین ہے کہ جن افراد نے چاند دیکھا ہے وہ واقعی درست ہے۔ ان کا جواب مثبت تھا۔ پشاور سے فون آنے کے تھوڑی دیر بعد ہی مردان سے حافظ حسین احمد صاحب کا فون بھی آیا کہ وہاں بھی پانچ افراد نے چاند دیکھا ہے۔ اس حوالے سے محکمہ موسمیات والوں کا کہنا تھا کہ چاند ملک کے نو شہروں میں 9.5 ڈگری پر نظر آسکتا ہے۔ ان شہروں میں کراچی' بہاولپور اور بہاولنگر تین اہم شہر تھے۔ اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ان شہروں میں رابطہ کیا گیا' تو انہوں نے بتایا کہ یہاں چاند نظر نہیں آیا جبکہ یہاں مطلع بھی صاف ہے کمیٹی کے بعض اراکین میں اسی بات پر اختلاف رائے ہو گیا کہ جب ان شہروں میں چاند نظر نہیں آیا تو پھر وہاں کیسے نظر آ گیا۔ مردان اور پشاور سے چاند نظر آنے کی اطلاعات پر کمیٹی کے اراکین دو دھڑوں میں تقسیم ہو گئے ایک کا اصرار تھا کہ منگل کو عید نہیں ہونی چاہئے کیونکہ چاند کہیں نظر نہیں آیا جبکہ دوسرے دھڑے کا خیال تھا کہ جن دینی رہنماؤں نے چاند نظر آنے کی اطلاعات دی ہیں' وہ قابل بھروسہ ہیں اور ان کی شہادتوں پر اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ اس موقع پر اجلاس میں غیر سنجیدگی پیدا ہو گئی۔ منگل کو عید منانے کی مخالفت کرتے ہوئے مولانا ریاض حسین نقوی نے کہا کہ پورے ملک میں عید کا چاند نظر نہیں آتا تو پھر پشاور میں کیسے نظر آ گیا۔ ہم ان رہنماؤں سے اختلاف نہیں کرتے لیکن یہ ہمیشہ ہوتا آیا ہے کہ صوبہ سرحد کی جانب سے اس قسم کے فیصلے ہم پر ٹھونسے جاتے ہیں اور اب بھی جو اجلاس وہاں ہو رہا ہے' وہ کمشنر ہاؤس میں ہو رہا

ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ حکومت خود چاہتی ہے کہ منگل کی عید ہو جائے۔ اس دوران مولانا نیاز احمد درانی بار بار یہ لقمہ دیتے رہے کہ عید منگل کو ہونی چاہئے۔ مولانا محمد یوسف قریشی نے دلائل دیتے ہوئے کہا کہ جن علماء کرام نے چاند دیکھنے کا کہا ہے' وہ شرعی شرائط کو جانتے بھی ہیں لہٰذا وہ غلط بیانی نہیں کر سکتے۔ صوبہ بلوچستان سے تعلق رکھنے والے مولانا شبیر احمد کاکاخیل اس دوران چاند دیکھنے کی اطلاع دینے والوں سے فون پر ٹیکنیکل سوالات کرتے رہے کہ چاند کا جھکاؤ دائیں جانب تھا یا بائیں جانب اس کی نوکیں نکلی ہوئی تھیں یا نہیں اور اطلاع دینے والوں کو ٹیکنیکل بنیادوں پر ناک آؤٹ کرتے رہے۔ جس پر علامہ محمد علی نقوی نے کہا کہ اگر چاند کو ٹیکنیکل طریقے سے دیکھنے ہی سے اعلان کرنا ہے' تو پھر یہ کمیٹی ختم کر دینی چاہئے اور کمپیوٹر پر دو آدمی بیٹھا کر اعلان کروا لینا چاہئے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہمیں منگل کو عید منانی چاہئے۔ اسی دوران مری سے فون آگیا کہ چاند نظر آگیا ہے جس پر ایک دفعہ پھر غیر سنجیدہ ماحول ہو گیا اور ہر کوئی اپنی اپنی بولیاں بولنے لگ گیا کہ وہاں تو سارا سال کبھی سورج نہیں دکھائی دیا اب چاند کس طرح نظر آگیا۔ قائم مقام چیئرمین علامہ مقصود احمد قادری بار بار ماحول کو سنجیدہ رکھنے کی درخواست کرتے رہے اور دلائل پیش کرنے والے علماء سے بھی کہتے رہے کہ وہ اپنے دلائل مختصر وقت میں جامع دیں تاکہ عوام کو مزید انتظار کی کوفت سے نجات دلائی جا سکے۔ جس پر اجلاس میں گرما گرمی پیدا ہوتی رہی۔ دریں اثناء وفاقی مذہبی امور کے ڈائریکٹر حبیب اللہ کی جانب سے اجلاس میں مداخلت کی کہ پورے ملک میں چاند نظر نہیں آیا۔ محکمہ موسمیات نے بھی جن علاقوں میں نظر آنے کی پیش گوئیاں کی تھیں وہاں بھی نظر نہیں آیا تو پھر پشاور میں کیسے نظر آگیا۔ اس لئے جلد از جلد یہ فیصلہ کریں کہ منگل کو عید ہونی چاہئے یا نہیں۔ اس بات پر علامہ احمد علی قصوری ان پر برہم ہو گئے کہ وہ خواہ مخواہ مداخلت نہ کریں' یہ شرعی مسئلہ ہے اس پر جلد بازی سے کام نہیں لیا جا سکتا۔ جس پر چند لمحوں کے لئے دونوں میں شدید تلخ کلامی ہوئی لیکن باقی حضرات نے معاملہ رفع دفع کروا دیا۔ منگل کو عید کی مخالفت کرنے والے دیگر اراکین کمیٹی مولانا نعیم بٹ' مولانا علی اصغر عباسی' مولانا اکبر حسین اور مولانا حیات قادری کا کہنا تھا کہ پشاور اور مردان میں جن علماء کو چاند نظر آیا ہے ہم ان کی مخالفت نہیں کرتے لیکن اس پر سوچ سمجھ کر کرنا ہو گا جبکہ منگل کو عید منانے کی حمایت کرنے والے مولانا یوسف قریشی' مولانا نیاز احمد درانی' مولانا فخرالحسن کراروی' مولانا مقصود قادری اور مولانا محمد علی کا کہنا تھا کہ جن علماء نے چاند دیکھا ہے وہ قابل اعتبار ہیں اور شرعی مسائل کو اچھی طرح جانتے ہیں اور انہوں نے گواہوں کو بھی پرکھا ہے لہٰذا عید منگل کو ہی ہونی چاہئے۔ اس دوران کراچی سے چیئرمین کمیٹی کا فون آگیا اور مولانا مقصود قادری ان کا فون سننے چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی ملک کے مختلف علاقوں سے فون آنے لگے کہ چاند چند لمحے کے لئے نظر آیا ہے جس پر منگل کو عید منانے کی مخالفت کرنے والوں کو اپنی رائے تبدیل کرنا پڑی اور پھر متفقہ طور پر منگل کو عید منانے کا فیصلہ کرکے کراچی رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کو اطلاع دی گئی لیکن بجائے اس کے وہ فوری طور پر چاند نظر آنے کا اعلان کرتے' انہوں نے بھی اعتراضات شروع کر دیئے۔ بڑی مشکلوں سے کراچی بیٹھے ہوئے علماء کرام کو یہ یقین دلایا گیا کہ پشاور اور مردان کے علاوہ دیگر شہروں میں بھی چاند نظر آگیا ہے جس پر انہیں یقین آگیا اور دس بج کر بائیس منٹ پر چاند نظر آنے کا اعلان کیا گیا۔ بہرحال ساڑھے تین گھنٹے کے اجلاس کے بعد سولی پر لٹکے ہوئے عوام کو منگل کو عید منانے کی نوید سنائی گئی جبکہ اس دوران نماز تراویح بھی ادا کر لی گئی تھی۔

بہ شکریہ "روزنامہ خبریں"

تنظیم الاخوان 1998ء

تنظیم نے 1998ء کے دوران ملک بھر میں جلسے کرکے لوگوں کو یہ احساس دلانے کی کوشش کی ہے کہ ملکی مسائل کا حل نفاذ شریعت ہے اس لئے کافرانہ نظام کو ختم کرکے بہر صورت اسلامی نظام نافذ کیا جائے تنظیم الاخوان کے مرکزی سربراہ امیر محمد اکرم اعوان نے 1998ء کے دوران ملک کے تقریباً" ہر چھوٹے بڑے شہر میں جلسے کئے اور متعلقہ علاقوں کے لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور ان کی ذہنی تربیت میں کوئی وقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا تنظیم الاخوان نے گرمی اور سردی کی پروا کئے بغیر نفاذ اسلام کے لئے تپتے صحراؤں اور ٹھنڈے علاقوں میں جدوجہد جاری رکھی اس دوران تنظیم کے امیر نے اخبارات کے کالم نگاروں سے ملاقاتیں کیں اور اپنی جماعت کا نقطہ نظر پہلی دفعہ پریس کے ذریعے عام لوگوں تک پہنچایا ہے 1998ء کے دوران تنظیم کے زیر اہتمام جلسوں کے دوران ہزاروں لوگوں نے ملک میں نفاذ شریعت کے لئے امیر محمد اکرم اعوان کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی اور ہزاروں لوگ بیعت بھی ہوئے' تنظیم یہ محسوس کرتی ہے کہ اب نفاذ اسلام کی منزل بہت قریب ہے

رپورٹ:- ابوبکر صدیق

طب نبوی

ڈاکٹر خالد غزنوی

سر میں پیدا ہونے والی چھلکوں والی بیماری کو لوگ خشکی کا نام دیتے ہیں۔ یہ ایک مغالطہ آمیز نام ہے اسی قسم کی صورت حال پھپھوندی سے پیدا ہونے والی بیماریوں یعنی Favus-Kerion-tinea-Capitis میں بھی ہوتے ہے۔ موخرالذ کو بھی عرف عام میں Dandruff ہی کہتے ہیں۔ سیدھی بات تو یہ ہے کہ یہ بذات خود کوئی بیماری نہیں سمجھی گئی ہے۔ بلکہ ہر وہ بیماری جو سر میں چھلکے اور ان کے ساتھ بھوسی پیدا کرتی ہے اسے Dandruff کہا جاتا ہے۔

سر کی جلد موٹی اور سخت ہوتی ہے۔ جسم اس جلد کے اوپر والے حصے کو چھلکوں کی صورت میں اتارتا رہتا ہے۔ یہ چھلکے جگہ بدل بدل کر باری باری اترتے ہیں۔ اور عام حالات میں ان کی مقدار متعین نہیں ہوتی۔ چھوٹے بچوں میں یہ فعل نہیں ہوتا۔ لیکن تیس سال کی عمر تک یہ عمل شروع ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی یہ چھلکے اعتدال سے زیادہ ہو جاتے ہیں۔ سر میں چھلکے اور ان کا سفوف آٹے کی چھان کی طرح بالوں کے درمیان اور سر کی جلد پر جما ہوا نظر آتا ہے۔ کبھی کبھی اشتہاروں میں کیفیت زیادہ وضاحت سے دکھائی جاتی ہے کہ بالوں سے نکلنے والا پاؤڈر قمیض یا کوٹ کے کالر پر خشخاش کے دانوں کی طرح پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔

اس بیماری کا سبب تو معلوم نہیں ہو سکا لیکن یہ جلد کی خشکی ہرگز نہیں۔ بلکہ اکثر اوقات اسے خشکی قرار دے کر سر میں چکنائیاں اور خاص طور پر کڑوا تیل لگانے سے علامات میں اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ بعض اوقات اس کے ساتھ بفہ کی بیماری بھی شامل ہوتی ہے۔

علامات

بیماریوں کی ابتدا سر کے اطراف یا سامنے والے حصے سے ہوتی ہے۔ عام طور پر سر کے مختلف حصے باری باری زد میں آتے ہیں لیکن پورا سر بھی متاثر ہو سکتا ہے۔

سر میں چھوٹے چھوٹے سفید چھلکے بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کہیں کہیں یہ چھلکے پاؤڈر بن کر بالوں میں بھوسی کی مانند اکٹھے نظر آتے ہیں۔ بیماری بڑھ جائے تو اشتہاری نقشہ کے مطابق کپڑوں پر پڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ پچاس سال کی عمر تک یہ بیماری تکلیف کا باعث رہتی ہے۔ اس کے بعد زور ٹوٹ جاتا ہے مگر حیرت کی بات ہے کہ سر میں اگر گنج ہو تو یہ دانے اور چھلکے گنج والے حصوں پر نظر نہیں آتے اس کے ساتھ بفہ اگر شامل ہو جائے تو چھلکے بڑے اور جلد سے چپکے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان کو چھیل کر اتارا جائے تو نیچے کی جلد چمکدار اور سرخ ہوتی ہے۔ بچوں کے سروں پر چھلکے زیادہ خشک ہوتے ہیں۔ یہ بات توجہ میں رکھنے کی ہے کہ چنبل کی بیماری میں بھی چھلکے نکلتے ہیں۔ مگر وہ تعداد میں بہت زیادہ ہوتے ہیں۔

علاج

بیماری کا سبب ابھی تک تعین نہیں کیا جاسکا۔ اگر اسے بفہ کے ساتھ شامل کر لیں تب بھی وہیں بات رہتی ہے کیونکہ بفہ کا سبب بھی معلوم نہیں۔ اس لئے جو کچھ بھی علاج کی صورت کیا جاتا ہے وہ محض قیافہ پر مبنی ہے۔

زمانہ قدیم سے سیلی سلک ایسڈ کی مرہم جلد اور سر پر سے چھلکے اتارنے کے لئے استعمال ہوتی آرہی ہے۔ خالص ہو یا Whitfield مرہم کی شکل میں ہو اب بھی مفید سمجھی جاتی ہے۔

جدید ترین اضافوں میں کوئی بھی جراثیم کش شیمپو مفید ہے۔ جیسے کہ Zinc اور Selenium والے شیمپو جبکہ کولتار والے شیمپو زیادہ مفید اور محفوظ ہیں۔ عام طور پر ہفتے میں 2-3 مرتبہ یہ شیمپو استعمال کئے جاتے ہیں اور کنگھی کی احتیاط کی جاتی ہے کہ کسی دوسرے کے استعمال میں نہ ہو۔

طب نبوی ﷺ

اگر بیماری کی بجائے علامات اور علاج مقصود ہو تو سر دھونے کے بعد زیتون کا تیل لگایا جائے۔ اگرچہ اصولی طور پر چکنائی اس بیماری میں نامناسب ہے۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ تیل سر کی جلد کو نرم کرنے کے بعد کسی برائی کا باعث نہیں ہوتا۔ مصری ڈاکٹر اس تیل میں کلونجی اور مہندی شامل کرتے آئے ہیں۔ ہم نے درج ذیل نسخہ استعمال کیا۔

برگ مہندی	----------	30 گرام
روغن زیتون	----------	300 گرام

ان کو دس منٹ ابال کر چھان کر یہ تیل مسلسل لگایا تو چھلکوں سے نجات کے علاوہ بالوں کی افزائش نہ صرف بہتر ہوئی بلکہ سر کے سفید بال بھی سفید نہ رہے عام مریضوں کے لئے۔

کلونجی	----------	50 گرام
برگ کاسنی	----------	20 گرام
برگ مہندی	----------	30 گرام
فروٹ کا سرکہ	----------	500 گرام

کو پکا کر چھان کر استعمال کیا تو وہاں مزید علاج کی ضرورت نہیں پڑی۔

جسم کی خشکی .... بفہ

یہ جلد کی ایک ایسی سوزش ہے جو مسامدار جگہوں پر ہوتی ہے۔ لیکن مساموں سے اس کا کوئی تعلق نہیں یہ مردوں میں زیادہ ہوتی ہے مگر بالعموم جب وہ کسی ذہنی دباؤ یا گھبراہٹ کا شکار ہوں۔ بنیادی طور پر یہ اگزیما ہی کی قسم ہے مگر بدقسمتی سے اس کا سبب ابھی تک معلوم نہیں۔

20-30 سال پہلے یہ بیماری کافی کثرت سے ہوتی تھی۔ مگر اب اس کی شرح میں کمی آگئی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ کمی صحت اور صفائی پر زیادہ توجہ سے ہوئی ہے دوسرے الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ غلیظ جسم، صحت اور صفائی کے اصولوں سے انحراف اس بیماری کا باعث ہو سکتے ہیں۔ موروثی اثرات کو بھی اس کا سبب بیان کیا جاتا ہے۔ مگر خلیوں کے معائنہ سے اس مفروضہ کو تائید میسر نہیں آسکی۔

یہ بیماری بنیادی طور پر مساموں سے تعلق رکھتی ہے۔ پیدائش کے فوراً بعد یوں تو بچے کے یہ گلینڈ بڑے فعال ہوتے ہیں۔ لیکن ماں کے دودھ کے دفاعی اثرات کی وجہ سے بچوں میں 12-9 سال کی عمر تک یہ بیماری نہیں ہوتی۔ اگرچہ یہ ان غددوں کے فعل میں کمی اور زیادتی سے متاثر ہوتی ہے مگر تحقیق کرنے والوں کو دونوں کے درمیان کوئی رابطہ نہیں مل سکا۔ البتہ وہ بیماریاں جو دوران خون پر اثر انداز ہوتی ہیں ان کے درمیان اس میں اضافہ ہوتا ہے جیسے کہ دل کی بیماری، دل کی شریانوں میں بندش، بلڈپریشر کی زیادتی وغیرہ۔

ذہنی دباؤ یا جب جان خطرے میں ہو تو یہ بیماری بڑھ جاتی ہے۔ جیسے کہ دوران جنگ فوجی سپاہی، کان کنی کے دوران کان کن۔ مگر ان کے برعکس کسان اس کا کم شکار ہوتے ہیں۔

علامات

جسم کے درمیان کے حصہ یعنی چھاتی، بغلوں، چہرے اور سر کے بالوں کے اردگرد سرخ رنگ کے ایسے دھبے نمودار ہوتے ہیں جن میں زردی بھی نمایاں ہوتی ہے۔ مردوں میں چہرے اور کانوں کے پیچھے کے داغ بڑے نمایاں ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ بالوں والی جگہوں کو پسند کرتی ہے۔ مریض کے چہرے پر زردی چھائی ہوتی ہے۔ جلد دور سے بھی چمکتی ہے کیونکہ اس میں تیل کی طرح کی چکنائی دور سے نظر آ سکتی ہے۔ مساموں کے منہ کھل کر بڑے ہو جاتے ہیں۔ ان پر چھلکے آجاتے ہیں۔ جن میں وقت کے ساتھ دراڑیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جن میں پیپ بھی پڑ سکتی ہے سر کی جلد ہمیشہ زد میں آتی ہے۔ جہاں پر چھلکے، خشکی کے ٹکڑے، سرخی کے ساتھ خارش کرتے رہتے ہیں۔ اس کیفیت کو Dandruff کا نام بھی دیا گیا ہے۔ سر کی یہ خشکی وہاں سے بھنوؤں کی طرف آتی ہے۔ پلکوں اور آنکھوں کی طرف پھیلتی ہے یہ سوزش ادویہ سے ٹھیک نہیں ہوتی۔ بفہ عام حالات میں بھی پرانی اور زیادہ عرصہ تک رہنے والی بیماری ہے اور جو اس کی زد میں آجائے اس کی جان چھوٹنے میں نہیں آتی۔

ناف کے اردگرد، بغلوں اور پیروں کی انگلیوں کے درمیان اس کی شکل پھپھوندی کی طرح کی ہو جاتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ داغ جدا جدا، ان پر خشکی، چھلکے اور آس پاس میں جلد پر چکنائی کا زور، بڑی عمر کے لوگوں، مردوں اور عورتوں میں چھاتی اور پیٹ کے زخم اگزیما کی طرح بن کر رسنے لگ جاتے ہیں۔ چھاتی پر بیماری بالکل اس طرح پھیل جاتی ہے جیسے پھول کی پتیاں بکھر کر پھیلتی ہے۔ انگریزی میں پھول کی پتی کو Petal کہتے ہیں۔ اس لئے یہ کیفیت Petaloid Seborrhocic Dermatitis کہلاتی ہے۔

اس بیماری کے 68 مریضوں کا ایک درسی ادارے میں معائنہ کیا گیا اور ان میں مختلف علامات کی تقسیم، مردوں اور عورتوں میں اس طرح پائی گئی۔

		عورتیں	مرد
چھاتی پر پھول کی پتی کی مانند	-----	X	8
کیل اور مہاسوں کی طرح	-----	x	1
چھیپ کی طرح کے	-----	2	4
کان اور سر کی جلد	-----	3	6
بازو، گھٹنے، بغل کے جوڑوں میں	-----	4	4
چہرے پر، ماتھا، داڑھی، ناک آنکھوں کے اردگرد	-----	14	14
تمام جسم پر چھلکے اترنے	-----	2	4
مغالطہ میں علامات کے قریب	-----	1	1
	68	26	42

بفہ کا باعث جلد میں چکنائی کی زیادتی ہے۔ مگر بد قسمتی یہ ہے کہ ہمارے ملک میں لوگ اسے خشکی کہتے ہیں۔ سر میں خشکی کی تشخیص کے بعد خوب تیل لگایا جاتا ہے زخموں کے ساتھ کے خشک دانے اور چھلکے تیل میں حل ہو جاتے ہیں۔ اکثر مریض تیل لگا کر بڑے خوش ہوتے ہیں کہ انہوں نے تیل لگا کر اپنی خشکی دور کرلی۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ تیل لگانے سے بیماری کی ظاہری علامات دور ہو جاتی ہے دو ایک دن بعد بیماری پھر سے ظاہر ہوتی ہے۔ مگر پہلے سے زیادہ کیونکہ تیل نے اسے پھلنے پھولنے کا موقعہ مہیا کر دیا۔

ایک نوجوان کا اس بیماری کے سلسلہ میں علاج کیا جا رہا تھا اس کی والدہ کو تاکید کی گئی کہ اس کے سر پر تیل نہ لگایا جائے۔ وہ کسی کی کنگھی استعمال نہ کرے۔ اور کوئی اس کی کنگھی استعمال نہ کرے۔ ایک روز وہ نوجوان راستے میں مل گیا سر پر اتنا تیل لگا تھا کہ ٹپکنے کے قریب تھا بلکہ چہرے پر بھی تیل لگا ہوا تھا۔

اگلی ملاقات پر اس کی والدہ نے بتایا کہ ہدایات برحق سہی۔ لیکن وہ لڑکے کی گالوں پر خشکی کے نشان دیکھنے کو تیار نہیں۔ علاج ہوتا رہے گا مگر وہ چہرے پر تیل ضرور لگائیں گی اور خشک بالوں سے وہ باہر جاتا اچھا نہیں لگتا۔

برطانیہ کے ماہرین مشورہ دیتے ہیں کہ مریض زیادہ دیر آرام کرے۔ جذباتی ہیجان اور تفکرات سے بچتا رہے۔ غذا اور جسم کی صفائی پر خصوصی توجہ دی جائے مقامی طور پر لگانے کے لئے Sulphur+Ichthammol کی کریم لگائی جائے۔ اگر اس دوران داغوں میں سوزش ہو جائے تو اس کا جراثیم کش ادویہ سے علاج کیا جائے۔

مقامی طور پر کورٹی سون کی مرہمیں، جن میں جراثیم کش ادویہ بھی شامل ہوں بہترین ہیں جیسے کہ Nerisone کریم، مگر یہ یاد رہے کہ اس قسم کے علاج اس بیماری سے جان چھڑانے کا ذریعہ نہیں ہوتے۔ ان سے تکلیف کی شدت میں صرف عارضی کمی آسکتی ہے۔

Calamine Lotion ایک مشہور دوائی ہے جس سے وقتی فائدہ لیا جا سکتا ہے۔

Aluminiumacetate کا پانچ فیصد لوشن بھی مفید ہے۔

مقامی طور پر لگانے کے لئے مندرجہ ذیل نسخہ بھی مفید ہیں

Calamine Powder 15 فیصدی

Zinc Oxide 5 فیصدی

Glycerine 5 فیصدی

Water 100 فیصدی

ایسے لوشن لگانے سے پہلے اگر جلد پر 1:1000 طاقت کا پوٹاشیم پر میگنیٹ لوشن لگا لیا جائے تو بعد میں ہونے والی سوزش سے بچاؤ بھی ہو جاتا ہے۔

سر میں بفہ

ایک مشکل مگر اہم مسئلہ ہے جس پر اشتہار بازوں نے بڑی توجہ کی ہے۔ بازار میں پچاسوں لوشن اور شیمپو اس غرض سے مل رہے ہیں جن کے اشتہارات دیدہ زیب اور دنوں میں خشکی کو بھگانے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔

اتفاق سے ایسے تمام لوشن وقتی فائدہ دیتے ہیں۔ کچھ نقصان دہ بھی ہوتے ہیں۔ مگر چند دنوں کے بعد تکلیف پھر سے عود کر آتی ہے۔ بلکہ بالوں کا رنگ خراب ہو جاتا ہے۔

ہمارے ایک ڈاکٹر دوست کے بال بڑے خوبصورت اور سنہری تھے۔ سر میں خشکی اکثر رہتی تھی۔ وہ ایک مشہور شیمپو لے آئے پچھلے بیس سالوں سے استعمال کر رہے ہیں۔ خشکی ثابت قدمی سے قائم ہے البتہ اس کو لگانے سے بال سفید ہو گئے ہیں اب خشکی کے شیمپو کے ساتھ ایک عرصہ سے سر پر خضاب بھی لگاتے ہیں۔

ہمارے ان دوست کا کہنا ہے کہ سر میں سیکری یعنی بفہ کے لئے بہترین نسخہ یہ مرہم ہے۔

Salicylic Acid 2 فیصدی

Sulphur Sublime 2 فیصدی

Aqueous Cream 100 فیصدی

بالوں کی جڑوں اور سر کی جلد میں یہ کریم لگانے کے لئے کم از کم آدھ گھنٹہ کا وقت اور اسے سر میں لگانے والے کسی رضاکار کی ضرورت رہتی ہے۔ چونکہ ان کو ہمیشہ مرہم لگانے والا نہیں ملتا اس لئے وہ شیمپو پر گزارا کرتے ہیں۔ جس نے ان کے بال سفید کر دیئے۔

طب نبوی ﷺ

طب نبوی ﷺ کے ذریعہ بیماریوں کے علاج میں سب سے لمبا مشاہدہ اسی بیماری کا ہے پچھلے پندرہ سالوں میں ہم نے اس کے کم از کم 4500 مریض دیکھے ہیں۔ جن میں سے صرف چھ ایسے ہیں جن کے بارے میں ہمارا نسخہ کامیاب نہ ہوا اور ہمیں علاج تبدیل کرنا پڑا۔ مگر یہ بات توجہ میں رہے کہ اس بیماری کا ابھی تک سبب معلوم نہیں اور اس کے جتنے بھی علاج کئے جا رہے ہیں ان میں سے کسی ایک کے بارے میں کوئی بھی ڈاکٹر 30 فیصدی نتائج کا اطمینان بھی نہیں دلا سکتا۔ جس بیماری کا نہ تو سبب معلوم ہے اور نہ ہی علاج اگر اس کے آدھے مریض بھی شفا یاب ہو جائیں تو یہ بہت بڑا معجزہ ہوتا ہے ابتدا میں یہ نسخہ استعمال کیا

گیا۔

قسط شیریں	....	20 گرام
حب الرشاد	....	20 گرام
سناء مکی	....	10 گرام
صعتر فارسی	....	10 گرام

ان کو پیسنے کے بعد 900 گرام سرکہ فروٹ میں پانچ منٹ ابالنے کے بعد چھان لیا گیا۔ یہ لوشن روزانہ لگایا جاتا رہا۔ جسم کے بقیہ پر تو یہ نسخہ اکثر مفید رہا۔ مگر کچھ مریض ایسے تھے جن میں نسخہ کی تبدیلی کی ضرورت پڑ گئی۔ اس کے علاوہ ان مریضوں کو حسب حال انگریزی دوائیں دی گئیں۔ لیکن ان سے نہ تو مریض مطمئن تھے اور نہ ہی ہمیں ان پر یقین تھا کئی دوستوں سے مشورہ کیا گیا۔ احادیث نبویہ کا بار بار مطالعہ کیا گیا۔ طب کی کتابیں دیکھیں اور یہ نسخہ ترتیب پایا۔

برگ حنا	....	16 گرام
کلونجی	....	16 گرام
حب الرشاد	....	16 گرام
سناء مکی	....	16 گرام
آملہ	....	16 گرام

ان کو سرکہ فروٹ کی بوتل میں بالائی نسخہ کے مطابق ابال کر استعمال کیا گیا

اس نسخہ میں آملہ ایک نئی چیز ہے۔ جس کا تذکرہ طب نبوی ﷺ سے متعلقہ دواؤں کی فہرست میں نہیں۔ آملہ کو اس نسخہ میں شامل کرنے کا مشورہ محترمہ پروفیسر زاہدہ میر صاحبہ کا تھا۔ ان کو علم طب کی استاد اور خاتون ہونے کی مناسبت سے بالوں پر آملہ کے اثرات اور فوائد کا بڑا یقین تھا۔ مگر ہم ان نسخوں میں کسی بھی ایسی دوا کو شامل رکھنے پر تیار نہ تھے جس کی سند بارگاہ نبوت سے میسر نہ ہو۔ اتفاق سے ان ہی دنوں حضرت مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کی ذاتی لائبریری سے محمد احمد ذہبیؒ کی طب نبوی ﷺ میسر آگئی۔ ذہبیؒ نے "اجاص" نام کی کسی چیز کا تذکرہ کیا ہے۔ سیاق و سباق سے وہ آملہ سے ملتی جلتی ہے اگرچہ لوگوں نے اسے آلو بخارا قرار دینے کی کوشش بھی کی ہے مگر ہمارے خیال میں آملہ والی بات درست ہے۔ کیونکہ اس کے فوائد وہی ہیں جو آملہ کے بارے میں مشہور ہیں۔

اس دوائی کو استعمال کرتے آج دس سال سے زائد کا عرصہ ہو چکا ہے۔ کبھی کبھی سوزش کے لئے کسی علیحدہ دوائی کے علاوہ نسخہ میں ترمیم کرنے کی کبھی ضرورت نہیں پڑی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی افادیت کا پورے وثوق سے دعویٰ کیا جا سکتا ہے۔

مکان برائے فروخت

ایک ہاؤسنگ سوسائٹی میں دس مرلے کا ایک مکان برائے فروخت ہے

رابطہ کیلئے
حافظ محمد انور
فون نمبر
PPP-330632
042/6862289

اپنے محبوب کے نام

صورت ہے سمائی آنکھوں میں اک حسین دلربا کی
اک انجمن ہے ذات اس کی نرالی ہے ہر اک بات اس کی

اس کے قلب کی روشنی دلوں کو چمکا رہی ہے
اس ماہ جبیں کی چاندنی سورج کو گہنا رہی ہے

صدیق زماں کا منصب حق سے ملا ہے اس کو
امت کی امامت کا فریضہ ملا ہے اس کو

عاشقان مصطفیٰؐ ہیں وہ لطف وکرم کا پیکر
ظلم وجبر کے سامنے ہے قہر و غضب کا مظہر

ظلمت کو مٹا دو دنیا سے یہ دیتا ہے پیغام
باطل کو للکارو میداں میں' ہے اس کی صدائے عام

نام سے اس کے گھبرائے' دل کفر کا اس سے بھاری
ہیبت سے اس کی ہو جائے باطل پہ لرزہ طاری

بسمل کی طرح تڑپے وہ جو جانے درد دل اس کا
خودی کی منزل پا جائے بنے جو کوئی ہمسفر اس کا

میرا ہے اس سے رشتہ کیا؟ ہے کون میرا نہ جانوں میں
نہ اور مجھ سے کچھ پوچھ میاں! بس اتنی بات ہی جانوں میں

میں اکرم میری ذات اکرم میرے نام کا فخر ووقار اکرم
ہے خدا سے میری یہ دعا اکرم ہو محشر میں میری پہچاں اکرم

اکرم خالد

قرآن مجید کے بارے معلومات

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جس کی کوئی مثل نہیں ہے۔ یہ ناقابل تبدل ہے زندگی کے ہر شعبے کے لئے' امیر کے لئے' غریب کے لئے' اولاد کے لئے والدین کے لئے پڑوسیوں کے لئے' قوموں کے لئے' ملکوں کے لئے' ایک مکمل ضابطہ ہدایت ہے۔ عمر کے ہر حصہ کے لئے' زمانہ جنگ کے لئے' زمانہ امن کے لئے' انفرادی مسائل کے لئے' اجتماعی مسائل کے لئے' معیشت کے لئے' امن وامان کے لئے' عدل وانصاف کے لئے' بندے سے بندے اور بندے اور اللہ کے درمیاں تعلق' غرضیکہ کسی بھی فیلڈ کو تشنہ نہیں چھوڑا گیا ہے۔ اس سے رہنمائی حاصل کرنا اور اپنی زندگیوں کو انہی رہنما اصول کے مطابق بسر کرنا ہی اس کا تقدس ہے۔ اس کے فیوض وبرکات اور انوارات اس پر عمل کرنے میں مضمر ہیں' خوبصورت غلاف میں لپیٹ پر بلند وبالا مقامات پر رکھنے میں نہیں۔ ہر دکھ کا درماں ہر مصیبت کا علاج' ہر غم کا مداوا اور ہر راستہ کی روشنی اس پر عمل کرنے سے ہے۔

کسی ہدایت پر' کسی حکم پر عمل کرنے کے لئے اسے سمجھنا بہت ضروری ہے۔ لہٰذا استدعا ہے کہ قرآن حکیم کو سمجھنے کے لئے مارکیٹ میں دستیاب کسی بھی تفیسر سے راہنمائی حاصل کریں۔ Latest تفاسیر میں جناب محمد اکرم اعوان کی تفسیر "اسرار التنزیل" شامل ہے۔ اپنے قارئین کرام کے لئے ادارہ "اسرار التنزیل" تجویز کرتا ہے۔

ترتیب وپیش کش..... سرفراز حسین

قرآن کا مطلب ہے پڑھا ہوا' تلاوت کیا ہوا' اس کا مادہ قرات ہے۔ قرآن مجید میں اس کتاب الہٰی کے پچپن ناموں کا ذکر ہے جس میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

1	القرآن الحکیم	....	سورۃ یاسین
2	القرآن	....	سورۃ بنی اسرائیل
3	القرآن الکریم	....	سورۃ واقعہ
4	الفرقان	....	حق وباطل میں فرق کرنے والا
5	بصائر	....	بصیرت سے لبریز
6	الکتاب المبین	....	سورۃ یوسف
7	نور	....	سورۃ المائدہ
8	ھدیٰ	....	ہدایت... سورۃ یونس
9	رحمتہ	....	سورۃ یونس
10	شفاء	....	سورۃ یونس
11	موعظتہ	....	سورۃ یونس
12	صراط مستقیم	....	سورۃ الانعام
13	احسن الحدیث	....	بہترین بات... سورۃ الزمر
14	الحق	....	سراپا حق..... سورۃ القصص
15	ہادی	....	سورۃ بنی اسرائیل
16	صدق	....	سورۃ الانعام
17	عدل	....	سورۃ الانعام
18	بشریٰ	....	سورۃ البقرہ
19	عزیز	....	سورۃ السجدہ
20	صحف مکرمہ	....	سورۃ عبس
21	الکتاب	....	سورۃ البقرہ
22	المیزان	....	سورۃ شوریٰ

○ قرآن مجید رمضان المبارک میں لیلتہ القدر کی رات آسمان دنیا کے بیت العزت پر نازل کیا گیا جس پر ہمہ وقت ستر ہزار فرشتے طوائف کرتے ہیں جس کا نام بیت المعمور ہے۔

○ نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی میں سورۃ علق کی پانچ آیات نازل فرمائی گئیں۔ اس وقت آپ غار حرا میں تشریف فرما تھے۔

○ قرآن حکیم نبی اطہر ﷺ پر بتدریج بائیس سال اور پانچ ماہ نازل ہوتا رہا۔

○ قرآن حکیم کے پہلے کاتبان وحی حضرت خالد بن سعیدؓ اور حضرت شرجیل بن حسنہؓ تھے۔

○ اس کتاب المبین کی کتابت کا شرف چالیس اور بعض کے مطابق بیالیس صحابہ کرام کو حاصل ہوا۔

○ خلفائے راشدین میں سے کتابت کا شرف حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ اور بعض روایات میں حضرت عمرؓ کو بھی حاصل ہوا۔

○ آخری وحی 9 ذوالحجہ 10ھ کو میدان عرفات میں نازل ہوئی اور آخری وحی کے کاتب ابی بن کعبؓ انصاری تھے۔

○ کتابت کے لئے "ادیم" اور "رق" (چمڑا) پتھر کی باریک سفید تختیاں' اونٹ کے شانے کی ہڈی اور کھجور کی چھال استعمال کی جاتی تھی۔

(ماخوذ قرآن کوئیز۔ مرتبہ لطیف اللہ گوہیر۔ طارق محمود)

عظیم انقلاب

وہ کتاب جس میں کوئی شک نہیں ہے ہمیں بتاتی ہے کہ کفر کی تاریکی کو مٹانے کے لئے ہر دور میں ہر قوم میں اللہ تعالیٰ نے نبی اور پیغمبر بھیجے۔ وہی تاریکی اب پھر زوروں پر ہے۔ لیکن چونکہ نبی اکرم ﷺ آخری نبی ہیں اس لئے اب کوئی نبی اس تاریکی کو مٹانے کے لئے نہیں آئیگا۔ یہ فریضہ خادمان رسالت پناہی کا ہے کہ وہ ظلم اور کفر کی اس طویل رات کو نور نبوت سے اجالے میں تبدیل کر دیں۔ یہ فریضہ سب مسلمانوں کا ہے' یہ فریضہ میرا ہے' یہ فریضہ آپ کا ہے کہ

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں عشقِ محمدؐ سے اجالا کر دے

خطاب مولانا محمد اکرم اعوان' 1-5-98

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○ تلک الایام نداولہا بین الناس○

رب جلیل کی بنائی ہوئی اس مخلوق' حضرت انسان کا مزاج بھی عجیب شے ہے اور اس کا اپنا نظام بھی انسانی فکروشعور سے بالاتر ہے بعض اوقات ہم جس چیز کو بڑی شدت سے مانگ رہے ہوتے ہیں' جس کام کے لئے رو رو کر دعائیں کر رہے ہوتے ہیں وہی ہمارے لئے نقصان دہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات ہم کسی کام سے' کسی چیز سے' کسی بات سے بچنا چاہ رہے ہوتے ہیں اور ہمیں یہ نہیں پتہ ہوتا کہ ہمارے لئے اس میں کتنا فائدہ ہے۔ وہ خود بہتر جانتا ہے لیکن بہرحال انسان کو بھی اس نے بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے جن میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ اس کی ساری مخلوق میں صرف انسان ایسا ہے جو اس کی ذات کا طالب بنتا ہے' اس کی ذات کو پہچانتا ہے اور ایسا پہچانتا ہے کہ اس سے محبت کا دعویٰ کر بیٹھتا ہے' اس کے جمال کا طالب بن جاتا ہے۔ انسان کے علاوہ کسی دوسری مخلوق میں یہ جرات نہیں ہے ساری مخلوق حکم کی تابع ہے۔ انسان حاکم کی اطاعت اسے پہچاننے کے بعد کرتا ہے۔ یہ انسانیت کی اساس ہے' بنیاد ہے۔ اور یہ بنیاد انسانیت کو نور نبوت سے ملتی ہے۔ ہر سینے میں ایک چراغ ہے' اس میں تیل بھی ہے' روغن بھی ہے' بتی بھی ہے لیکن شعلہ نہیں ہے۔ شعلہ اسے نور نبوت سے نصیب ہوتا ہے' ایمان سے نصیب ہوتا ہے اور جب انسان کو ایمان کی نعمت نصیب ہوتی ہے تو اللہ کی پہچان نصیب ہوتی ہے اور اس کی عظمت کو سمجھنے کی توفیق ارزاں ہوتی ہے اور انسان ان باطنی قوتوں' روحانی طاقتوں' قلبی کیفیات کا مشاہدہ کرنے کے قابل ہو جاتا ہے' تجزیہ کرنے کے قابل ہو جاتا ہے' چیزوں کو سمجھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

لیکن اگر کوئی ایمان نہیں لاتا تو اس کے دل کا تعلق نور نبوت سے استوار نہیں ہوتا البتہ مادی عقل اس میں بھی اتنی کامل و مکمل ہوتی ہے کہ وہ مادی چیزوں کو' مادی مسائل کو' مادی ضروریات کی تکمیل کو سمجھ لیتا ہے۔ آپ دیکھ لیں میڈیکل سائنس کتنی ترقی کر گئی لیکن ڈاکٹر بننے کے لئے ایمان شرط تو نہیں ہے۔ اسی طرح ٹیکنالوجی کتنی ترقی کر گئی اور کسی شعبے میں کوئی اچھا ماہر بننے کے لئے مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ ساری عقلی کاوشیں ہیں' مادی کاوشیں ہیں' عقل بھی مادی ہے یہ چیزیں بھی مادی ہیں۔ ہاں نور ایمان ہو تو کافر کی نسبت زیادہ سمجھتا ہے' زیادہ سلجھا لیتا ہے' زیادہ اچھی طرح سے پا لیتا ہے' جلدی سمجھ لیتا ہے' استعداد بڑھ جاتی ہے۔ مادی چیزوں کے تجزیے تو کافر نے بھی کئے' ایجادات کا عہد ہے' روز نئی چیزیں ایجاد ہوتی ہیں لیکن اگر آپ غور فرمائیں تو تخلیق کچھ بھی نہیں ہوتا کیونکہ خالق وہ اکیلا واحد لاشریک ہے۔ اس کی صنعت' اس کی تخلیق' اس کی مخلوق کے مختلف اجزاء جوڑ کر ایک نئی چیز تو ضرور بن جاتی ہے لیکن وہ سارے جزو اور ان میں جو خصوصیت ہے وہ ساری اللہ کی پیدا کردہ ہوتی ہے۔ انسانی عقل اس کلیئے کو پا لیتی ہے کہ فلاں فلاں اجزاء اس نسبت سے ملائے جائیں تو یہ چیز بن جائے گی۔ فلاں پرزہ اس طرح جوڑا جائے تو ایسی مشین بن جائے گی یہ انسانی عقل تلاش کرتی ہے لیکن نہ وہ لوہا پیدا کرتا ہے نہ وہ لکڑی پیدا کرتا ہے اور نہ وہ اور کوئی دھات پیدا کرتا ہے ساری چیزیں اللہ کی پیدا کردہ ہوتی ہے۔ اسے یہ شعور دے دیتا ہے کہ وہ ان کو جوڑنے کا راز پا لے خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان بہت قیمتی چیز ہے۔ پھر مومن اور غیر مومن میں فرق کیا ہے؟ وہ یہ کہ غیر مومن کے پاس صرف مادی عقل ہے جبکہ مومن کے پاس دل روشن بھی ہے ایک روشن کتاب بھی ہے۔ اللہ کا نبی ﷺ اور اس کی نبوت بھی ہے۔ مومن کے پاس تو بہت سے وسائل ہیں کہ وہ ان حقائق کو جان لے جن تک کافر کی نظر نہیں پہنچتی۔ اب جو بہت سے اصول قادر مطلق نے بتائے ان میں ایک یہ

بھی ارشاد فرمایا مختلف اقوام کے حالات بیان کرتے ہوئے کہ
تلک الایام نداولھا بین الناس۔ فتح و شکست‘ غلبہ و حکومت‘ دکھ اور سکھ‘ فرمایا یہ دن ایسے ہیں کہ ہم انہیں لوگوں کے درمیان پھراتے رہتے ہیں کبھی ہمیشہ دکھ نہیں رہتا کبھی ہمیشہ سکھ نہیں رہتا۔ کبھی ہمیشہ اقتدار نہیں رہتا‘ کبھی ہمیشہ کوئی قید نہیں رہتا‘ یہ چلتے پھرتے دن ہوتے ہیں یہ آتے جاتے رہتے ہیں۔ ایک پہیہ ہے زمانے کا جو چلتا رہتا ہے کبھی ایک اوپر ہوتا ہے کبھی دوسرا۔ یہ جو گردش ایام ہے یہ تاریک ہو چکی تھی سارے دیئے بجھ گئے تھے سارے قلوب ویران ہو گئے تھے اور جب قلب ویران ہوتا ہے تو پھر انسان‘ انسان نہیں رہتا۔ وہ عقلی کلیسے دریافت کر سکتا ہے‘ ایجادات کر سکتا ہے‘ کھانے بنا سکتا ہے‘ لباس بنا سکتا ہے لیکن اس سے انسانیت جاتی رہتی ہے۔ وہ حیوان ناطق بن جاتا ہے‘ باتیں کرنے والا حیوان۔ مومن حیوان ناطق نہیں ہوتا‘ مومن انسان ہوتا ہے لیکن اگر نور ایمان نہ ہو تو مخلوق محض حیوان ناطق بن کر رہ جاتی ہے‘ باتیں کرنے والا ایک جانور۔ باتیں بھی کرتا ہے ایجادات بھی کرتا ہے لیکن اس کا وطیرہ جانوروں جیسا ہوتا ہے۔ جانور‘ دو تین جانوروں کو ایک کھرلی پر باندھ دیں‘ سب کے آگے پٹھے (چارہ) ڈال دیں تو جو تکڑا ہے طاقتور ہے وہ اپنے سامنے سے چھوڑ کر دوسرے کے پہلے کھائے گا۔ اس حیوان ناطق جسے نور ایمان نصیب نہ ہو اگر کروڑ پتی ہو تو اپنے نوکر کے‘ مالی کے‘ پیسے کھا جائے گا۔ خود کروڑ پتی ہے‘ مزدور کی‘ غریب کی‘ مزدوری کھا جائے گا۔ اگر اس میں خوف خدا نہ رہے تو اسے ملک کی حکومت دے دو‘ حکومت اگرچہ ملک کی پاسبان ہوتی ہے‘ رکھوالا ہوتی ہے لیکن اسے جب اقتدار ملتا ہے تو لوٹنا شروع کر دیتا ہے کہ جس کے ذمے حفاظت تھی وہ لوٹنے پر اتر آیا۔

ہمیں حسرت تو ہوتی ہے مغرب کو دیکھ کر وہ ترقی کرتے کرتے کرتے کہاں پہنچ گیا لیکن اس کے مورخین او محققین کی تحقیق یہ ہے کہ انسان جنگلوں میں بستا تھا‘ جانوروں کی طرح رہتا تھا‘ اسے لباس بنانا‘ پہننا نہیں آتا تھا‘ برہنہ رہتا تھا۔ لیکن ہمارا فلسفہ یہ ہے کہ پہلا انسان ہی مہذب تھا آدم علیہ السلام۔ نسل آدم علیہ السلام جب پھیلی تو لوگ جنگلوں میں بھی ویرانوں میں بھی آباد ہوئے تہذیب سے دور ہو گئے وہ لوگ آج بھی ہیں۔ آج بھی آسٹریلیا میں افریقہ میں اور ہمالیاز میں بھی ملتے ہیں۔ جو تہذیب سے دور ہیں بے لباس رہتے ہیں جو ملتا ہے کھالیتے ہیں لیکن اس بات پہ دونوں مشرق مغرب اور مومن کافر متفق ہیں کہ انسان جب انسانی تہذیب سے دور ہوا‘ علم سے بے بہرہ ہوا اور نہایت محروم ہو گیا تو اسے لباس کی قید بھی نہ رہی‘ اخلاقیات سے بھی وہ عاری ہو گیا اور اسے کوئی تمیز نہ رہی بڑے چھوٹے کی۔ تو مغرب ترقی کرتے کرتے کہاں پہنچ گیا کہ آج شہروں کے شہر بے لباس ہو گئے ہیں۔ وہ جاہل تھا نہیں سمجھتا تھا تو بے لباس رہتا تھا‘ انہوں نے ساری دنیا کے علوم پڑھنے کے بعد لباس اتار دیا۔ یہ تاریکی آج پہلی دفعہ نہیں بڑھی یہ نزول آدم علیہ السلام کے بعد اسی طرح نظام چلتا آیا۔ تاریکی بڑھ جاتی‘ دل ویران ہو جاتے‘ اللہ کریم ایک مینارہ نور مبعوث فرما دیتے۔ اپنا نبی بھیج دیتے جن کے نصیب تھے ان کے قلوب روشن ہو جاتے اور یوں بیلنس ہو جاتا۔ ایک دفعہ پھر حق‘ تہذیب‘ اخلاقیات‘ انسانیت‘ غالب آجاتی اسی کا نام اسلام ہے اور کفر جو بد تہذیبی‘ بداخلاقی‘ بے راہ روی ہے وہ دب جاتا۔ پھر آخر انسانی مزاج ہے رفتہ رفتہ سستی آتی پھر کفر تکڑا ہو جاتا اللہ پھر نبی علیہ السلام بھیج دیتے مختلف اقوام میں‘ مختلف ممالک میں‘ دنیا کے مختلف گوشوں میں سلسلہ نبوت چلتا رہا۔

جو بھی ایمان لاتا ہے خود اللہ اس کا ولی ہے۔ ولایت کی نسبت اگر بندے سے اللہ کی طرف ہو تو اس کی حیثیت کچھ اور ہے اور ولایت کی نسبت اگر اللہ سے بندے کی طرف ہو تو اس کی عظمت کا کیا ٹھکانہ۔ تو فرمایا جسے بھی ایمان نصیب ہوتا ہے میں اس کا ولی ہوں‘ وہ ولی اللہ ہے

ایک زمانہ ایسا آیا عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کہ پوری دنیا بے چراغ ہو گئی روئے زمین پر کوئی ایک آدمی ایسا نہیں تھا جو بتا سکتا کہ اللہ کیسا ہے‘ اللہ کہاں ہے اللہ کس بات پر راضی ہے‘ اللہ کی عبادت کیسے کی جائے۔ جب گھٹا ٹوپ اندھیرا ہو گیا تو اللہ نے اپنا آخری نبی ﷺ پورے جہان کے لئے مبعوث فرما دیا کیونکہ تاریکی کسی مخصوص علاقے تک محصور نہیں تھی ساری کائنات پر چھائی ہوئی تھی‘ نبوت بھی ساری کائنات کے لئے آگئی‘ نور بھی ساری کائنات کے لئے آگیا۔ نبی رحمت ﷺ کے ساتھ جنہیں ایمان نصیب ہوا یا ان کے بعد قیامت تک ہو گا‘ اللہ کریم فرماتے ہیں جسے بھی میرے نبی علیہ السلام پر ایمان نصیب ہو گیا وہ ولی ہو گیا ہر مومن ولی ہے اور اگر ولی نہیں ہے تو اسے سوچنا چاہئے کہ کیا وہ مومن ہے؟ اس لئے کہ قرآن نے ایک پہچان دی۔ اگر میں گمان کرتا ہوں کسی کے متعلق‘ میرا یقین ہے کہ یہ ولی اللہ ہے تو وہ صرف میرا یقین ہے۔ اس کا نام لیکر اللہ نے نہیں بتایا کہ یہ میرا ولی ہے۔ یہ صرف میرا گمان ہے‘ یہ میرا حسن ظن ہے لیکن ہر کلمہ گو کے لئے اس نے بتایا۔

اللہ ولی الذین امنوا۔ جو بھی ایمان لاتا ہے خود اللہ اس کا ولی ہے۔ ولایت کی نسبت اگر بندے سے اللہ کی طرف ہو تو اس کی حیثیت کچھ اور ہے اور ولایت کی نسبت اگر اللہ سے بندے کی طرف ہو تو اس کی عظمت کا کیا ٹھکانہ۔ تو فرمایا جسے بھی ایمان نصیب ہوتا ہے میں اس کا

ولی ہوں' وہ ولی اللہ ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے جسے ایمان نصیب ہوا وہ صحابی بن گیا' عظمت انسانیت کے آخری مقام کو پا گیا۔ یہ جو صحابہؓ بنے' تابعین' تبع تابعین' یہ اولیاء اللہ کی جماعت بنی' انہوں نے کیا کیا؟ انہیں خود تو نور نصیب ہوا' ان کے سینے روشن ہو گئے' انہوں نے حالات کا تجزیہ کیا' انہوں نے دیکھا کہ دنیا میں صرف دو قومیں ہیں جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے تھے تو دنیا میں دو قومیں تھیں۔ مومن اور کافر نہیں' یہ نظریہ تو بعثت کے بعد بنا۔ بعثت سے پہلے بھی دو قومیں تھیں جب کہ سب کے سب کافر تھے لیکن قومیں دو تھیں۔ ایک ظالم اور ایک مظلوم۔ طبقے دو تھے انسانوں کے پوری انسانیت پر' پوری روئے زمین پر' ایک طبقہ ظالم تھا دوسرا مظلوم تھا۔ ظالم کو سارے عیش میسر تھے مظلوم کے لئے زندگی بھی مصیبت تھی۔ حکومتیں تھیں' سلطنتیں تھیں' فوجیں تھیں' عدالتیں تھیں' سب کچھ تھا لیکن عدالتیں بھی مظلوم کے لئے ظلم کا ایک نشان تھیں۔ حکومتیں بھی مظلوم کے لئے ظلم کا ایک سبب تھیں' طاقت کا قانون تھا اسی کو جنگل کا قانون کہتے ہیں جنگل کا قانون۔ کہ تکڑا کمزور کو کھا لیتا اور ڈکار کر سو جاتا۔ کمزوری جو ہے وہ بجائے خود

مظلوم کو ظلم سے پناہ دلوانے کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ میدان میں اترے اور چشم فلک نے دیکھا کہ خادمان رسالت پناہی نے روئے زمین پر ظلم کے جبڑے چیر کر رکھ دیئے اور ربع صدی میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا عدل اسلامی جاری وساری کر دیا

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مبعوث ہوئے اور آپ ﷺ کو ایک مقدس جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی آپ ﷺ کی خدمت میں اللہ نے مرحمت فرمائی تو پھر وہ ہستی جو رحمت عالم تھی شمشیر بکف میدان میں اتری ظلم کے خلاف۔ دنیا بھر کے مظلوموں کو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں میرے پاس آؤ۔ وہ ایمان لائے یا نہ لائے' اللہ کو مانا یا نہ مانا' اللہ کی کتاب کو مانا یا نہ مانا' نبی علیہ السلام کو مانا یا نہ مانا لیکن مظلوم کو ظلم سے پناہ دلوانے کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ میدان میں اترے اور چشم فلک نے دیکھا کہ خادمان رسالت پناہی نے روئے زمین پر ظلم کے جبڑے چیر کر رکھ دیئے اور ربع صدی میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا عدل اسلامی جاری وساری کر دیا۔ کہاں ہسپانیہ اور کہاں جاپان اور چین' کہاں سائبیریا اور کہاں افریقہ۔ اس ساری زمین پر چھا گئے ہسپانیہ سے مسلمانوں نے یورپ فتح کیا' ہسپانیہ سے مسلمانوں نے امریکہ فتح کیا۔ یہ وہ تاریخی حقائق ہیں جو تاریخ سے گم کر دیئے گئے۔ یونیورسٹی آف پیرس کی بنیاد مسلمانوں نے رکھی' آکسفورڈ یونیورسٹی کی بنیاد مسلمانوں نے رکھی جب برطانیہ پر مسلمان کی حکومت تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ زمین کے چپے چپے پر ظلم کے دانت مسلمانوں نے توڑے اور وہ آواز جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک چھوٹے سے گاؤں میں دور دراز صحرا میں کھڑے ہو کر لگائی تھی۔

جو کہتا ہے میں مسلمان ہوں اور ظلم بھی کرتا ہے میں یہ سمجھتا ہوں ہمیں اس کے عمل پر فیصلہ دینا چاہئے نہ کہ اس کے دعوے پر۔ ایک آدمی کہتا ہے میں زندہ رہنا چاہتا ہوں اور کنپٹی پر پستول رکھ کے فائر بھی کرتا ہے تو نتیجہ تو اس عمل پر نکلے گا نا اس بات پر تو نہیں نکلے گا جو اس نے کی

قولوا لا الہ الا اللہ تفلحون۔ اسے روئے زمین پر عام کر دیا۔ جہاں کسی میں ایمان کی طلب تھی اس تک ایمان پہنچا اور جس نے ایمان قبول نہیں کیا' انصاف اس کو بھی میسر آیا اور یوں ظلم کا خاتمہ ہوا۔ حالات پھر اپنی ڈگر پر چل پڑے۔ چلتے رہے' چلتے رہے' کہیں کہیں علاقوں میں ظلمتیں چھا جاتیں' تاریکی بڑھ جاتی' لوگ ظالم اور مظلوم دو طبقوں میں بٹ جاتے۔ یاد رکھیں ظالم کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ ظالم صرف مذہب کا دعویٰ کرتا ہے مذہب کا پیروکار نہیں ہوتا اور مسلمان ظالم نہیں ہوتا کیونکہ اللہ نے' دین نے' کتاب اللہ نے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ظلم سے روک دیا ہے۔ جو کہتا ہے میں مسلمان ہوں اور ظلم بھی کرتا ہے میں یہ سمجھتا ہوں ہمیں اس کے عمل پر فیصلہ دینا چاہئے نہ کہ اس کے دعوے پر۔ ایک آدمی کہتا ہے میں زندہ رہنا چاہتا ہوں اور کنپٹی پر پستول رکھ کے فائر بھی کرتا ہے تو نتیجہ تو اس عمل پر نکلے گا نا اس بات پر تو نہیں نکلے گا جو اس نے کی۔ جو کہتا ہے میں مسلمان ہوں اور ظلم کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ زبانی دعویٰ اسلام کا کر رہا ہے عمل سارے غیر اسلامی ہیں تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔ چنانچہ نام نہاد مسلمانوں میں بھی تفریق آئی ظالم اور مظلوم کی آپ پوری تاریخ کا مطالعہ فرمائیں گے تو آپ کو ایک ہی بات نظر آئے گی کہ جہاں ظلم بڑھا وہاں اللہ نے کوئی ایسا بندہ پیدا کر دیا جس کا سینہ نور نبوت کا خزینہ بنا ہوا تھا' جو اس عہد کا پائے کا ولی اللہ تھا' جو اس عہد کا مجدد تھا' جو اس عہد کا محدث تھا' فقیہ تھا لیکن اس کا سینہ منور تھا' وہ ولی اللہ تھا۔ کہیں انہوں نے خود میدان میں اتر کر کہیں ایک طاقت میسر آگئی کسی حکمران کی صورت میں اس ظلمت کا مقابلہ کیا تاریکی مٹ گئی اور پھر سے یہ راستہ صاف ہو گیا۔

اب سوا چودہ سو سال بیت گئے۔ اس پندرھویں صدی میں آکر

آپ اگر غور فرمائیں آپ کو نظر آئے گا کہ اب پھر کسی ایک علاقے میں ظلم نہیں ہو رہا' کسی ایک ملک میں نہیں ہو رہا اس سوا چودہ سو سال کے خاتمے کے بعد ظلم پھر روئے زمین پر پھیل گیا ہے۔ آج دنیا پر پھر دو طبقے بن گئے ظالم اور مظلوم۔ دنیا کے کسی ملک میں چلے جایئے' دنیا کی کسی حکومت کو دیکھ لیجئے' دنیا کا کوئی علاقہ دیکھ لیجئے وہاں دو طبقے ہیں ظالم اور مظلوم۔ یہ صورت حال پیدا ہوئی سوا چودہ سو سال بعد۔ اس سے میں یہ سمجھ رہا ہوں' جو تجزیہ میں نے آپ کے سامنے رکھا ہے اس قاعدے' اس قانون اور رب العزت کے ارشاد۔ تلک الایام نداولھا بین الناس کے مطابق میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ اب اللہ کوئی ایسی ہستی پیدا فرمائے گا' کوئی ایسا اپنا بندہ میدان میں اتارے گا جس کے دل میں اتنی روشنی ہوگی کہ اگر روئے زمین کے سارے بندے بھی اسے حاصل کرنا چاہیں تو سب کو نصیب ہو سکتی ہو۔ اس لئے کہ آج روئے زمین پر پھر انسانیت کے دو طبقے بن گئے ہیں ظالم اور مظلوم اب اللہ تعالیٰ میدان میں اتارے گا وہ انشاء اللہ پوری انسانی برادری سے ظلم کی جڑ اکھاڑنے کا سبب بنے گا۔ اب چھوٹی موٹی تبدیلی نہیں آئے گی' اب ایک بہت بڑا انقلاب آئے گا بہت بڑا انقلاب۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارا جو مسلمان بھائی ہے یہ نہیں سمجھ رہا لیکن مغرب کا جو ریسرچ سکالر ہے جسے مستشرق کہتے ہیں (کافر عالم جو علوم اسلامیہ پر تحقیق کرتے ہیں اسے مستشرق کہا جاتا ہے) علوم مستشرقہ کے ماہر اس بات پر متفق ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ طوفان آ رہا ہے اور ایسے جاہل ہیں کہ بجائے اس کے کہ توبہ کریں اسے روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہے نا یہ الٹی کھوپڑی والا کام! کفر میں مصیبت یہ ہوتی ہے کہ بندے کی کھوپڑی الٹ جاتی ہے۔ جاہلو! جب تم ایک نظام قدرت کے تحت سمجھ رہے ہو کہ یہ دھماکہ ہو گا اور اتنا بڑا ہو گا کہ دنیا کو ہلا دے گا تو اس کا علاج تو توبہ ہے اس کا علاج یہ تو نہیں کہ تم اسے روکو' تم قدرت کے کام کو کیسے روک سکتے ہو۔ الجزائر میں اسلامی حکومت امریکہ روک رہا ہے' نہیں بننے دیں گے! جی افغانستان میں نہیں بننے دیں گے' جی پاکستان میں نہیں بننے دیں گے' جی فلسطین میں نہیں بننے دیں گے' جی اری ٹیریا میں نہیں بننے دیں گے۔ جی کیوں؟ کیوں نہیں بننے دو گے؟ جی وجہ؟ اگر پاکستان میں یا اری ٹیریا میں یا وسطی ایشیائی ریاستوں میں یا افغانستان میں یا الجزائر میں کہیں کوئی چھوٹی سی اسلامی ریاست بن جائے تو کیا یہ ریاست اٹھ کر امریکہ کو یا مغرب کو فتح کرلے گی؟ ہرگز نہیں' اگر ایسا نہیں تو پھر وہ کیوں ڈرتے ہیں کیوں نہیں بننے دیتے؟ اس لئے کہ وہ سمجھ چکے ہیں کہ جس زمین کے خطے پر بھی احیائے اسلام ہوا اور اسلام عملاً" نافذ ہوا اور کافر کو بھی انصاف ملا اس کی جان مال آبرو کو تحفظ ملا لوگوں کو احترام آدمیت نصیب ہو گیا تو دنیا کا ہر کافر مسلمان ہو جائے گا۔ کافر' کافر نہیں رہیں گے کیونکہ آج تو دنیا میں بات چھپ نہیں سکتی' دنیا ایک گاؤں بن گئی ہے۔ انٹرنیٹ ہے' ٹیلی ویژن ہے ڈش انٹینے ہیں۔ ساری دنیا میں کہیں مشاعرہ ہو رہا ہے آپ سن رہے ہیں' کہیں گیم ہو رہی ہے آپ دیکھ رہے ہیں' کہیں خبریں آ رہی ہیں آپ سن رہے ہیں تو ساری دنیا ایک چھوٹے سے آئینے میں اب تو ہر ایک کے سامنے ہوتی ہے اور پوری دنیا میں مظلوموں کا ایک بڑا طبقہ ہے۔ کہیں مظلوموں کو کوئی سہارا ملا تو دنیا کے سارے مظلوم اس کے ساتھ ملتے چلے جائیں گے۔ اب اس کا علاج تو یہ تھا کہ جب انہوں نے سمجھ لیا تھا تو وہ خود توبہ کرتے لیکن ان کی مجبوری یہ ہے کہ ہماری توبہ کا معنی تو پھر غلبہ اسلام ہی ہے۔ ارے بے وقوفو! غلبہ اسلام تو مقدر ہے کائنات کا اس لئے کہ اس دین کو مٹنا نہیں ہے' اس کتاب کو مٹنا نہیں ہے' اس نور کو بجھنا نہیں ہے' اللہ کے آخری نبی اور رسول ﷺ کی شمع نبوت ہمیشہ فروزاں رہے گی۔ یہ کتاب اللہ کائنات میں موجود رہے گی' اس پر عمل کرنے والے موجود رہیں گے' سنت نبویؐ ہمیشہ زندہ رہے گی۔ اب اگر تم نے ظلم کا اتنا گرد و غبار اڑا لیا تو اس غبار کو صاف کرنے والا طوفان اور سیلاب بھی وہ بھیج دے گا۔ سارا رطب ویابس بہا کر لے جائے گا۔ تو بہتر تو یہ ہوتا کہ جنہوں نے سمجھا ہے وہ توبہ کر لیتے لیکن اگر انہیں توبہ کی توفیق نہیں ہے تو اے کاش مسلمان ہی یہ بات سمجھ جاتا۔ اور یہ مت بھولئے کہ میں یا آپ ہم نہیں مانیں گے تو یہ کام نہیں ہو گا۔ یہ کام ہونے والا ہے اور قادر مطلق کرنے والا ہے یہ ہو کے رہے گا۔

سیدنا فاروق اعظمؓ نے فرمایا۔ ظلم ختم کرو۔ وگرنہ اپنی ذات پر بیت جانے کے بعد اس قابل نہیں رہو گے کہ تمہیں سبق بھی نصیب ہو' پھر دوسروں کے لئے باعث عبرت بن جاؤ گے

اذا اراد شیئا" ان یقول لہ کن فیکون۔ جب کسی بات کا ارادہ کر لیتا ہے تو حکم دیتا ہے ہو جاؤ ہو جاتا ہے۔ یہ جو بات آج ہمارا برسراقتدار طبقہ کہتا ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا یہی بات مکے والے کہا کرتے تھے جب حضور ﷺ نے اعلان فرمایا تھا کہ جیسا یہ (نبی اکرم ﷺ) کہتے ہیں ایسا ہونا ممکن نہیں ہے' یہ نہیں ہو سکتا۔ ساری دنیا پر معاشی نظام سود کا ہے اور اللہ کا یہ بندہ کہتا ہے سود آج سے بند ہے' کیسے بند ہو سکتا ہے۔ پوری دنیا کا نظام یہ روک سکتا ہے؟ ساری دنیا بتوں کی پوجا کرتی ہے اور یہ فرماتا ہے کہ بتوں کی پوجا چھوڑ دو۔ صرف مکے میں چھڑا دے گا' عرب میں چھڑا دے گا' روئے زمین پر کیسے چھڑا

سکتا ہے۔ ساری دنیا ظلم کرتی ہے اور یہ فرماتا ہے ظلم نہ کرو کون رکے گا اس سے۔ وہ جو ظالم ہوتا ہے' بڑے بڑے بادشاہ ہیں' امراء ہیں' سلطان ہیں' فوجیں ہیں تو دو چار فقیر سے لوگ غریب سے بندے اگر ایمان لے بھی آئے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ دنیا کو ظلم سے پاک کر دیں گے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن انہوں نے دیکھ لیا ایسا ہو گیا۔ آج بھی جو اس بات پر جمے ہوئے ہیں کہ جی ایسا نہیں ہو سکتا انہیں وہیں سے سبق سیکھ لینا چاہئے۔

سیدنا فاروق اعظمؓ نے فرمایا۔ ظلم ختم کرو۔ وگرنہ اپنی ذات پر بیت جانے کے بعد اس قابل نہیں رہو گے کہ تمہیں سبق بھی نصیب ہو' پھر دوسروں کے لئے باعث عبرت بن جاؤ گے۔

تو حضرات گرامی! آج دنیا پھر ظالم اور مظلوم دو حصوں میں تقسیم ہو چکی ہے خواہ وہ اسلامی ریاستیں ہوں یا غیر اسلامی ریاستیں۔ وہ پاکستان ہو' کشمیر ہو یا ہندوستان' چین ہو' جاپان ہو' یا یورپ ہو یا امریکہ یا دنیا کا کوئی اور ملک۔ امریکہ میں بڑے بڑے روساء بھی ہیں اور آدھی آبادی فٹ پاتھ پر بھی سوتی ہے۔ ایسے لوگ بھی ہیں جو دولت گن نہیں سکتے اور ایسے بھی ہیں جو تین تین جگہ آٹھ آٹھ گھنٹے نوکری کرتے ہیں۔ چوبیس گھنٹے مزدوری کرنے کے بعد دو وقت کا کھانا میسر نہیں آتا۔ یورپ میں بھی' برطانیہ ویلفیئر سٹیٹ ہونے کی بنا پر سب سے اچھی ریاست ہے جسے جارج ششم کے زمانے میں ویلفیئر سٹیٹ بنایا گیا۔ ویلفیئر بنانے کے سارے اصول انہوں نے قرآن حکیم سے لئے لیکن چونکہ Over All تو کفر ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ برطانیہ میں بھی آپ کو لوگ فٹ پاتھ پر' پلوں کے نیچے' ڈرموں میں پڑے ہوئے سوتے نظر آئیں گے۔ میں نے امریکہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے بوڑھے لوگوں کو کہ وہ کوڑے کے ڈھیروں سے کھانا اور بیئر کے خالی ڈبے اکٹھے کر کے قطرہ قطرہ نچوڑ کے پی رہے ہوتے ہیں اور ڈبل روٹیوں کے ٹکڑے گندگی میں تلاش کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ جو ہمارے ہاں تصور ہے نا کہ امریکہ میں کوئی جنت ہے وہاں بھی دو طبقے ہیں ظالم اور مظلوم۔ کہتے ہیں دنیا کا خوبصورت ترین شہر پیرس ہے لیکن پیرس کی ساٹھ فیصد آبادی کے پاس مکان نہیں ہے۔ کہیں بھی آپ چلے جائیں دو ہی طبقے آپ کو ملیں گے' ظالم اور مظلوم۔ مشرق ہو یا مغرب' شمال ہو یا جنوب' اگر روئے زمین پر یہ تقسیم پھر سے بن گئی ہے تو وہ شیر جو ظلم کو مٹانے کے لئے اللہ نے نازل فرمایا تھا جسے اسلام کہتے ہیں وہی شیر پھر بیدار ہو گا۔ پھر ظلم کے دانت ٹوٹیں گے' پھر مظلوم کی آہ سنی جائے گی' پھر مظلوم کو انصاف دلایا جائے گا انشاء اللہ جس کو آپ پاکستان کہتے ہیں۔ یہ جتنی عمارت عدل کی قائم ہونے جا رہی ہے روئے زمین پر انشاء اللہ اس کی بنیاد یہ مٹی ہو گی' یہ وطن عزیز ہو گا۔ جن کی سمجھ میں نہیں آتا نہ آئے۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو آسمان کے تیور بھانپ لیتے ہیں اور سمجھ جاتے ہیں کہ طوفان آنے والا ہے اور کچھ وہ ہوتے ہیں جن کے آدھے کپڑے جب اڑ جائیں تب سمجھ آتی ہے کہ طوفان آگیا۔ پھر آنکھوں میں مٹی پڑ رہی ہوتی ہے پھر گھر کا راستہ بھی نظر نہیں آتا اور یہ تجزیہ جو ہے اسے سمجھنے کے لئے دل کی آنکھ چاہئے بصارت تو کافر کے پاس بھی ہے بصارت قلبی کی ضرورت ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس زمانے میں جو پیشین گوئیاں کیں' حالات کا آپ ﷺ نے جو تجزیہ فرمایا اور حالات میں گردش اور عدل کی واپسی کا جو ذکر آپ ﷺ نے فرمایا' ان کا جب بنظر غائر مطالعہ نصیب ہو تو اس مٹی کے علاوہ کوئی دوسری جگہ سمجھ نہیں آتی۔ پھر میں پیش گوئی نہیں کر رہا میں حالات کا تجزیہ کر رہا ہوں پیش گوئی کبھی کی تھی وہ ہو گئی اور وہ میری نہیں تھی من جانب اللہ ایک بات آگئی زبان پر اللہ نے کہلوا دی ہم نے کہہ دی۔ پوری کرتا ہے وہ جانے نہیں کرتا ہے وہ جانے وہ اس کی بات تھی ہم نے کہہ دی۔ میں تجزیہ کر رہا ہوں حالات کا۔ اس مٹی پر حضور ﷺ کی پیش گوئی موجود ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج دنیا میں سب سے زیادہ صحیح اور کمال کا علم دین اس مٹی پر ہے۔ آپ دنیا پھر جائیں میں نے دنیا پھر کے دیکھی ہے عرب و عجم سارا پھرا ہے جس پائے کے علمائے حق اس مٹی پر موجود ہیں ان کے پائے کا عالم دنیا میں دوسرا نہیں ہے۔ جس طرح کے سادہ دل اور نیک مسلمان اس زمین پر ہیں ایسا مسلمان روئے زمین پر پھر جائیں نہیں ملتا۔ دنیا کے کسی ملک میں آپ چلے جائیں اس ملک کی تو اسی فیصد سے زیادہ آبادی باعمل مسلمانوں کی ہے یہ الگ بات ہے کہ چند غنڈے اس ملک پر' حکومت پر قابض ہیں۔ یہ الگ بات ہے حکمرانوں کو' حکمرانوں کے چیلوں چپٹوں کو' خدمت کمیٹیوں والوں کو چھوڑ دیں تو باقی کون سا بندہ ہے جو دین سے سر مو انحراف کرتا ہے۔ ہر بندے کی کوشش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ دین پر عمل کرے۔ نہ اس طرح کے مسلمان دنیا میں کہیں موجود ہیں نہ اس طرح کا اسلامی علم دنیا میں کہیں موجود ہے۔ یہ تو وہ ہیں جو ظاہری حالات ہیں اور اس کی اصل یہ ہے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ اس سرزمین سے مجھے ٹھنڈی ہوا آتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس سرزمین سے مجاہد اٹھیں گے' اور فرمایا میں شہادت دیتا ہوں کہ ان کے ساتھ جو شامل ہو گا وہ جنتی ہو گا۔ آپ ﷺ نے ایک پیش گوئی فرمائی تھی قسطنطنیہ کے بارے میں کہ اس شہر کو جو لشکر فتح کرے گا وہ سارا لشکر جنتیوں کا ہو گا اور یا آپ ﷺ نے اس خطے سے اٹھنے والے مجاہدوں کے لئے پیش گوئی فرمائی۔ یہ ساری باتیں ایسی

نہیں ہیں کہ انہیں دیکھتے بھالتے سمجھا نہ جائے۔ جو نہیں سمجھ رہے انہیں سمجھانے کا ڈھنگ قوانین فطرت کو آتا ہے لیکن جب دیر بعد سمجھ آتی ہے تو وہ مفید نہیں ہوتی۔ سمجھ تو فرعون کو بھی آگئی تھی لیکن غوطے کھانے کے بعد۔ اس نے کہہ دیا امنت برب موسٰی وہارون۔ اس بے نیاز نے فرمایا الئن اب کہتا ہے وقد کنت من الکفرین۔ جب وہ تیرے دروازے پر کھڑے تھے تب اکڑتا تھا' کفر کرتا تھا۔ اب موت سامنے آگئی تو اب مانا' تیرے ماننے کا کیا فائدہ۔ اب مان نہ مان اب کوئی فائدہ نہیں۔ تو دعا ہی کر سکتے ہیں میری تو دعا ہے کہ اللہ ہمارے حکمرانوں کو بھی سمجھ دے' اہل وطن کو بھی سمجھ دے دے ہر مسلمان کو یہ شعور دے دے اس لئے کہ جو سمجھ جائیں گے وہ اس قافلے میں شریک ہوں گے اور آج کے زمانے میں اگر میں سمجھتا ہوں میری رائے یہ ہے کہ اگر باپ کسی بیٹے کو دعا دینا چاہتا ہے' ماں کسی فرزند کو دعا دینا چاہتی ہے' بہن کسی بھائی کے لئے ہاتھ اٹھاتی ہے' کوئی پیر فقیر کسی مرید کو دعا دینا چاہتا ہے' کوئی عالم کسی شاگرد کو دعا دینا چاہتا ہے' کوئی دوست کسی دوست کو دعا دینا چاہتا ہے تو آج کی سب سے اعلیٰ دعا یہ ہے کہ اللہ اسے اس قافلے میں شریک کر دے جو نفاذ اسلام کے لئے اللہ پسند فرمائے۔ سب سے اعلیٰ دعا جو آج کسی کو دی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ وقت آگیا ہے اللہ کے کچھ بندے کھڑے ہوں گے' باطل کو ہٹنا پڑے گا راستے سے یا پھر اللہ کی توفیق سے وہ اسے ہٹا دیں گے۔ دین نافذ ہوگا' عملاً' نافذ ہوگا اور یہ وطن بنیاد بنے گا اور دین روئے زمین پر غالب آئے گا اور پھیلے گا انشاء اللہ العزیز۔ آج کی سب سے اعلیٰ دعا یہ ہے کہ میں بھی سب کے لئے کرتا ہوں آپ بھی کریں کوئی دعا دینا چاہے تو اس سے بھی کہیں کہ یہ دعا دے کہ غلبہ اسلام کے لئے جن لوگوں کو اللہ پسند فرمائے اللہ میرا نام بھی ان میں شامل کر دے۔ آمین

پیغام مغفرت

ڈسکہ سے سلسلہ عالیہ کے ایک ساتھی مرزا عبدالروف صاحب کے والد ماجد اور ڈسکہ ہی سے محمد سلیم کے والد ماجد (حاجی بشیر احمد) گزشتہ دنوں قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ جماعت کے تمام احباب سے ان کی مغفرت کیلئے دعا کی درخواست کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو کوئی
پانچوں نمازوں کو باجماعت مسجد میں ادا
کرنے کا اہتمام کرے گا اسے اپنی ذمہ داری
پر بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل کرے گا

شیخ محمد شکیل قصوری

ٹائر ڈیلر فاطمہ جناح روڈ سرگودھا فون۔ 716266-713148
موبائیل۔ 03451-739858

زرعی زمین برائے فروخت

145 ایکڑ چاہی زمین
واقعہ موضع کوٹ میانہ
تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا

برائے رابطہ

مخدوم حفیظ احمد برادران فون 714239

اکیسویں صدی کے تقاضے

چھٹی صدی عیسوی اور بیسویں صدی عیسوی کا اگر موازنہ کیا جائے تو حقیقت واضح ہوتی ہے کہ دونوں صدیاں ظلم وناانصافی اور بربریت کے لحاظ سے آپس میں مثال کی **مماثلت** رکھتی ہیں۔ چھٹی صدی عیسوی میں جس طرح انسانیت ظلم کے پنجے کی گرفت میں تھی آج بھی زیست ویسی ہی محرومیوں کا شکار ہے۔ جو جبر وناانصافی اس وقت کے طبقات بالا کا شعار تھا آج وہ پھر اپنے جوبن پر ہے۔ جس طرح کمزور اس وقت پس رہا تھا اسی طرح آج مظلوم ہے۔ اکیسویں صدی ہم سے کیا تقاضا کرتی ہے۔ مسلمانوں پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور ہم اس وقت کہاں کھڑے ہیں' اکیسویں صدی میں کیا کچھ ہونے والا ہے۔ زیر نظر مضمون میں ملاحظہ فرمائیں

خطاب مولانا محمد اکرم اعوان 12-11-98

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاؤلٰئک ھم الکافرون۔ وقال فی مقام آخر فاؤلٰئک ھم الظالمون وقال فی مقام آخر فاؤلٰئک ھم الفاسقون الھم سبحان لاعلم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔ مولایا صلی وسلم دائما ابداً علی حبیبک من ذانت بہ الرسل

لائق صد احترام صدر جلسہ۔ مہمانان گرامی' حضرات علماء کرام' لائق صد احترام وکلاء حضرات' برادران ملت' جانبازان اسلام' غازیان اسلام' جانثاران آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔

بڑا چرچا ہے اور بڑا شور ہے اور بڑے سیمینار اور بڑے مذاکرات ہو رہے ہیں سرکاری سطح پر بھی اور غیر سرکاری سطح پر بھی۔ اور ایک غلغلہ بپا ہے کہ اکیسویں صدی میں داخل ہونا ہے آیئے ہم بھی جائزہ لیں کہ اکیسویں صدی کس بات کا تقاضا کرتی ہے۔ کیا مطالبہ کرتی ہے۔ کیا چاہتی ہے ہم کون ہیں ہم کیا ہیں اور ہمارے ذمے کیا ہے کہ اکیسویں صدی میں ہم کس حال میں کس طور طریقے سے داخل ہوں۔

آج اسے جلسہ نہ سمجھیں بلکہ آپس میں یہ بات سمجھنے اور سمجھانے کی ایک میٹنگ سمجھ لیں۔ ایک زمانہ تھا اسی زمین پر یہ بوڑھا سورج گواہ ہے۔ سن رسیدہ آسمان کو یاد ہے وہ زمانہ تھا چھٹی صدی عیسوی کا۔ پانچ صدیاں بیت چکی تھیں عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کو اور چھٹی صدی جاری تھی۔ چھٹی صدی عیسوی میں حال یہ تھا اور اس عہد کا تاریخی اعتبار سے جائزہ لیا جائے تو روئے زمین پر بڑی بڑی سلطنتیں تھیں۔ حکومتیں تھیں۔ رومن امپائر تھی ایرانین (IRANIAN) حکومت تھی۔ قیصروکسریٰ جیسے بڑے بڑے سلطان اور بادشاہ شہنشاہ بیٹھے تھے۔ ہر قریئے پہ کوئی حکمران تھا۔ ہر قبیلے پہ کوئی حکمران تھا۔ ہر ملک کا کوئی حکمران تھا۔ زمین حکمرانوں سے پر تھی۔ بزعم خویش انہوں نے نام نہاد عدالتیں بھی بنا رکھی تھیں۔ نظام سلطنت بھی تھا۔ محکمے بھی تھے لیکن انسانیت کا یہ حال تھا کہ انسانیت چیخ رہی تھی' بلک رہی تھی' مظلوم تھی' تڑپ رہی تھی اور ایک ایک لقمے کے لئے لوگوں کے گلے کٹ رہے تھے۔ ایک شخص کی عیاشی کے لئے سینکڑوں گلو کاٹے جاتے تھے اور حکمران کو چند لمحے خوشی دینے کے لئے بھوکے درندوں کے سامنے انسانوں کو ڈال دیا جاتا تھا۔ پوری دنیا اللہ کے نام سے ناآشنا تھی۔ اللہ کی عبادت سے ناآشنا تھی۔ تصور آخرت سے ناآشنا تھی اور اس کے ساتھ سماجی اور معاشی ظلم کا یہ حال تھا کہ جیسا قرآن کریمہ میں مذکور ہے کہ عرب اپنی بیٹیاں زندہ گاڑ دیتے تھے۔ نئی پیدا ہونے والی بچی کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ کیوں کرتے تھے کبھی آپ نے یہ بھی سوچا۔ ہم یہ تو کہتے ہیں کتنے ظالم تھے کتنے برے تھے۔ کتنے سخت دل تھے اپنی اولاد کو زندہ گاڑ دیتے تھے۔ کبھی ہم نے یہ بھی سوچا کہ ایسا کیوں کرتے تھے اس لئے کہ عورت اتنی مظلوم تھی کہ معاشرے میں بے آبرو ہونا گویا ہر عورت کا مقدر ہو گیا تھا۔ جس میں ذرا غیرت ہوتی تھی وہ بیٹی کا وجود برداشت نہیں کرتا تھا۔ بلاوجہ نہیں گاڑ دیتے تھے کہ بیٹی ہے اسے گاڑ دو۔ حالات اتنے بدتر تھے کہ کہیں تحفظ اور ناموس کا' عزت اور آبرو کا تصور باقی نہیں تھا۔

ہر طاقتور کمزور کا گلا کاٹ کر اس سے مال چھین لیتا تھا گھوڑوں کو پہلے پانی پلانے پر انسانوں کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ معمولی معمولی جھگڑے پہ ہزاروں آدمی ذبح کر دیئے جاتے تھے اور کوئی پوچھنے والا نہیں تھا۔ زمین پر گمراہی بھی تھی اور ظلم بھی اپنی انتہا کو چھو رہا تھا۔ رب العالمین کی ربوبیت جوش میں آئی۔ رب کہتے ہیں اس ہستی کو جو ضرور تمند کی ہر ضرورت ہر وقت ہر حال میں پوری کر رہا ہو۔ اس کی ربوبیت کا تقاضا ہوا کہ اپنی مخلوق کی رہنمائی کرے۔ ان کی ہدایت کا اہتمام کرے۔ تاکہ یہ کفر کی تاریکیوں سے نکلیں اور جرات رندانہ دے اور وہ قیادت دے جو

انہیں ظلم کے خلاف سینہ سپر کر دے اور زمین پر سے ظالموں کا خاتمہ کر کے زمین پر عدل قائم کیا جائے اور اس بندے کو بھی انصاف ملے جو اللہ کو نہیں مانتا۔ جو نبی ﷺ کو نہیں مانتا۔ جو ہدایت نہیں پاتا زندہ رہنا اس کا بھی حق ہے۔ اس کے بنیادی حقوق کا بھی تحفظ کیا جائے۔

یہ عظیم رتبہ آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کے حصے میں آیا تو آپؐ نے اس لق ودق صحرا میں چھوٹی سی پہاڑی پر کھڑے ہو کر اعلان فرمایا! "یاایھا الناس اے اولاد آدم تم جہاں کہیں بھی ہو انی رسول اللہ علیکم جمیعا میں تم سب کے لئے اللہ کی طرف سے رسول مبعوث ہوا ہوں"۔ جب ساری دنیا صرف دکھ دے رہی تھی ایک آواز آئی "قولو لا الہ الا اللہ تفلحوا! آؤ میرے پاس کلمہ حق قبول کر لو سارے دکھ ساری پریشانیاں یہاں چھوڑ دو ساری خوشیاں ساری محبتیں لے جاؤ"۔ جس زمانے کا زمانہ' جس عہد کا پورا عہد' جس عہد کا ہر فرد محبت سے' شفقت سے' عدل سے' انصاف سے ناآشنا تھا۔ وہاں ایک آواز تھی اللہ کے حبیب ﷺ کی۔ "آؤ ساری پریشانیاں یہاں رکھ دو محبتیں' شفقتیں' عزتیں' آبرو ہر چیز اس دروازے سے لے جاؤ"۔

دنیا نے پہلے بھی بے شمار قوانین بنائے۔ دنیا آج بھی بنا رہی ہے۔ ایک قوم کے قوانین دوسری کو راس نہیں آتے۔ ایک ملک کے ضابطے دوسرے ملک میں چلائے نہیں جا سکتے۔ حتیٰ کہ ایک ہی ملک کے ایک حصے کا قانون دوسرے حصے پر چلانا ممکن نہیں رہتا۔ خود امریکہ کو دیکھ لیجئے جو آج کی جدید تہذیب کا علمبردار ہے اور بزعم خویش دنیا کا پولیس مین بنا ہوا ہے۔ آدمیت کی' انسانیت کی اور بھلائی کی باتیں کرتا ہے۔ ذرا اس کا حال دیکھ لیجئے۔ امریکہ کی کسی ایک ریاست کا ضابطہ کسی دوسری ریاست سے نہیں ملتا۔ اتنا فاصلہ ہے کہ ایک ریاست میں قتل کی سزا موت ہے اور دوسری میں سزا موت نہیں ہے۔ یعنی تھوڑے تھوڑے فاصلے نہیں۔ اس حد تک فاصلہ ہے کہ کچھ ایسی ریاستیں ہیں جہاں سزائے موت منع ہے کچھ ایسی ریاستیں ہیں جہاں قتل کی سزا موت ہے۔

جب ایک ملک کی ریاستوں کے ضابطے نہیں مل سکتے تو کیا یہ آسان کام تھا کہ پوری دنیا کے لئے ضابطہ حیات بنا دیا جائے وہ چینی جاپانی ہو وہ روسی' فرانسیسی ہو' وہ شمال میں بستے ہوں جنوب میں بستے ہوں' وہ امریکہ میں رہتے ہوں وہ افریقہ میں رہتے ہوں' وہ برصغیر میں ہوں یا آسٹریلیا میں' جہاں کہیں بھی ہوں ایسا طریق عبادت وضع کیا جائے جو ہر فرد کے لئے ہر موسم ہر حال ہر ملک میں قابل عمل ہو۔ ایسا طریق انصاف مہیا کیا جائے جو ہر ملک میں ہر حال میں ہر عہد میں قابل عمل ہو۔ ایسے حقوق وفرائض کی ترتیب بنائی جائے جو دنیا کے ہر فرد کو راس آئے۔ یہ کام انسان نہیں کر سکتا تھا۔ یہ اس نے کیا جس نے انسان پیدا کیا۔ جس نے انسانیت بنائی۔ جس نے انسان بنائے انسانوں کی ضروریات بنائیں۔ انسانوں کو فکر رسا دی۔ انسانوں کو شعور دیا' آگہی دی' قلب وآرزو دی۔ اس رب العالمین نے اپنے نبی ﷺ کو وہ ضابطہ حیات دیا جو پوری دنیا کے لئے قابل عمل بھی تھا اور ہمیشہ کے لئے مفید بھی تھا۔

> آج حضرات ہم اکیسویں صدی کے دروازے پر دستک دے رہے ہیں۔ اس حال میں کہ حکومتیں ہیں' سلطنتیں ہیں' ریاستیں ہیں' بادشاہ ہے' فوجیں ہیں' عدالتیں ہیں' ادارے ہیں' محکمے ہیں لیکن انصاف نہیں ہے

یہ صرف میرا عقیدہ نہیں ہے۔ میرا عقیدہ آپ کا عقیدہ اپنی جگہ' یہ بات تاریخ کے اوراق میں سونے کے حروف سے لکھی ہوئی ہے کہ اللہ کے اس حبیب ﷺ کے خادموں نے وصال نبوی ﷺ کے بعد تیس برس میں ہسپانیہ سے جاپان اور چین تک اور سائبیریا سے افریقہ تک ایک ریاست بنا دی جس کی نظیر تاریخ انسانی میں نہ پہلے ملتی ہے نہ بعد میں ملتی ہے اور اتنی بڑی ریاست پر وہی قانون نافذ تھا جو قرآن میں اللہ نے نازل فرمایا اور ہر قوم کو اس میں سکون کا سانس ملا۔ اللہ کی قسم کافر کو بھی کبھی انصاف نصیب ہوا تو اسلام کے زیر نگیں آکر چھٹی صدی عیسوی کے آخر میں' آخری چوتھائی میں اور پھر ساتویں صدی عیسوی نہال ہوگئی۔ پانچ سو سال کی کفر کی تاریکیاں چھٹ گئیں۔ ظلم وجور کی مثالیں ختم ہوگئیں۔ ہر فرعون کی فرعونیت ختم ہو گئی اور اللہ کی زمین پر اللہ کے بندے صرف اللہ سے ڈر کر زندہ رہنے کے قابل ہو گئے۔

> اکیسویں صدی آج پھر وہاں کھڑی ہے جہاں چھٹی صدی عیسوی کا نصف تھا۔ حکمرانوں کا یہ عالم ہے کہ دنیا میں پچاس سے زیادہ ریاستیں مسلمانوں کی ہیں لیکن افسوس اسلام کی کوئی ریاست نہیں۔ مسلمانوں کی ہیں اسلام کی نہیں۔ حکمران مسلمان ہیں لیکن طریق سیاست مغربی ہے

آج حضرات ہم اکیسویں صدی کے دروازے پر دستک دے رہے ہیں۔ اس حال میں کہ حکومتیں ہیں' سلطنتیں ہیں' ریاستیں ہیں' بادشاہ ہے' فوجیں ہیں' عدالتیں ہیں' ادارے ہیں' محکمے ہیں لیکن انصاف

نہیں ہے۔ بے شمار محلے ہیں لیکن آج صرف پاکستان میں نہیں' پیرس اور نیو یارک کی گلیوں میں بھی ساٹھ فیصد لوگ ایسے ہیں جن کے پاس رہنے کو مکان نہیں' رات کو فٹ پاتھ پر سوتے ہیں کچھ لوگ بلٹ پروف شیشے کے گھروں میں رہتے ہیں ایک ایک گھر اربوں روپے سے بنا ہے اور اسی ملک کے کچھ لوگ اس عالیشان عمارت کے نیچے سڑک پر فٹ پاتھ پر سوتے ہیں۔ میں نے امریکہ میں دیکھا کوڑے کے ڈھیر پہ لوگ ڈبل روٹی کے ٹکڑے تلاش کر رہے ہوتے ہیں۔ میں اس کا گواہ ہوں' میں نے امریکہ کے شہروں میں دیکھا لوگ شراب پی کے جو ڈبے پھینک دیتے ہیں کچھ بیچارے وہ بھی ہوتے ہیں جو کوڑے کے ڈھیر سے وہ ڈبے اٹھا اٹھا کر ایک ایک قطرہ ان میں سے کسی ایک ڈبے میں ڈال رہے ہوتے ہیں جب وہ گھونٹ بن جاتا ہے تو سڑک پر کھڑے ہو کر پی لیتے ہیں۔ میرے پاس ان کی تصویریں پڑی ہیں۔

اکیسویں صدی آج پھر وہاں کھڑی ہے جہاں چھٹی صدی عیسوی کا نصف تھا۔ حکمرانوں کا یہ عالم ہے کہ دنیا میں پچاس سے زیادہ ریاستیں مسلمانوں کی ہیں لیکن افسوس اسلام کی کوئی ریاست نہیں۔ مسلمانوں کی ہیں اسلام کی نہیں۔ حکمران مسلمان ہیں لیکن طریق سیاست مغربی ہے۔ حکمران مسلمان ہیں لیکن طریق انصاف مغربی ہے۔ حکمران مسلمان ہیں لیکن طریق عدالت مغربی ہے۔ حکمران مسلمان ہیں طریق تعلیم مغربی ہے۔ مسلمانوں کی ریاستیں ہیں اسلام کی کوئی نہیں اور قرآن حکیم ایسی ریاستوں کے بارے کیا فرماتا ہے۔ فرماتا ہے؟ "من لم یحکم بما انزل اللہ فاؤلئک ھم الکافرون۔ وہ لوگ جو اللہ کا نازل کردہ نظام چھوڑ کر کوئی اور نظام اپنائیں گے وہ کافر ہونگے۔

میں نہیں کہہ رہا میں تو مسلمان مانتا ہوں انہیں وہ خود پڑھیں قرآن کو' وہ خود قرآن کی تفسیر پڑھیں' وہ خود علماء سے پوچھیں۔ لے آؤ قرآن شریف سر پہ اٹھا کے۔ سورۃ مائدہ میں سے یہ آیت نکال کے کسی عالم سے پوچھو قرآن کہتا ہے "من لم یحکم بما انزل اللہ۔ اللہ نے جو نظام نازل کیا ہے اس کے علاوہ جو حکومت اور حکمرانی کرے گا کسی دوسرے نظام پہ فاؤلئک ھم الکافرون۔ وہ کفر کی حکومت ہوگی۔" اور صرف کفر نہیں فرمایا۔ پھر اس میں ایک اور آمیزش بھی ہوگی "من لم یحکم بما انزل اللہ فاؤلئک ھم الظالمون۔ صرف کفر پر اکتفا نہیں ہوگی اس میں ظلم بڑھے گا"۔ عدالتیں ہونگی لیکن انصاف ملے گا نہیں بکے گا۔ اس لئے بکے گا کہ وہ انصاف ہوگا ہی نہیں۔ اس قانون کو جو اللہ نے نازل فرمایا چھوڑ کر جو انصاف کیا جائے اسے اللہ ظلم کہتا ہے۔ فرماتا ہے ظلم بڑھے گا انصاف نہیں ہوگا۔ اور تیسری بات فرمائی۔ "فاؤلئک ھم الفاسقون۔ بدکاری بڑھے گی۔ برائی بڑھے گی۔ وہ لوگ فاسق وفاجر ہوں گے۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب ریاستوں کے سربراہ اور دنیا کی سب سے بڑی حکومت اور بزعم خویش سپر پاور کا سربراہ' ہماری سپر پاور تو رب العالمین ہے' اپنے زعم میں جو خود کو سپر پاور کہلاتا ہے' اگر اس ریاست کا سربراہ' اگر امریکہ کا سربراہ قوم کی بیٹی کی عزت سے کھیلتا ہے تو پھر اور فسق وفجور کی کوئی حد ہے۔ جب ریاستوں کے سربراہوں کو یہ کہا جائے کہ تم لوگوں کی آبرو لوٹتے ہو تو اس کے بعد کچھ باقی بچتا ہے؟ پھر فسق وفجور کا کوئی اور درجہ ہے؟

حضرات گرامی! امریکہ کا ایک مقدمہ آرہا تھا ٹیلی ویژن پر اور میں بڑی دلچسپی سے وہ سن رہا تھا۔ وکیل نے اس میں استدعا کی جج کے سامنے کہ جناب آپ ہمیں مختلف بحثوں میں مت ڈالئے ہم آپ سے کوئی حمایت نہیں چاہئے۔ ہمیں صرف انصاف چاہئے۔ آپ انصاف دیجئے۔ اس جج نے کہا۔ میں تمہیں انصاف نہیں دے سکتا۔ مجھے قانون کے مطابق فیصلہ کرنا ہے اور اس کا پابند ہوں۔ اگر قانون ہی میں انصاف نہیں ہے تو میں کہاں سے دونگا۔

یہ اعتراف ہے ایک غیر مسلم جج کا جس کے پاس قانون کا علم تھا۔ اس نے کہا کہ حضور آپ مجھ سے انصاف نہیں مانگئے میں اس بات کا پابند ہوں کہ مروجہ قانون کے مطابق فیصلہ کرونگا اور اگر قانون میں انصاف نہیں ہے تو میں انصاف کہاں سے دونگا۔ یہی بات قرآن حکیم فرماتا ہے کہ جو نصاب عدل کا اللہ نے نازل فرما دیا صرف وہی عدل ہے اور یہی ختم نبوت کا معنی ہے"۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اللہ نئے نبی نہیں پیدا کر سکتا تھا یا قدرت باری معذور ہوگئی۔ بات یہ نہیں 'تھی' بات یہ تھی کہ بعثت محمد رسول اللہ ﷺ نے قیامت تک نسل انسانی کی ضرورت پوری کر دی۔ عقیدے کے اعتبار سے بھی اور عمل کے اعتبار سے بھی' نظام سلطنت کے اعتبار سے بھی' حقوق وفرائض کے اعتبار سے بھی' عدل وانصاف کے اعتبار سے بھی' تعلیم وعلم کے اعتبار سے بھی' سیاست اور حکومت کے اعتبار سے بھی ہر وہ ضرورت جو معاشرے کی تھی وہ پوری کردی محمد رسول اللہ ﷺ نے مبعوث ہو کر اور نئی نبوت کی ضرورت باقی نہ رہی۔

آج ہم مرزا قادیانی کے خلاف تو ابھی تک جلسے کرتے ہیں جسے حکومت نے بھی خواستہ یا نخواستہ غیر مسلم قرار دے ہی دیا ہے۔ پاکستانی دستور نے بھی غیر مسلم قرار دے دیا۔ یہ نہ بھی دیتے تو غیر مسلم تو وہ ہی لیکن چلو "متفق گردید رائے بوعلی با رائے من" ان دانشوروں کی رائے بھی مل گئی اور اس کے پیروکار بھی جانتے ہیں کہ یہ جھوٹا ہے۔ یہ کتنا جھوٹا ہے وہ بھی جانتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ دنیوی مفاد انہیں

اپنے پیچھے لئے پھرتے ہیں۔ لیکن کیا یہ ختم نبوت کا انکار نہیں ہے کہ جو نظام رسول ﷺ نے دیا جس کے لئے لوگوں نے جانیں دیں' قربانیاں دیں' عزتیں نیلام کیں' بچے لٹوائے' خون دیا' قتل ہوئے' ہجرتیں کیں۔ اس نظام کو نافذ نہیں ہونے دے رہے ارے ان امراء اور وزراء اور حکماء کے لئے کوئی گھر لٹانے کو تیار تھا؟ یہ جو دو فیصد حکمران طبقہ ہے اٹھانوے فیصد پر مسلط ان کی حکومت کے لئے کسی نے قربانیاں دی تھیں' یا کوئی دینے کو تیار تھا یا آج ہے؟ ظالمو! وہ تو دیوار پر بھی لکھ رکھا ہے۔ سرکاری طور پر بھی دکھانے کے لئے کہ پاکستان کا مطلب کیا ہے لا الہ الا اللہ۔ پچاس اکاون سال سے اسے دھوپ لگوائی جا رہی ہے دیواروں پر لکھ کے۔

حضرات گرامی! اکیسویں صدی منتظر ہے پھر اس انقلاب کی جس میں کفر و شرک کے اندھیرے چھٹ جائیں' اس انقلاب کی جس میں ظلم وجور مٹ جائیں' اس انقلاب کی جس میں عدل وانصاف ہو' جس میں ہر غریب تک بھی اس کا حق پہنچے۔ جس میں ملکی وسائل پر حکمران ٹولہ ہی نہیں دور دراز تک کا دیہاتی بھی اپنا حق رکھتا ہو' اور جس ملک میں انسان تو انسان کتوں کو بھی بھوکے نہ مرنے دیا جائے۔

وزیراعظم بڑا درد دل رکھتے ہیں۔ اور اس کی بڑی نمائش بھی کرتے ہیں کہ جہاں کوئی کسی عورت کی بے آبروئی کا واقعہ ان کے علم میں آتا ہے وہاں فوراً" تشریف لے جاتے ہیں۔ ان کے آنے جانے پر اور ٹیلی ویژن کے آنے جانے پر اور ساتھ ساری حکومت کے بھاگنے پر چار پانچ کروڑ روپے سرکاری خزانے سے نکل جاتے ہیں۔ جس گھر کی عزت لٹی اسے ٹی وی پر دنیا کے باون ممالک دیکھتے ہیں اس بچی کو اس کے شرمسار باپ کو' اس کے درد سے مرتی ہوئی ماں کو' اور پتہ ہے جہاں جہاں حکومت تشریف لے گئی' پچھلے عہد حکومت میں چار جگہ وزیراعظم صاحب گئے۔ آخر بعد میں فیصلے یہ ہوئے کہ دو کا انکار کر دیا گیا کہ یہ واقعہ ہی نہیں ہوا اور دو میں عدم ثبوت پر ملزم بری ہو گئے۔

یہی عدل ہو رہا ہے نا۔ اور یہ عدل تو مسلمان کر رہے ہیں' کافروں کے عدل کی تو بات ہی نرالی ہے۔ میں سان فرانسکو میں تھا تو میں نے سوچا کیلیفورنیا یونیورسٹی دیکھ لیں۔ کیلیفورنیا یونیورسٹی کے پڑھے ہوئے لوگوں نے ہم پہ حکومت کی ہے۔ ہمارے بعض نامور حکمران کیلیفورنیا یونیورسٹی سے آتے ہیں تو میں یونیورسٹی وزٹ کرنے چلا گیا۔ تو وہاں لڑکیوں اور لڑکوں نے جلوس نکالا ہوا تھا کہ پرنسپل جو تھا یا جو جامعہ چانسلر تھا اس نے پابندی لگا دی تھی کہ ننگا ہونے کے لئے وائس چانسلر کی اجازت چاہیے ہوگی۔ جسے اجازت نہیں ہوگی وہ بے لباس نہیں پھر سکتا۔ ذرا قوم کی تہذیب دیکھئے۔

اس حکم کے خلاف (NUDE CLUB) والوں نے' ننگوں کے کلب نے جلوس نکالا ہوا تھا یونیورسٹی کی ساری نوجوان بچیاں اور نوجوان لڑکے مادر زاد ننگے تھے۔ ایک ایک چپل پاؤں میں تھی اور اردگرد پولیس تحفظ کر رہی تھی کہ یہ یو ان کا بنیادی انسانی حق ہے۔ ارے ہمارے ہاں تو یہ حق گدھوں کو ہے' جانوروں کو ہے' گھوڑوں کو ہے' کتوں کو ہے' انسانوں کو تو یہ حق اللہ نے نہیں دیا۔ انسان کی تو ایک عظمت ہے اس کا ایک احترام ہے۔

آپ کا کیا خیال ہے وہاں عدل ہوتا ہوگا' وہاں انصاف ہوتا ہوگا؟ معاشی اعتبار سے وہ بھی اتنا ظالمانہ نظام ہے کہ اب امریکہ کی معیشت ریورس آرڈر میں چل رہی ہے یعنی یہاں آپ کما کر کھاتے ہیں وہاں پہلے بنک سے ادھار لیتے ہیں کھانے کے لئے' پھر کماتے ہیں ادھار اتارنے کے لئے۔

حضرات! اکیسویں صدی کا مطالبہ ہے پروردگار عالم کی بارگاہ سے کہ تیری دنیا پھر سے اندھیر ہو گئی ہے۔ کفر کی پوری کوشش ہے کہ گنبد خضرا کی شعاعوں کو وہ دبا دے' لیکن

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

یریدون ان یطفؤ نور اللہ بافواھھم۔ آج کے عہد میں اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ یہ سربراہان اپنے بکواسات سے' اپنے پراپوگنڈے سے اپنے ٹیلی ویژن سے' اپنے ریڈیو سے' اپنے رسالوں سے' اپنے اخبارات سے' تعلیمات محمد رسول اللہ ﷺ کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ اللہ کا نور ہے اور اللہ اسے روشن کریگا۔ مکمل کریگا۔ پوری دنیا پہ پھیلائے گا خواہ مشرکوں کو کتنا بھی برا لگتا رہے۔

اکیسویں صدی کا مطالبہ ہے رب العالمین سے کہ بارالہا! پھر سے نور محمد ﷺ کی جلوہ گری کر۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

یہ مطالبہ ہے اکیسویں صدی کا۔ آج دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھر جائیے۔ پڑھے لکھے لوگ تشریف رکھتے ہو۔ کہیں آپ کو حق' صداقت' انصاف نظر نہیں آتا۔ ظلم' جور' کفر' فسق وفجور دندناتا پھر رہا ہے آج کی اکیسویں صدی کا تقاضا ہے کہ اسلام پھر اس کی ضرورت ہے۔ اللہ رب العالمین ہے' انشاء اللہ اپنی مخلوق کو پھر نور مصطفیٰ سے روشنی عطا کرے گا کہ کوئی نیا نبی مبعوث نہیں ہوگا تو یہی نور مصطفیٰ پھر

سے سورج کی طرح طلوع ہو کر اس عالم کو منور کر دے گا اور اکیسویں صدی میں انشاء اللہ ہم اس حال میں داخل ہوں گے کہ ہمارے ایک ہاتھ میں قرآن کا چراغ ہوگا اور دوسرے ہاتھ میں انصاف کی تلوار ہوگی جو ہر ظلم کا مقابلہ کرے گی۔ اور یہ ہر روز ہر تاریکی کو روشنی دیگی۔

نبی علیہ الصلواۃ والسلام کے معجزات میں ہے' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے قیامت تک کے حالات بیان فرمائے' علماء اس کی مختلف تشریحات لکھتے ہیں' اس کی مختلف توضیحات بیان فرماتے ہیں لیکن ایک بات سمجھ میں آتی ہے' آج دنیا میں میں الحمدللہ جاپان سے امریکہ کے مغربی ساحلوں تک اور چین سے افریقہ تک ساری دنیا پھرا ہوں سوائے اسرائیل کے' میں نے اس طرح کے عبادت گزار لوگ دنیا میں کہیں نہیں دیکھے جیسے پاکستان میں ہیں۔ میں نے اس طرح کے نیکی کے طلب گار دنیا میں نہیں دیکھے جیسے پاکستان میں ہیں اور میں نے اس پائے اور اس سطح کے دینی مدارس دنیا میں نہیں دیکھے جیسے پاکستان میں۔ میں نے اس پائے کے علماء نہیں دیکھے دنیا میں جس پائے کے علماء پاکستان میں ہیں اور اس پائے کے صوفیاء بھی نہیں دیکھے جس پائے کے صوفیا پاکستان میں ہیں۔

یہ بلاوجہ تو نہیں ہے جبکہ حکومت یہاں بھی کفر کی ہے' قانون کافر کا ہے' نظام کافر کا ہے' معیشت کافر کی ہے۔ تعلیمی نظام پر کافر کا قبضہ ہے' سیاسی نظام کافر کا دیا ہوا ہے تو پھر یہ سب کیوں بچے ہوئے ہیں؟ یہ رب العالمین نے اس غرض کے لئے بچا کر رکھے ہوئے ہیں کہ یہاں سے پھر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کرنا مقصود ہے اور اس کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد نسائی شریف میں موجود ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں "میری امت کے آخر زمانے میں دو جماعتیں ہونگی وہ ایسے عجیب لوگ ہونگے عرصہ محشر میں اٹھیں گے اپنے کفن جھاڑیں گے اور جنت کو چل دیں گے۔ انہیں کوئی نہیں روکے گا کہ حساب بھی دینا ہے"

نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے بعض اکابر صحابہؓ کو اس کی خوشخبری دی۔ اہل بدر کو یہ خوشخبری دی کہ جنت تم پر واجب ہو گئی۔ پھر فرمایا "ایک جماعت ہوگی جو قسطنطنیہ کو ریاست اسلامی میں شامل کریگی بغیر حساب جنت میں داخل ہوگی۔" فرمایا! "اخیر زمانے میں دو جماعتیں ہونگی ایک غزوۃ والہند میں شرکت کریگی۔ آپ غور فرمائیے نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے اس جہاد کو جو وطن عزیز میں احیائے اسلام کے لئے ہوگا فرمایا یہ غزوۃ الہند اور الہند صرف پاکستان نہیں ہے۔ صرف کشمیر نہیں ہے' صرف بھارت نہیں ہے' صرف بنگال نہیں ہے' بلکہ کابل سے بنگالہ تک سب کو ملائیں تو برصغیر الہند بنتا ہے"۔ اس کا مطلب ہے اللہ کے بندے پھر کھڑے ہونگے' جہاد ہوگا۔ یہ مت بھولئے کہ دعاؤں سے یہ کام نہیں ہوگا۔ ہاں دعا کام کریگی لیکن یہاں پھر وہی مسنون دعا چاہئے ہوگی جو حضور ﷺ نے بدر میں صفیں بنوا کر عریش بدر میں جاکر ہاتھ اٹھا دیئے تھے کہ بارالٰہا یہ میرے بس میں تھا اس سے آگے تیرے بس میں ہے۔ آج پھر اسی سنت پر عمل ہوگا۔

آؤ پھر اسلام کی خاطر بدر واحد سجائیں ہم
ملک پہ نافذ دین کریں یا دنیا سے مٹ جائیں ہم

آج پھر وہ وقت آگیا ہے اور وہ خوش نصیب ہونگے۔ یہ میرا اور آپ کا کمال نہیں ہے ہم ہوں یا نہ ہوں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا وقت آگیا۔ یہ زمین کی ضرورت ہے' یہ زمین کی مخلوق کی ضرورت ہے' یہ نسل آدم کی ضرورت ہے اور یہ اکیسویں صدی کا مطالبہ ہے رب العالمین سے۔ یہ پورا ہوگا اور وہ جماعت اٹھے گی اس دھرتی سے جو اللہ کے لئے جہاد کرے گی' کسی کو خاطر میں نہیں لائے گی۔ اور انشاء اللہ صرف پاکستان پر نہیں پورے برصغیر پر اسلام کا غلبہ ہوگا اور یہاں سے وہ روشنی کے سوتے پھوٹیں گے جو پوری دنیا کو اس سے آشنا کریں گے۔

حضرات ہمارے سامنے صرف دو راستے رہ گئے ہیں۔ شریعت یا شہادت' اگر حکومت اس بات کا دعویٰ کرتی ہے کہ وہ شریعت نافذ کرنا چاہتی ہے تو وہ کرے ہم اس کے سپاہی ہیں اور اگر شریعت نافذ نہیں کرتی تو پھر ہمارے پاس ایک ہی راستہ بچتا ہے اور وہ ہے شہادت کا' کوئی تیسرا راستہ نہیں ہے۔ بڑا سادہ سا راستہ ہے۔ شریعت یا شہادت۔ کتنے طلب گار ہیں شہادت کے۔

اگر ہم نہ کریں گے تو فرمایا اللہ قادر ہے تم نہیں کرو گے کسی اور قوم کو توفیق دے دیگا۔ وہ جو مومنوں پر نرم خو ہونگے کافروں کے لئے بڑے سخت "یجاھدون فی سبیل اللّٰہ" اللہ کی راہ میں قتال کریں گے۔ "یحبھم ویحبونہ"۔ وہ ایسے لوگ ہیں جن سے وہ محبت کرتا ہے۔ وہ اس سے محبت کریں گے۔ "ولا یخافون لومۃ لائم" کسی کے پراپیگنڈے سے متاثر نہیں ہوں گے۔

حضرات گرامی اب وہ لمحہ آگیا ہے۔ میری کوشش میری دعا یہ ہے کہ اللہ ہمیں اس کے لئے قبول فرمالے۔ ہمیں اس میں شامل کرلے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہماری وجہ سے ہوگا۔ کام ہوگا اللہ کے حکم سے ہوگا' نبی ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق ہوگا۔ دنیا کی ضرورت ہے۔ اکیسویں صدی کی ضرورت سے ہوگا۔ میری گزارش تو یہ ہے کہ اللہ ہم سب کو اس کے لئے قبول کرلے۔

حضرات ہمارے سامنے صرف دو راستے رہ گئے ہیں۔ شریعت یا

بقیہ۔ صفحہ ۵۰ پر

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے

جب بھی انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر اس ہدایت سے روگردانی کی جاتی ہے جو مخزن ہدایت یعنی قرآن مجید میں نازل فرمائی گئی ہے تو اس کے نتیجے میں وہ ذلتیں اس فرد پر یا اس قوم پر یا ملک پر مسلط ہو جاتی ہیں جن کا ذکر بھی اسی کتاب ہدایت میں کر دیا گیا ہے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ اول تو ہم نے اس کتاب کو پڑھا ہی نہیں ہے۔ اگر پڑھا ہے تو صرف ثواب حاصل کرنے کے لئے حالانکہ چاہئے تو یہ تھا کہ ہم اس میں درج اصول وضوابط کو اپنے اوپر نافذ کرتے اور ہماری زندگیاں اسلام کا نمونہ پیش کرتیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی پچپن چھپن ریاستیں امریکہ کے آگے سر بسجود ہیں اور پاکستان غالبا" سب سے آگے ہے۔ پاکستانی حکومت عوام میں اپنی مسلمانی کا بھرم قائم رکھنے کے لئے مجبورا" اسلام کا نام تو لیتی ہے مگر اس کے سب اقدامات دین کے خلاف ہیں مبادا امریکہ ناراض نہ ہو جائے۔ یہی حال دیگر مسلمان ممالک کا ہے۔ قوموں کی امامت کا فریضہ سرانجام دینے والوں نے اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت نہیں کیا اور طاغوت کی غلامی میں عافیت سمجھی۔ وگرنہ قرآن کے اصول تو اٹل ہیں اگر ہم انہیں اپنالیں تو فرشتے مسلمانوں کی نصرت کے لئے قطار اندر قطار اب بھی گردوں سے اتر سکتے ہیں۔

خطاب مولانا محمد اکرم اعوان 21-8-98

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ وکفی باللہ شھیدا○

اللہ جل شانہ کا اپنا ایک نظام ہے جو ہر بات پر' ہر حال میں' ہر ذات پر غالب ہے اور بالآخر اس پروگرام کے مطابق نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ فرعون نے بنی اسرائیل کے ہزاروں معصوم بچے قتل کروا دیئے لیکن جس بچے کی خاطر بے شمار بچے قتل کرائے گئے یعنی موسیٰ علیہ السلام ان کی پرورش اس کے گھر میں اللہ نے مقدر کردی اور اس کے گھر میں وہ تربیت پاتے رہے وہیں پل بڑھ کر جوان ہوئے اس طرح کے مظاہر قدرت تاریخ انسانی میں ہر طرف اور ہر سمت بکھرے ہوئے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت عالی انسانیت کی بہتری اور فلاح کے لئے تھی اور آپ ﷺ کا لایا ہوا نظام حیات پوری دنیا کے باطل نظام ہائے حیات پر غلبہ پانے کے لئے نازل ہوا اور تاریخ گواہ ہے کہ پوری دنیا کا کفر متحد ہو کر اس نور کی کرنوں کو روک نہ سکا بلکہ صحرائے عرب سے اٹھنے والے چند خانہ بدوشوں نے وہ انقلاب بپا کیا جس نے پوری دنیا کو باطل کی زنجیروں سے آزاد کرا کے اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت پر لگا دیا۔ ظلم کے بڑے بڑے قلعے مسمار ہو گئے جو روستم کی بڑی بڑی دہشت ناکیاں ختم ہوگئیں اور پوری زمین عدل سے بھر گئی۔ دنیوی اسباب ووسائل بھی اس وقت اسلام کے خلاف تھے' دنیا کی بڑی بڑی مادی طاقتیں غیر اسلامی تھیں' مادی وسائل کفار کے پاس تھے لیکن آقائے نامدار ﷺ کی برکات کے طفیل مسلمانوں میں جذبہ تھا جہاد کا' سرفروشی کا' ظلم کے خلاف ڈٹ جانے کا' ظلم کو نیچا دکھانے کا اور ہر فرد کے لئے عدل کا اہتمام کرنے کا اور یہ کہ خواہ وہ اسلام قبول کرے یا نہ کرے لیکن اس کو اس کے حقوق ملنے چاہیں۔

آج کی صورت حال یہ ہے کہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے اس حقیقت کو کافر دنیا کے محققین تسلیم کرتے ہیں اور مغربی دنیا کے مستشرق اس بات پر یقین رکھتے ہیں اور انہوں نے اپنی اپنی حکومتوں کو بھی اس کا قائل کر لیا ہوا ہے کہ اسلام نہ مٹتا ہے اور نہ دبتا ہے۔ وقت کی رفتار بتا رہی ہے کہ آج پھر دنیا بھر میں نسل انسانی بے حد مظلوم ہے اور ہر ملک میں گنتی کے افراد ظالم ہیں اور اکثریت مظلوم ہے۔ جب بھی یہ توازن بگڑا' ظلم حد سے بڑھا تو پچھلی چودہ سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ انوار وبرکات نبوی ﷺ نے بڑھ کر کسی نہ کسی مجاہد کے سینے میں' کسی نہ کسی قوم کو اللہ نے توفیق بخشی' کوئی نہ کوئی طبقہ اپنے بندوں کا ایسا پیدا فرمایا جس نے اس ظلم کو نیست ونابود کر دیا' حالات بدلتے رہتے ہیں۔

تلک الایام نداولھابین الناس۔ دن لوگوں کے درمیان پھرتے رہتے ہیں کبھی بھلے کبھی برے' کبھی اقبال مندی کے کبھی کمزوری کے۔ جوں جوں دنیا اللہ کی اطاعت سے بیگانہ ہوتی ہے اتنا ہی ظلم کو فروغ ملتا ہے وہ ایسا کریم ہے کہ اگر اس کے گنہگار بندے بھی ظلم کا شکار ہو جائیں تو وہ ظلم کو روکنے کے لئے کسی نہ کسی کو توفیق عطا کردیتا ہے۔

اب جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ روئے زمین پر مظلوموں کی اکثریت ہے۔ آپ یہ مت سمجھئے کہ صرف مسلمان ہی مظلوم ہیں' ہر طبقے' ہر عقیدے اور ہر مذہب کا عام آدمی مظلوم ہے اور اس کے حکمران اور جن لوگوں کو اس پر غلبہ ہے وہ جی کھول کر ظلم کرتے ہیں۔ دنیا کی سب سے ظالم ترین ریاست امریکہ ہے۔ آپ اس بات سے اندازہ کر لیجئے کہ اس وقت دنیا کے تقریباً" ایک سو اٹھائیس ممالک میں خانہ جنگی کی سی کیفیت ہے اور سارے ممالک اسلحہ امریکہ سے حاصل کرتے ہیں۔ ہر جگہ امریکہ اسلحہ بیچ رہا ہے' امریکہ ایک ایسا دہشت گرد ہے جو دوسرے

ملکوں میں بدامنی پیدا کر کے' قتل وغارت گری کرواتا ہے اور اپنا اسلحہ بیچتا ہے۔ اپنے لئے ان سے وسائل حاصل کرتا ہے ان کے وسائل پر خود عیش کرتا ہے۔ خود امریکہ کے اندر عام شہری اس قدر مظلوم ہے کہ وہ جکڑا ہوا ہے ان کے نظام میں اور کبھی وہ زندگی بھر آرام کی سانس نہیں لے سکتا۔ سود در سود کے چکروں میں اور ملکی معاشی ظالمانہ قوانین میں اس طرح جکڑا ہوا ہے کہ کم وبیش ہر آدمی آٹھ آٹھ گھنٹے کی دو جگہ جاب کرتا ہے تب جاکر اس کا صبح شام کا گزارا چلتا ہے اور اگر بیماری آجائے یا کوئی ضرورت پڑ جائے مقروض ہو جائے تو پھر ایسے لوگ بھی ہیں جو آٹھ آٹھ گھنٹے کے تین جگہ جاب کرتے ہیں اور چوبیس چوبیس گھنٹے ڈیوٹی دیتے ہیں۔ زندگی ان کے لئے وبال بنی ہوئی ہے لیکن ایک بات عجیب ہے ان کے محققین اور ان کے صاحب رائے لوگ اس بات پر متفق ہو گئے ہیں کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا وقت ہے اب پھر سے ظلم کی آندھیوں کو نور مصطفیٰ ﷺ کی ضرورت ہے اب پھر سے مظلوموں کو عدل اسلامی کی ضرورت ہے' پھر سے مجبور بے بس انسانیت کو سلامتی کے اس پیغام کی ضرورت ہے جو آقا نامدار ﷺ لائے اور لوگ اس طرح ترس رہے ہیں اس کے لئے کہ اگر روئے زمین پر کسی جگہ کوئی ایک اسلامی ریاست وجود میں آجائے تو مغرب اپنے لوگوں کو مسلمان ہونے سے نہیں روک سکتا اور وہ نہ صرف مسلمان ہوں گے بلکہ وہ اسلامی ریاستیں بنائیں گے اور مغرب کا جوروستم اسلام کی روشنی میں دم توڑ جائے گا۔ اس میں پھر دیر کس بات کی ہے کس چیز کی ہے صرف ایک بات کی کمی ہے کہ خود مسلمانوں کو اپنی ہستی کا احساس نہیں ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ دنیا میں پچپن چھپن کے قریب اسلامی ریاستیں ہیں تمام ریاستوں کے حکمران امریکہ کے غلام ہیں' وہ خدا سے نہیں ڈرتے' اللہ کی اطاعت نہیں کرتے' اللہ کے احکام کی پرواہ نہیں کرتے' اللہ کے دین پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کرتے لیکن امریکی اشاروں پر ناچتے ہیں۔ اللہ کی ناراضگی کی فکر نہیں کرتے امریکہ روٹھ نہ جائے اس بات سے ڈرتے ہیں۔ جس قدر اسلامی ریاستیں ہیں ان میں سرفہرست پاکستان ہے جو رقبے وسائل افرادی قوت کے اعتبار سے سب سے طاقتور ہے۔ اس کا بھی یہ حال ہے کہ اس کے حکمران بھی اگر اللہ کی نماز بھی پڑھ رہے ہوں تو ان کے تصور میں امریکہ بہادر ہی ہوتا ہے۔ جہاں تک اپوزیشن کا تعلق ہے وہ بھی سجدہ سہو امریکہ ہی کی طرف منہ کر کے ادا کرتے ہیں اور اقتدار میں آنے کے لئے امریکہ بہادر کی خوشامد کر کے اس کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

ایک نئی پارٹی بنی' ہمارے سابقہ صدر جناب سردار فاروق احمد خان صاحب لغاری نے ایک نئی پارٹی کی بنیاد رکھی ان کا ماٹو یہ ہے کہ موجودہ حکمرانوں کو رخصت کرو میں ؟ ہیں آٹھ ارب ڈالر آئی ایم ایف سے اور ورلڈ بنک سے قرضہ لا دیتا ہوں یعنی آپ اندازہ کیجئے کہ اقتدار میں آنے کے لئے وہ بھی امریکہ گئے' ورلڈ بنک کے صدر سے ملے' آئی ایم ایف کے صدر سے ملے اور بات یہاں پہنچی کہ میں آپ کو اگر آپ 33 ارب ڈالر کے مقروض ہیں تو مجھے حکمران بنائیں میں آپ کو اکتالیس ارب ڈالر کا مقروض کردوں گا۔ امریکی قرضے اور امریکہ کی حمایت کے علاوہ ہمارے حکمرانوں کے تصور میں کوئی بات ہی نہیں ہے' نہ اپوزیشن میں اور نہ حکومت میں۔ رہ گیا عام آدمی' عام آدمی کو نام نہاد علماء اور دینی جماعتوں کے مفادات نے آپس میں تقسیم کر رکھا ہے اور ان لوگوں کا دین یہی ہے کہ چندہ دے کر خود کو دینی ذمہ داریوں سے بری قرار دے لیتے ہیں۔ کسی نہ کسی جماعت کو چندہ دے دیا سمجھا' ہم نے حق ادا کر دیا۔ کاش مسلمانوں کو یہ سمجھ آجائے کہ ظلم کو روکنے کے لئے چندے نہیں خون دیا جاتا ہے' چندے نہیں جانیں دی جاتی ہیں اور ظلم کو مٹانے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے جہاد فی سبیل اللہ۔

امریکہ بہادر نے رات افغانستان پر میزائل برسائے سوڈان پر میزائل برسائے' کیا یہ میزائل امریکہ سے اڑ کر آئے ہیں؟

وقاتلوهم حتى لاتكون فتنه اس حد تک ان سے قتال کرو کہ دنیا میں کوئی فتنہ باقی نہ رہے۔ ويكون الدين كله لله اور راہ حیات محض اللہ کے لئے ہو جائے۔ معاشرہ اللہ سے ڈرے اور معاشرے کو وہ حقوق ملیں جو اللہ رب العزت نے ان کے لئے مقرر فرمائے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ جس بات کی کافروں کو خبر ہے مسلمان اس سے ناآشنا ہیں۔ جس روز اس قوم کو' عام آدمی کو' عام مسلمان کو یہ احساس ہو گیا کہ مجھے اللہ کی راہ میں جہاد کر کے ظلم کو روکنا ہے وہی دن ظلم کی زندگی کا آخری دن ہو گا انشاء اللہ۔ امریکہ بہادر نے رات افغانستان پر میزائل برسائے سوڈان پر میزائل برسائے' کیا یہ میزائل امریکہ سے اڑ کر آئے ہیں؟ ہرگز نہیں! افغانستان پر یا سوڈان پر امریکہ سے فائر نہیں کیا جا سکتا۔ وہی امریکی بیڑے جو بحرہند میں یا خلیج میں یا بحر احمر میں موجود ہیں یہ انہی کی کارستانی ہے اور اگر امریکی جہاز آئے ہیں تو وہ بھی مسلمان ممالک کے اوپر سے پرواز کر کے آئے ہیں۔ کیسے ممکن ہے کہ ہوائی جہاز گزریں اور حکمرانوں کو پتہ نہ ہو۔ کس طرح مانا جائے کہ حکومتیں اس سے واقف نہیں ہیں؟

افغانستان اور سوڈان کا جرم کیا ہے' حکومت امریکہ نے تو یہ کہا ہے کہ دونوں جگہ اسامہ بن لادن کے ٹھکانے ہیں اور وہ بڑا دہشت گرد ہے پوری دنیا میں اس نے نیٹ ورک قائم کر رکھا ہے۔ آپ اندازہ

کیجئے کہ خود ظلم کرتے ہیں لیکن جو ظلم کو روکنے کی کوشش کرے اسے دہشت گرد کہتے ہیں۔ لیکن یہ محض ایک بات ہے امریکہ دراصل پیغام یہ دینا چاہتا ہے کہ افغانستان میں جو اسلامی ریاست بن رہی ہے اسے ہم نہیں بننے دیں گے۔ وہاں بھی جمہوری حکومت ہونی چاہئے۔ نظام اسلامی نہیں ہونا چاہئے اور سوڈان بھی چونکہ اپنے سارے نظام کو اسلام کے سانچے میں ڈھال رہا ہے' سوڈان پندرہ برس جعفر النمیری کی قیادت میں سوشلزم کو اپناتا رہا اور شوشلسٹ ہونے کا اقرار کرتا رہا تب تو امریکہ نے کوئی بم نہیں مارا۔ آخر جعفر النمیری کو ہی تو یہ کی توفیق ہوئی اس نے اسلام کا نام لیا تو وہاں بغاوت کرا دی گئی لیکن جسے مغربی لوگ اوپر لائے اس کے خلاف پھر بغاوت ہوئی۔ جنرل عمر کامیاب ہوئے اور انہوں نے پھر اعلان کر دیا کہ سوڈان اسلامی ریاست ہوگی۔ امریکہ نے اس کی ساری امدادیں بند کیں' پابندیاں لگائیں' اس کے ساتھ لین دین بند کیا لیکن الحمدللہ اس نے اپنی ریاست کو ایسا سنبھالا کہ بالآخر ایک دن امریکہ نے ان سے کہا کہ بھئی ہم پابندیاں بھی ہٹاتے ہیں اور اگر آپ کو امداد کی ضرورت ہے تو ہم ورلڈ بنک سے یا آئی ایم ایف سے امریکہ آپ کو امداد بھی دلوانے کو تیار ہیں۔ اس اللہ کے بندے کا جواب یہ تھا کہ دنیا میں سب سے بڑا مقروض اور نادہندہ ملک امریکہ ہے جو یو این او کا چندہ بھی کھا کر بیٹھا ہے' جن ممالک سے قرض لیا ہے ان کو بھی لوٹا کر نہیں دیتا' تم ہمیں کیا قرض دو گے ہم نے تو اپنی حالت سنبھال لی ہے' ہاں تمہیں اگر چاہئے کسی قدر تو ہم تمہیں قرض دینے پر تیار ہیں۔ وہاں بھی اسی لئے بم برسائے گئے' راکٹ برسائے گئے اور عجیب بات ہے کہ امریکی صدر کہتے ہیں کہ ہم نے امریکیوں کا' بارہ امریکیوں کا بدلہ لے لیا جو نیروبی میں اور کینیا میں مارے گئے تھے۔ کہاں نیروبی اور کہاں کینیا کہاں افغانستان اور کہاں سوڈان۔ اگر کوئی بم بلاسٹ ہوا امریکی سفارت خانوں میں تو کینیا میں اور نیروبی میں ہوا جس میں بارہ امریکی مارے گئے اور بدلہ لیا جا رہا ہے افغانستان کے معصوم بچوں سے' نہتے شہریوں سے اور عورتوں کو قتل کر کے اور آبادیوں پر بم گرا کر۔ سوڈان میں ادویات بنانے کا ایک کارخانہ تھا جسے نشانہ بنایا گیا اور کہا ہم نے ان کی اسلحہ ساز فیکٹری اڑا دی حالانکہ سوڈان میں اسلحہ بنانے کی کوئی فیکٹری سرے سے ہے ہی نہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان قوم کا بچہ بچہ' ایک متحدہ پلیٹ فارم پر جمع ہو کر امریکہ کے ان غلاموں کو' اپنے حکمرانوں کو' ان امریکی پٹھوؤں کو مجبور کر دیں کہ وہ ملک میں واقعی اسلام نافذ کریں اور اگر اسلام نافذ نہ کریں تو انہیں اٹھا کر پھینک دیا جائے اور اسلامی حکومت قائم کی جائے

اگر دیکھا جائے تو امریکہ کی یہ دلیری نہیں ہے امریکہ گھبرا کر دانت نکال رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ امریکہ اسلامی تحریک سے اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ سے اس قدر بوکھلا گیا ہے اور صدر امریکہ کے خلاف جس قدر شور شرابا ان کے جنسی کرتوتوں کی وجہ سے عدالتوں میں اور پبلک میں اور اس طرح اس کی مٹی پلید ہو رہی ہے کچھ اس طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لئے بلکہ CNN پر بھی دکھایا جا رہا تھا کہ خود واشنگٹن میں واشنگٹن ڈی سی جو امریکہ کا دارالخلافہ ہے جہاں پریذیڈنٹ رہتا ہے وہاں خود امریکی لوگوں نے جلوس نکالا اسی بمبارٹمنٹ کے خلاف اور انہوں نے کتبے اٹھا رکھے تھے جن میں لکھا ہوا تھا No War For Monica کہ اس بدکار عورت کے لئے جس سے بدکاری کا الزام صدر امریکہ پر ہے اور عدالت میں مقدمات چل رہے ہیں اس کی بدکاری چھپانے کے لئے امریکہ کو جنگ کی آگ میں مت جھونکو۔ یہ خود امریکہ کے لوگوں کا ردعمل ہے کہ ہمارا صدر اپنے شرمناک کرتوت چھپانے کے لئے امریکہ کو جنگ کی آگ میں جھونکنا چاہتا ہے انہوں نے جو کتبے اٹھا رکھے تھے ان پر لکھا تھا
No War For Monica یہ وجہ بھی ہے۔ لیکن یہ وجہ تو صرف صدر کی ہے اور امریکی صدر کوئی شہنشاہ نہیں ہے۔ وہ پاکستانی وزیراعظم نہیں ہے کہ جو چاہے کرے' وہاں اس پر بھی کچھ پابندیاں ہیں اور اس کے بھی کچھ اختیارات ہیں' ایک حد تک جا سکتا ہے اور صرف اکیلا صدر کسی ملک پر حملے کی یا کسی ملک میں مداخلت کی اجازت نہیں دے سکتا' امریکی کانگرس کا اس کے ساتھ متفق ہونا ضروری ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ کانگرس اگر متفق ہوئی ہے تو اس کی گھبراہٹ صرف ایک بات پر ہے کہ کہیں کسی خطہ زمین پر کوئی اسلامی ریاست نہ بن جائے۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان قوم کا بچہ بچہ' ہر فرد ایک متحدہ پلیٹ فارم پر جمع ہو کر امریکہ کے ان غلاموں کو' اپنے حکمرانوں کو' ان امریکی پٹھوؤں کو مجبور کر دیں کہ وہ ملک میں واقعی اسلام نافذ کریں اور اگر اسلام نافذ نہ کریں تو انہیں اٹھا کر پھینک دیا جائے اور اسلامی حکومت قائم کی جائے۔ جس قدر نفاذ اسلام کے خدشے کے پیش نظر ہم قربانیاں دے رہے ہیں جتنا خون مسلمانوں کا اس خطرے کے پیش نظر بہایا جا رہا ہے کہ کہیں یہ اسلامی ریاست نہ بنالیں اگر ریاست اسلامی بن جائے تو اتنا نقصان نہیں ہوگا اور اب وقت کی پکار یہ ہے کہ وہ حضرات جنہیں اللہ نے قیادت بخش ہے' قوم کے وہ اکابرین جن کے پیچھے چلنا پسند کرتے ہیں۔ اہل علم اور علماء میں سے وہ حضرات' مشائخ کرام میں سے وہ لوگ وہ حضرات' لوگ جن کی پیروی کرنا اور جن کی باتوں پر عمل کرنا سعادت سمجھتے ہیں ان کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ اس

قوم کو کب تک بانٹ کر متفرق راستوں پر چلاتے رہیں گے، کب تک ہماری بندوقیں ایک دوسرے کا نشانہ لیتی رہیں گی اور کب تک مسلمانوں ہی کو مسلمان کرنے کے لئے گولیاں چلاتے رہیں گے۔ آج جس صورت حال سے عالم اسلام دوچار ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان کتنا گنہگار بھی ہو بہرحال کافر سے بہتر ہوتا ہے کہ وہ مسلمان تو ہے، عظمت الٰہی کا اقرار تو کرتا ہے، نبی علیہ الصلواۃ والسلام کی نبوت پر ایمان تو رکھتا ہے، اللہ کے کلام کو تو مانتا ہے لیکن اس کے مقابلے میں کافر جو دین حق کا راستہ روکنے کے لئے اتحاد بنائے کھڑے ہیں، جنہوں نے آپس میں ایک دوسرے کے لئے سرحدوں کی پابندی تک اٹھا دی ہے، سکنڈے نیویا کے کتنے ممالک ہیں، یورپ کے کتنے ممالک ہیں، ایک ملک کا پاسپورٹ یا ویزا ہو تو سارے ممالک میں پھر جائیے سارے قبول کرتے ہیں۔ دن بدن ان کے کاروباری تعلقات تجارتی شعبے یک جا ہو رہے ہیں۔ اور ان میں بسنے والوں کے لئے ایسی سہولتیں مہیا کی جا رہی ہیں کہ سات سات آٹھ آٹھ ممالک میں وہ اپنا ہی گھر سمجھیں اور ایک ہی ملک سمجھیں اور آزادانہ تجارت کریں، آئیں جائیں، رہیں، ملیں بیٹھیں تاکہ ایک متحدہ طاقت بن جائے۔

غیر اسلامی اور سودی نظام غریب کا خون نچوڑ کر امیر کی جیبیں بھرتا ہے۔ اور اسلامی نظام، امراء سے وسائل تقسیم کرا کے غرباء تک پہنچاتا ہے

اور یہاں یہ عالم ہے کہ پرسوں مجھ سے ملنے کے لئے ایک صاحب راولپنڈی سے تشریف لائے۔ تو کلر کہار پولیس نے ان کی گاڑی کا چالان کر دیا۔ ان کے پاس ٹیکسی تھی کہ جی پنڈی کی ٹیکسی جو ہے وہ چکوال ڈسٹرکٹ میں داخل نہیں ہو سکتی۔ چکوال ڈسٹرکٹ کیا کسی اور ملک کا ہے اور پنڈی ضلع کسی اور ملک کا ہے؟ تو سرکاری سطح پر تقسیم در تقسیم کرنے کا ایسا اہتمام کیا گیا ہے کہ ہر ضلع میں داخل ہو تو ٹیکس دے کر داخل ہو اور نکلو تو ٹیکس دے کر نکلو۔ دو فائدے ہو گئے، ایک ضلع کے لوگ الگ ہو گئے دوسرے کے الگ ہو گئے تاکہ کوئی اتحاد نہ بن سکے اور اس منافقت اور منافرت پھیلانے کا فائدہ بھی حکومت کو ملتا رہے پیسے بھی جمع ہوتے رہیں۔ کہا تو یہ جاتا ہے کہ علماء نے قوم کو تقسیم کر دیا لیکن حکومت اور حکمران کونسی اتحاد کی کوششیں کر رہے ہیں، کتنا اتحاد کرا رہے ہیں لوگوں میں؟ حق یہ ہے کہ خود حکومتی ادارے قتل وغارت کرواتے ہیں اور خود حکومت قاتلوں کا احتساب نہ کر کے چوروں اور ڈاکوؤں کا محاسبہ نہ کر کے، چوری ڈاکے اور قتل وغارت کو فروغ دینے کا سبب بنتی ہے اور یہ صرف اس لئے ہے کہ مغربی غلاموں کا جو طبقہ اقتدار میں ہے، لوگوں کی توجہ ان کی طرف نہ ہو بلکہ وہ اپنی زندگی اور موت کی کشمکش میں جتے رہیں اور یہ لوگ آرام سے حکومت کرتے رہیں۔ آج بہت بڑی سرخی ہے کہ حکومت اسلام نافذ کرنا چاہتی ہے اور اس کے لئے ہم اسلامی پیکیج دے رہے ہیں۔ ماشا اللہ! یہ پیکیج بھی ترقیاتی پیکیج اور سیاسی پیکیج جب اسلام بھی اس مد میں آگیا جس طرح کوئی ترقیاتی منصوبہ ہوتا ہے یا جس طرح کوئی سیاسی منصوبہ ہوتا ہے اسی طرح اسلام کے بھی پیکیج بننے لگے۔ اسلام پڑیوں میں ڈال کر نہیں بانٹا جائے گا اور میں نے جناب صدر مملکت سے عرض کیا تھا انہوں نے اس میں مجھے بھی طلب فرمایا تھا کہ ہم اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں، ہم چاہتے ہیں کچھ ہو جائے تو میں نے عرض کیا تھا کہ اسلام کچھ نہیں ہوتا۔ اسلام کو آپ کاٹ کر کسی کاغذ کے پرزے کی طرح ٹکڑے ٹکڑے چسپاں نہیں کر سکتے۔ اگر نافذ کرنا ہے تو اول و آخر اسلام ہی ہوگا اور سارے کا سارا نافذ کرنا ہوگا اس میں اس قبیل کی شراکت ممکن نہیں ہے کہ آدھے قانون انگریز کے ہوں آدھے آپ کی پسند کے ہوں۔ جو آپ غیر ضروری سمجھیں یا جو آپ معاشرے میں بے اثر سمجھیں اس کے ساتھ اسلام لکھ دیں۔ کوئی صلوۃ کمیٹی بنا دیں یا زکواۃ کمیٹی بنا کر اسلامی شعائر کا مذاق اڑائیں۔ میں نے یہ عرض کیا تھا کہ آپ اگر ایسا کرنا چاہتے ہیں تو مت کیجئے خدا کا خوف کیجئے۔ اور اگر کرنا چاہتے ہیں تو پورے کا پورا اسلام نافذ کیجئے۔ اپنی معاشیات کو اسلام کے سانچے میں ڈھالئے، نظام عدل کو اسلامی کیجئے، معاشیات اگر اسلام میں ڈھل جائے گی تو اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ملکی وسائل میں سے ملک کے ہر شہری کو حصہ ملے گا اور جب تک اسلامی نہیں ہوتی سارے وسائل صرف حکمران طبقے یا ان کے چہیتوں یعنی طبقہ خواص کی تجوریوں میں جمع ہوتے رہیں گے۔ عام آدمی کی قسمت میں پھر مزدوری ہی ہے اور اس کا پھل بھی یہ کھاتے ہیں۔ غیر اسلامی اور سودی نظام غریب کا خون نچوڑ کر امیر کی جیبیں بھرتا ہے۔ اور اسلامی نظام، امراء سے وسائل تقسیم کرا کے غرباء تک پہنچاتا ہے۔ اگر نظام معیشت اسلامی ہو تو اس کے لئے عدل بھی اسلام کا چاہئے اور اسلامی عدل، فوری انصاف بغیر سفارش اور رشوت کے۔ پھر جس طرح ہوا اور پانی زندگی کی ضرورت ہے، جس طرح غذا ہر بندے کی ضرورت ہے اسی طرح ہر پیدا ہونے والے بچے کی ضرورت ہے تعلیم، دینی تعلیم، دنیوی تعلیم۔ اسلامی نظام ہو تو ہمارے ملک میں چلنے والے پانچ چھ قسم کے نظام ہائے تعلیم ختم ہو جائیں۔ خاص لوگوں کے لئے خاص سکول، ایک خاص طبقے کے لئے ایک خاص سکول اور دوسرے امراء کے طبقے کے لئے دوسرا سکول، اور عام آدمی کے لئے وہ سکول جس میں کبھی استاد نہیں ہے، استاد ہے تو عمارت نہیں ہے، عمارت ہے تو ٹاٹ نہیں ہے، ٹاٹ ہے تو تختہ سیاہ نہیں ہے۔ کوئی چیز ہے کوئی نہیں ہے۔ چاہئے کہ

پورے ملک کا ایک نظام ہو اور ایک سطح ہو ایک فقیر کے بچے سے لیکر شہنشاہ کے بیٹے تک سب ایک سطح پر تعلیم حاصل کریں ایک جیسے سکول ہوں ایک جیسی سہولتیں ہوں' ایک نصاب ہو' ایک معیار تعلیم ہو۔ اسلام بندوں کو یہ ساری سہولتیں فراہم کرتا ہے۔ اسلام سود پر قرضے لینے کی بجائے اپنے وسائل کو ترویج دینے پر زور دیتا ہے۔ غریب کاشتکاروں کو حکومت ٹیوب ویل لگا کر دے' حکومت سب سڈی پر انہیں محنت مشقت کے' زراعت کے آلات مہیا کرے اور ان کی فصلوں میں سے بیشک اقساط کاٹ کر اپنی قیمت پوری کرلے لیکن وسائل رزق کو ملکی سطح پر سنبھالا دیا جائے۔

امریکہ کی اکاون یا باون ریاستیں مل کر یو۔ ایس۔ اے بن سکتا ہے تو چھپن مسلمان ریاستیں مل کر کیوں متحدہ اسلامی طاقت نہیں بن سکتیں۔ اتحاد کی بات صرف تب ہو سکتی ہے جب ہم سب اللہ کے غلام ہوں اور مختلف بتوں کی پوجا چھوڑ دیں جن میں اس عہد کا سب سے بڑا بت امریکہ ہے اور حکمرانوں کا پسندیدہ ترین بت ہے

حکمران یہ سب کچھ جانتے ہیں تو قرض کیوں لیتے ہیں اس لئے کہ قرض عام آدمی کی بہتری پر نہیں لگایا جاتا بلکہ لے کر عام آدمی کو مقروض کر دیا جاتا ہے اور روپے حکمرانوں کی تجوریوں میں چلے جاتے ہیں۔ آج کے اخبار میں تھا کہ حکومت بے نظیر کے پیچھے پڑی ہوئی تھی کہ پیسہ لوٹ کر اس نے سوئیزر لینڈ کے بنکوں میں جمع کروایا ہے تو اس کی پڑتال کے ساتھ پتہ چلا کہ ایک سو اسی اور آدمی ہیں جن میں سیاست دان بھی ہیں' جرنیل بھی ہیں اور اقتدار میں رہنے والے دوسرے لوگ بھی شامل ہیں۔ ایک سو اسی اور ایسے پاکستانی ہیں جن کے اکاؤنٹس سوئس بنکوں میں ہیں۔ حکومت بے نظیر کو بھی صرف بدنام اور ہراساں کر رہی ہے اور دوسرے ایک سو اسی میں تو شاید حکمرانوں کا اپنا نام بھی ہو' ان کے چہیتوں کا بھی ہو' انہیں تو کوئی پوچھے گا بھی نہیں۔ اسلام آجائے تو ان سب ڈاکوؤں سے قوم کا لوٹا ہوا سرمایہ واپس لے کر قومی خزانے میں داخل کیا جائے۔ اگر حکومت ایسا اسلامی پیکیج دینا چاہتی ہے تو اس کا نام پیکیج نہیں ہوگا اس کا نام اسلام ہوگا اور اگر اسلامی حقائق کو مسخ کر کے چند جملوں میں سمو کر جس طرح جنرل ایوب خان نے مولوی فضل الرحمٰن کو آگے رکھ کر اسلام نافذ کیا تھا اگر ویسا ہی موجودہ حکومت بھی کرنا چاہتی ہے تو اس کا انجام بھی وہی ہوگا جو فضل الرحمٰن اور ایوب خان کا ہوا تھا۔ تو اب ضرورت ہے کہ عام آدمی اپنی ذمہ داری کا خود احساس کرے۔ اللہ ہم سب کا ہے' دین ہم سب کا ہے' نبی کریم ﷺ ہم سب کے ہیں اور ہم سب پر فرض ہے کہ دین حق کی سربلندی کے لئے ہم یک جان ہو کر کفر کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں۔

اور امریکہ بہادر کو یہ احساس ہو جائے کہ کسی اسلامی ملک پر حملہ عالم اسلام پر حملہ تصور ہوگا۔ اگر امریکہ کی اکاون یا باون ریاستیں مل کر یو۔ ایس۔ اے بن سکتا ہے تو چھپن مسلمان ریاستیں مل کر کیوں متحدہ اسلامی طاقت نہیں بن سکتیں۔ اتحاد کی بات صرف تب ہو سکتی ہے جب ہم سب اللہ کے غلام ہوں اور مختلف بتوں کی پوجا چھوڑ دیں جن میں اس عہد کا سب سے بڑا بت امریکہ ہے اور حکمرانوں کا پسندیدہ ترین بت ہے۔ صاحب اقتدار لوگوں کا سب سے چہیتا بت ہے اور وقت آگیا ہے کہ دنیا میں اس ظلم کے سمبل (Symbol) پر اور اس سب سے بڑے بت پر کاری ضرب لگائی جائے۔

اشتہار برائے آسامی کلرک

صقارہ گرلز ہائی سکول (دارالعرفان) منارہ چکوال میں کلرک کی آسامی خالی ہے۔ ریٹائرڈ کلرک حضرات اور سلسلہ کے لوگوں کو ترجیح دی جائے گی معقول تنخواہ کے علاوہ رہائش وخوراک کا مناسب انتظام ہوگا۔ خواہش مند حضرات پرنسپل صقارہ گرلز ہائی سکول منارہ چکوال سے فوری رابطہ کریں

منجانب۔ پرنسپل

پیغام مغفرت

جناب حاجی بشیر احمد صاحب (جالندھری) ڈسکہ والے کی اہلیہ محترمہ پچھلے دنوں ایک ایکسیڈنٹ میں وفات پاگئی ہیں۔ تمام احباب سے ان کی دعائے مغفرت کیلئے درخواست کی جاتی ہے۔

ایڈیٹر کی ڈاک

نوٹ:۔ اطلاعاً" عرض ہے کہ ایڈیٹر کی ڈاک کے عنوان کے تحت صرف خطوط کی رسیدگی کی اطلاع دی جاتی ہے۔ جواب طلب امور کا جواب فرداً" فرداً" بذریعہ ڈاک دیا جاتا ہے۔

حلقہ بیگوالہ سے تمام ساتھیوں کو سلام۔ اس دفعہ رسالے کم ملے ہیں۔ ہرماہ 24 رسالے پارسل کیا کریں۔
خان صاحب کو مطلع ہو کہ ان کا منی آرڈر مبلغ 1320 روپے مل گیا ہے۔
خان محمد گارڈ بیگووال۔ سیالکوٹ

لاہور کے ایڈریس پر پہلے بھی خط لکھا تھا۔ ماہ اکتوبر کا شمارہ نہیں ملا۔ نومبر کا مل گیا ہے۔ اگر مناسب خیال کریں تو اکتوبر کا شمارہ ارسال کروادیں تاکہ مضامین کا ربط قائم رہ سکے۔
میجر ریٹائرڈ محمد رحمٰن۔ راولپنڈی

(1)- تنظیم الاخوان کی رکنیت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ رہنمائی فرمائیں۔
(2)- تفسیر اسرار التنزیل کا ہدیہ اور ڈاک خرچ تحریر کریں۔
(3)- زر تعاون کے ساتھ اگر پانچ ساتھیوں کے ایڈریس بھیجوں تو کیا آپ انہیں ماہنامہ جاری کردیں گے۔
(4)- اشاعت دین کے لئے المرشد کی نمائندگی دی جائے۔
ایم اے منہاس' باغ۔ آزاد کشمیر

دسمبر 1999ء تک کا سالانہ چندہ منی آرڈر کر دیا ہے۔ برائے مہربان دسمبر 1998ء کا شمارہ بھجوادیں۔
میجر محمد بلال دہاڑی

جناب حافظ صاحب نے اپنی خوبصورت تحریر میں کچھ تجاویز اور دو تحریریں بھیجی ہیں اور المرشد کی نمائندگی کے لئے درخواست کی ہے۔
حافظ محمد عتیق الرحمٰن' ٹوبہ ٹیک سنگھ

سلسلہ سے عرصہ سے منسلک ہوں۔ کچھ درد دل (نظم۔ آخر کب تک) حاضر خدمت ہے۔ اشاعت کے قابل ہو تو چھاپ دیں۔
تاج ولی گڑھی کپورہ۔ مردان

منی آرڈر رسید کی فوٹو کاپی بھجوا رہا ہوں دسمبر 1998ء سے المرشد جاری کردیں
زبیر بک ڈپو

سالانہ اجتماع پر چندہ جمع کروایا تھا۔ ستمبر کا شمارہ ملا ہے۔ اکتوبر کا سٹال سے لینا پڑا ایک اور ساتھی ملک غلام محی الدین ولد ملک سیف الرحمٰن کا چندہ (تاحیات) جمع کروایا ہوا ہے۔ براہ کرم پڑتال کر کے رسالہ بھجوادیں۔
ملک نذیر احمد' چکوال

ماہنامہ المرشد باقاعدگی سے مل رہا ہے۔ مضمون عمدہ اور معیاری ہوتے ہیں۔ ساتھ ساتھ حضرت جی کے مضامین کی وساطت سے موجودہ ملکی سیاسی صورت حال کا تجزیہ' اس کے حل کے لئے لائحہ عمل سے آگاہی ہو رہی ہے۔ طباعت پہلے سے کئی گنا عمدہ اور بہترین ہو گئی ہے۔ تجویز ہے کہ حضرت مولانا اللہ یار خاں صاحب کی تصنیف "دلائل السلوک" سے ہرماہ کچھ نہ کچھ پابندی سے المرشد میں شائع کرتے رہیں مضمون "تلاش گمشدہ" لف ہے اگر مناسب ہو تو شائع کر دیں۔
حافظ سعید مامون رشید۔ حیدر آباد

ضلع ہری پور الاخوان کا جنرل سیکرٹری ہوں۔ حضرت جی کی شفقت ہے کہ وہ دو دفعہ دارالعلوم میں تشریف لا چکے ہیں اور ہمارے ہاں ان کا قیام رہا۔ الاخوان (المرشد) اور ڈیلی یارن کے لئے بطور نمائندہ اپنی خدمات پیش کرتا ہوں۔
ملک زاہد اقبال' دارالعلوم محمدیہ راشدیہ' خان پور' ہری پور' ہزارہ

دعائیہ نظم

سب تیرے بس میں ہے مولا، یہ کرشمہ کر دے
وہ جو اک خواب کہ میرا نہیں، میرا کر دے

میرے اشکوں سے اٹھا، اپنے کرم سے برسا
ایسی بارش کر مری ذات کو اجلا کر دے

تو کہ واقف ہے مری سوچ کے ہر محور سے
بن کہے میری تمناؤں کو پورا کر دے

کب تلک اپنے بکھرنے کا تماشا دیکھوں
تھک گیا ہوں مرے مالک! مجھے یکجا کر دے

بدگمانی کے یہ آسیب ڈراتے ہیں بہت
میں نہ گھبراؤں کسی سے، مجھے ایسا کر دے

صدقہ سرور کونینؐ یہ گریہ سن لے
میری خوشیوں سے ہر اک رنج کو منہا کر دے

دشت دنیا میں کڑی دھوپ نہ جھلسائے کہیں
اپنی رحمت کا مری ذات پہ سایہ کر دے

پھنس گئی وقت سمندر کے بھنور میں امت
ذات کونینؐ ہمیں آس جزیرہ کر دے

سبز پرچم پہ سجی مہر نبوت کے طفیل
اپنے دستور کا جاری یہاں سکہ کر دے

ہر بن ومو سے اٹھا ذکر محبت کی صدا
اپنے اذکار سے ہر قلب شناسا کر دے

میرے معیار کی ہر بات بدل دے یارب
اب رخ عشق مرا جانب بطحا کر دے

آج تک جو بھی کیا، اس پہ پشیماں ہے اویس
آج کے بعد مری راہ کو سیدھا کر دے

ڈاکٹر اویس المصطفیٰ (ہومیوپیتھک فزیشن)

PSO

لودھی برادرز

PSO ڈسٹری بیوٹر

ہول سیل ڈیلر

لائٹ ڈیزل، کیروسین، فرنس آئل، موبل آئل

پروپرائیٹرز

شمس الرحمٰن خاں لودھی
نور الرحمٰن خاں لودھی
حفیظ الرحمٰن خاں لودھی

لال ملز چوک فیکٹری ایریا فیصل آباد

فون:۔ 618946-624353، موبائل:۔ 0341-7651946

اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ظلم جبر اور کفر کے نظام کے خلاف بر سر پیکار تنظیم الاخوان کا ترجمان ماہنامہ الاخوان ٹائم

جس کا عزم

جب تک چند لٹیرے ہیں میرے وطن کو گھیرے
اپنی جنگ رہے گی اپنی جنگ رہے گی

کے لئے ملک بھر کے تمام اضلاع سے نامہ نگار تجزیہ نگار مضمون نگار اور ایجنٹ حضرات درکار ہیں تنظیم الاخوان سے متعلق حضرات بھی رابطہ کر سکتے ہیں

منجانب
ایڈیٹر تنظیم الاخوان ٹائم لاہور

بقیہ۔ اکیسویں صدی کے تقاضے

شہادت' اگر حکومت اس بات کا دعویٰ کرتی ہے کہ وہ شریعت نافذ کرنا چاہتی ہے تو وہ کرے ہم اس کے سپاہی ہیں اور اگر شریعت نافذ نہیں کرتی تو پھر ہمارے پاس ایک ہی راستہ بچتا ہے اور وہ ہے شہادت کا' کوئی تیسرا راستہ نہیں ہے۔ بڑا سادہ سا راستہ ہے۔ شریعت یا شہادت۔ کتنے طلب گار ہیں شہادت کے۔ اللہ سے وعدہ کرو

ان صلاتی ونسکی محیای ومماتی لله رب العالمین لاشریک له

اللہ تیرے دین کے نفاذ کے لئے تیرے دین کی سربلندی کے لئے۔ محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کی شمع کو روشن کرنے کے لئے اپنی رگ جاں سے خون ہم دیں گے قبول تو کر۔ آمین

کیا کہتے ہیں علمائے دین

پروفیسر عبدالرزاق

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان دین متین اس بارے میں کہ ارشاد باری ہے۔

واعدوالهم ماستطتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم و آخرين من دونهم لاتعلمو نهم الله يعلمهم○۔ "اور ان کے لئے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے۔ اور جتنے گھوڑے باندھ سکو کہ ان سے ان کے دلوں میں دھاک بٹھاؤ جو اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن ہیں اور ان کے سوا کچھ اوروں کے دلوں میں جنہیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے"۔

تفسیر عثمانی:۔ (1) مسلمانوں پر فرض ہے کہ جہاں تک قدرت ہو مسلمان جہاد فراہم کریں۔ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں گھوڑے کی سواری، شمشیر زنی اور تیر اندازی وغیرہ کی مشق کرنا سامان جہاد تھا۔ آج بندوق، توپ، ہوائی جہاز، آبدوز کشتیاں، آہن پوش کروزر وغیرہ کا تیار کرنا اور استعمال میں لانا اور فنون حربیہ کا سیکھنا بلکہ ورزش وغیرہ کرنا سب سامان جہاد ہے۔ اسی طرح آئندہ جو اسلحہ اور آلات حرب تیار ہوں انشاء اللہ وہ سب آیت کے منشاء میں داخل ہیں۔ (2) یعنی یہ سب سامان اور تیاری دشمنوں پر رعب جمانے اور دھاک بٹھلانے کا ظاہری سبب ہے۔

تفسیر معارف القرآن:۔ اس کے بعد اس سامان کی تفصیل اس طرح فرمائی من قوة یعنی مقابلہ کی قوت جمع کرو۔ اس میں تمام جنگی سامان اسلحہ سواری وغیرہ داخل ہے۔ قرآن کریم نے اس جگہ اس زمانہ کے مروجہ ہتھیاروں کا ذکر نہیں فرمایا۔ بلکہ "قوة" کا عام لفظ اختیار فرما کر اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ قوۃ ہر زمانہ اور ہر ملک ومقام کے اعتبار سے مختلف ہو سکتی ہے۔ اس زمانہ کے اسلحہ تیر تلوار اور نیزے تھے اس کے بعد بندوق توپ کا زمانہ آیا پھر بموں اور راکٹوں کا وقت آگیا۔ لفظ "قوة" ان سب کو شامل ہے اس لئے آج کے مسلمانوں کو بقدر استطاعت ایٹمی قوت ٹینک اور لڑاکا طیارے آبدوز کشتیاں جمع کرنی چاہئیں۔

اس آیت اور اس کی تفسیر کی روشنی میں چند سوالات پیدا ہوتے ہیں ان کے جواب مطلوب ہیں۔

(1)۔ اعدوا کا لفظ کیا تجویز ہے، مشورہ ہے یا صریح حکم ہے، جیسے اقیموالصلواة واتوا زكوة میں اقیموا اور اتوا صریح حکم اور ہر مسلمان پر فرض ہے۔

(2)۔ اگر یہ نفس صریح اور قطعی اور واضح حکم ہے تو اس پر عمل نہ کرنا کیا گناہ کبیرہ ہے یا نہیں؟

(3)۔ اس کا انکار کرنا کیا کفر وارتداد ہے یا نہیں۔

پھر تین سوالوں کی موجودہ عملی صورت ہے۔

CTBT پر دستخط کرنا کیا اللہ کی نافرمانی نہ ہوگا۔

تو کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ جو شخص نفاذ شریعت کا بل پیش کر رہا ہے وہی اپنے نافرمان ہونے کا اعلان بھی کر رہا ہے۔ اور اقوام عالم کے ساتھ معاہدہ کر رہا ہے کہ میں اللہ کی بات ہرگز نہیں مانوں گا؟

اس صورت میں اگر موجودہ پارلیمنٹ جو مردم شماری کے "مسلمانوں" پر مشتمل ہے وہ نفاذ شریعت کا بل پاس کر دے یا پھر کوئی حقیقی مسلمان شریعت نافذ کر دے تو کیا یہ ضروری نہیں ہوگا کہ سب سے پہلے اس شخص کا محاسبہ کیا جائے جس نے شریعت بل بھی پیش کیا اور دنیا بھر کے ساتھ وہ معاہدہ بھی کیا جو احکام الٰہی کی صریح خلاف ورزی ہے۔

نزولِ قرآن کا مقصد

اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق بہت پیاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی بہتری اور بھلائی کیلئے مختلف زمانوں میں اللہ کریم نے اپنے نبی اور رسولوں کو بھیجا تاکہ مخلوق خدا کی راہنمائی فرمائیں۔ قرآن کریم اس سلسلہ کی آخری کتاب ہے جو اپنی راہنمائی اور ہدایت کے اعتبار سے اکمل و کامل ہے۔ جس میں اچھے اور برے افعال کو نہ صرف صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے بلکہ ان کے نتائج و عواقب سے بھی ناآشنا نہیں رکھا گیا کہ یہ کس طرح انسان کی دنیوی اور اخروی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں اور کس طرح سے کائنات کے نظام کو متاثر کرتے ہیں۔ جناب مولانا محمد اکرم اعوان کا بات کرنے کا اپنا اک انداز ہے۔ کہ جس موضوع پر بھی بات کریں اس میں کوئی تشنگی نہیں رہنے دیتے۔ وہ جو پنجابی میں کہتے ہیں ناں کہ "بھکھ نئیں رہن دتی" یہ مضمون پڑھ کر آپ بھی ضرور کہہ اٹھیں گے کہ "بھکھ نئیں رہن دتی" دعا ہے کہ اللہ ہمیں دین کو سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق بخشے۔ آمین

خطاب' مولانا محمد اکرم اعوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○ تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا○ ن الذی لہ ملک السموت والارض ولم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک وخلق کل شی فقدرہ تقدیرا ○

یہ آیات مبارکہ سورۃ فرقان کی اٹھارہویں پارے میں پہلی دو آیات ہیں جو میں نے تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ یہ نبی علیہ الصلواۃ والسلام کے سب سے بڑے معجزے کی بات ارشاد فرما رہی ہیں اور اسے عظمت الٰہی کی دلیل کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔

تبارک الذی نزل الفرقان۔ بہت ہی بابرکت ہے وہ ذات بہت ہی کرم کرنے والی' بخشنے والی' انعام کرنے والی' عطا کرنے والی' بے شمار اور بے پناہ مصائب کا حل عطا کرنے والی' انسانی زندگی کی تمام جھمیلوں کا خوبصورت اور تمام آلائشوں سے پاک راستہ عطا کرنے والی۔ یہ سارے مفہوم' "بابرکت" میں آجاتے ہیں یہ سارا کرم اس کا ظاہر ہوتا ہے اس بات سے کہ اس نے فرقان حمید نازل فرمایا۔ فرقان سے مراد ہے وہ کتاب جس نے حق و باطل میں فرق واضح کر دیا۔ حق' حق ہو گیا اور باطل' باطل۔ کوئی غلط فہمی کسی کو نہ رہی پھر نزل الفرقان علی عبدہ "اپنے بندے پر" علامہ مرحوم نے اپنے ایک شعر میں کہا تھا کہ

عبد دیگر عبدہ' چیز دگر

بندے تو سب اللہ کے ہیں لیکن اس کا بندہ ہونا اور اس بات کا اعلان وہ فرمائے

مالک سب کا مالک ہے مالک کا کوئی ایک
لاکھوں میں تو کوئی نہیں ہے اربوں میں جا دیکھ

ایک ہستی ایسی (ﷺ) جسے رب جلیل اپنا بندہ فرمائے فرقان حمید حضور علیہ الصلواۃ والسلام پر نازل ہوا جس طرح ساری انسانیت قرآن کے الفاظ حاصل کرنے کے لئے حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی محتاج ہے اس طرح ان الفاظ کے مفاہیم بھی وہی ہوں گے جو حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے متعین فرمائے لہٰذا جس طرح آپ ﷺ نے اس کا متن بیان فرمایا اسی طرح اس کی تفسیر بھی آپ ﷺ کا اعزاز ہے لیکن مفہوم کیا ہے قرآن کس لئے نازل ہوا۔

لیکون للعلمین نذیرا○ کہ ساری کائنات کو ہر اس خطرے سے آگاہ کر دے جو انسانی کردار سے ممکن ہے' اس کے راستے میں آتا ہے۔ نذیر کا معنی ہمارے اردو تراجم میں ڈرانے والا لکھ دیا جاتا ہے جو اس مفہوم کو پورا نہیں کرتا۔ دراصل ہر زبان اپنی شرینی' اپنی چاشنی' اپنا لطف اس وقت کھو دیتی ہے جب اسے آپ کسی دوسری زبان میں تبدیل کر دیتے ہیں اور قرآن حکیم اور عربی اس کی ایک اپنی شان ہے دوسری کوئی زبان اس کے مفاہیم سمونے کی متحمل نہیں ہو سکتی اردو میں ڈرانے والا کہیں تو ڈاکو بھی ڈرانے والا ہے' قاتل بھی ڈرانے والا ہے' کوئی کسی اژدہے سے ڈراتا ہے' شیر سے ڈراتا ہے' بے شمار اندیشے ہیں۔ لیکن ایک والدہ اپنے بچے کو کسی سمت جانے سے روکتی ہے اور منع کرتی ہے کہ اس طرف خطرہ ہے اب دوسرے ڈرانے والوں میں اور والدہ کے ڈرانے میں بہت بڑا فرق ہے۔ وہ اسے صرف ڈرانا نہیں چاہتی وہ اسے پیار کرتی ہے اس سے محبت کرتی ہے وہ اس کا تحفظ چاہتی ہے۔ کوئی ڈرانے والا شاید اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہو' کوئی ڈرانے والا شاید اسے اس کام سے روکنا چاہتا ہو' کوئی ایسا ڈرانے والا ہو سکتا ہے جو اپنے فائدہ کے لئے کسی کو ڈرائے لیکن یہ جو ماں ڈرا رہی ہے بچے کو کہ اس دیوار پر مت چڑھو' اس سوراخ میں انگلی مت دو' اس چیز کو مت چھیڑو' یہ چھری ہاتھ میں مت لو اس سے اس کا اپنا ذاتی کوئی مقصد نہیں ہے

والدہ اولاد کی محبت اور شفقت میں اس سے پیار کرتے ہوئے اسے نقصان سے بچانا چاہتی ہے۔ انبیاء علیھم الصلواۃ والسلام کا ڈرانا اور آقائے نامدار ﷺ کا ڈرانا یہ ہے کہ وہ بنی آدم کو ہر اس ممکنہ خطرے سے بچانا چاہتے ہیں جو اس کی زندگی میں' موت میں' بعدالموت یا میدان حشر میں پیش آسکتا ہے اور کسی ایک بندے کو نہیں لیکون للعلمین نذیر ○ عالمین میں اللہ کے سوا ہر چیز آجاتی ہے یہ بڑی عجیب بات ہے قرآن نازل ہوا حضور علیہ الصلواۃ والسلام پر اور بندوں کے لئے عمل کرنے کی کتاب ہے بندوں کا عقیدہ درست ہو ان کا عمل درست ہو اس میں عالمین کہاں آگئے فرشتے تو مکلف نہیں ہیں قرآن کے مطابق نمازیں پڑھنے کے' فرشتے یا درخت یا شجر یا حجر یا زمین و آسمان تو قرآن کی حلت وحرمت جائز ناجائز کے مکلف نہیں ہیں۔ قرآن کے اتباع کے مکلف نہیں جبکہ عالمین میں تو اللہ کریم کے علاوہ ساری کائنات شامل ہے۔ عالمین میں تو عرش وکرسی بھی شامل ہے۔ آسمان بھی شامل ہیں آسمانوں کی مخلوق بھی شامل ہے' خشکی' تری' سمندر' ہوا شامل ہے۔ ہر وہ چیز جس پر مخلوق کا اطلاق ہوتا ہے' ذات باری کے علاوہ ہر شے عالمین میں شامل ہے تو گویا انسانی کردار کا اثر ساری کائنات پر پڑتا ہے اگر انسان محمد رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلے گا تو نتیجے میں کائنات کا نظام سدھرے گا۔ اور خدانخواستہ اگر کوتاہی کرے گا یا مخالفت کرے گا تو صرف یہ نہیں کہ وہ قیامت کو بھگت لے گا وہ تو بھگتے گا ہی لیکن وہ برباد کر رہا ہے امن عالم کو' وہ برباد کر رہا ہے نظام کائنات کو' وہ برباد کر رہا ہے عالمین کو صرف اپنے لئے گناہ نہیں کر رہا صرف اپنے لئے ہی برائی نہیں کر رہا۔ اسی لئے اللہ نے جہاد فرض کیا کہ جو باز نہ آئے اسے بزور شمشیر روکا جائے کہ وہ اپنی ذات کا اختیار تو رکھتا ہے ساری کائنات کو تباہ کرنے کا حق نہیں رکھتا۔

ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس۔ خشکیوں پر پانیوں پر صحراؤں میں سمندروں میں خرابی پھوٹ پڑتی ہے جنگلوں کو آگ لگ جاتی ہے سمندروں میں طغیانی آجاتی ہے۔ آتش فشاں پھٹ جاتے ہیں آسمان ساون میں دھوپ اور آگ برساتا ہے اور آسمان جب بارش کا موسم نہیں ہوتا تو بادلوں کے منہ کھول دیتا ہے زمین جل تھل ہو جاتی ہے لوگ غرق ہونے لگتے ہیں ڈوبنے لگتے ہیں پرندے مرجاتے ہیں جانور مرجاتے ہیں کیڑے مکوڑے مرجاتے ہیں تباہی ہو جاتی ہے۔ یہ سارا نظام الٹ پلٹ کیوں ہو جاتا ہے؟ اس لئے کہ وہ ہستی یا وہ مخلوق جس کے لئے اللہ نے یہ سارا نظام بنایا ہے گھر میں دو میاں بیوی تین چار بچے رہتے ہیں لیکن سارا گھر ان کے لئے ہے اب اگر وہ غیر مہذب طریقہ اختیار کریں ایک میز اٹھائے ادھر پھینک دے دوسرا بستر اٹھائے ادھر پھینک دے تیسرا چولہے کی تار کھینچ دے چوتھا بتی توڑ دے اور وہ کہیں جی ہم اپنا اپنا کر رہے ہیں۔ بھئی اپنا اپنا کہاں کر رہے ہو تم نے تو سارا گھر برباد کر دیا۔ یہی حال نسل انسانی کا ہے جب یہ برائی پر آتی ہے جب یہ کفر پر آتی ہے جب یہ گناہ پر آتی ہے تو اس کی برائی کا اثر نظام کائنات پر پڑتا ہے' دوسری مخلوق پر پڑتا ہے جب اس کی اکثریت برائی کی طرف ہو جاتی ہے تو جو اقلیت نیکی کی طرف رہ جاتی ہے وہ بھی اس کی لپیٹ میں آجاتی ہے۔ جب آسمانوں سے عذاب الٰہی اترتا ہے تو پھر وہ عمومی طور پر ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے ہاں وہ لوگ بچ جاتے ہیں خواہ وہ پوری دنیا میں پانچ بندے ہوں دو ہوں ایک ہو وہ بچ جاتا ہے جو اس برائی کے خلاف جہاد کرتا ہے یہ بڑے مزے کی بات ہے۔

انسانی کردار کا اثر ساری کائنات پر پڑتا ہے اگر انسان محمد رسول اللہؐ کے بتائے ہوئے راستے پر چلے گا تو نتیجہ میں کائنات کا نظام سدھر جائے گا

طوفان نوح علیہ الصلواۃ والسلام ان لوگوں کے لئے ہوتا ہے جو برائی میں شریک ہوتے ہیں یا برائی سے سمجھوتہ کرتے ہیں۔ تین جماعتیں ہوتی ہیں لوگوں کی۔ ایک وہ ہوتی ہے جو ظلم کرتی ہے۔ ایک وہ ہوتی ہے جو ظلم کرتی نہیں لیکن ظلم کی مخالفت بھی نہیں کرتی۔ ایک وہ ہوتی ہے جو ظلم کے خلاف جہاد کرتی ہے۔ عذاب جب بھی آتا ہے صرف ان لوگوں کو بچاتا ہے جو ظلم کے خلاف جہاد کرتے ہیں قوم لوط علیہ السلام پر عذاب آیا گنتی کے وہ لوگ بچے جو ظلم کے خلاف جہاد کر رہے تھے۔ نوح علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا وہ لوگ بچے جو نوح علیہ السلام کے ساتھ کفر کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے تھے جب بھی جس قوم پر عذاب آیا قرآن حکیم میں بنی اسرائیل پر عذاب کا تذکرہ ہے اللہ کریم نے انہیں حکم دے دیا کہ تم ہفتے کے دن شکار نہیں کرو گے سمندر کے کنارے ان کی بستیاں تھیں اور ان کی غذا اور سارا معاش کا ذریعہ مچھلیاں تھیں تو حکم دے دیا کہ ہفتے کے دن یوم السبت جو ہے وہ تمہارا مبارک دن ہے تم اس دن کوئی کام نہیں کرو گے۔ جس طرح مسلمانوں کے لے جمعے کی آذان ہو جائے تو کاروبار حرام ہو جاتا ہے جمعے کی نماز ختم ہونے تک۔ تو ان کے لئے ہفتے کا پورا دن حرام تھا عبادت کرو اللہ اللہ کرو کاروبار نہیں کرو گے مچھلیاں نہیں پکڑو گے۔ لیکن اللہ کی شان یہ کہ ہفتے کے دن مچھلیاں سمندر کے کنارے آجاتیں اور باہر سے نظر آتا تھا کہ پانی مچھلیوں سے بھرا ہوا ہے تو ان کے منہ میں پانی بھر آتا پھر انہوں نے بدمعاش سوچی انہوں نے باہر گڑھے بنائے بڑے بڑے کنویں یا بڑے بڑے گڑھے بنالئے سمندر سے نال بنا کر وہاں لے آئے تو جب

مچھلیاں کنارے پر آتیں تو نالیوں سے گزر کر ان کھڈوں میں بھی بھر جاتیں تو یہ درمیان سے پتھروں سے بند کر دیتے راستہ۔ اور پھر باقی دنوں میں پکڑتے رہتے اور کہتے تھے کہ جی ہم نے ہفتے کو تو نہیں پکڑیں باقی چھ دن پکڑتے رہتے لیکن روک انہیں ہفتے کو دیتے۔ کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ یہ عذاب الٰہی کو دعوت دے رہے ہو بدمعاشی کر رہے ہو جب تم نے روک لگا دی تو وہ تو گرفتار ہو گئیں جال میں ڈالو یا کنڈی میں ڈالو نہ ڈالو وہ تو پکڑی گئیں اگر تم نے گڑھے بھی بنائے ہیں تو کم از کم راستے میں روک نہیں لگاؤ کوئی آتی ہے واپس جاتی ہے چلی گئی کوئی رہ گئی تو پکڑ لینا یہ جب تم دیوار بنا دیتے ہو تو پکڑی تو گئی کچھ لوگ اپنے زعم میں سمجھ دار بنے انہوں نے کہا بھئی تم کیوں پنگا لیتے ہو ان سے تم نہیں پکڑتے بس ٹھیک ہے ہم بھی نہیں پکڑتے ٹھیک ہے یہ پکڑتے ہیں پکڑتے رہیں تم کیوں پنگا لیتے ہو لیکن جب عذاب الٰہی آیا اللہ نے انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا۔

وجعلنھم قردۃ والخنازیر- صرف وہ لوگ بچے جو منع کرتے تھے جو روکتے نہیں تھے اور پکڑتے نہیں تھے وہ بھی ساتھ ہی گئے۔ اب قرآن حکیم فرماتا ہے۔ کہ اللہ کریم نے یہ کتاب حمید اپنے بندے اپنے رسول ﷺ نازل فرمائی لیکون للعلمین نذیر اساری کائنات کو تباہی سے بچانے کا سبب بنے۔

دنیا کی چھ سو کروڑ آبادی میں سے دو سو کروڑ مسلمان ہیں یہ اگر کسی بھی وقت نفاذ اسلام کے لئے کھڑے ہو جائیں تو پوری دنیا کو کان سے پکڑ کر سیدھا کر دیں

اب آپ نسل انسانی کو دیکھیں دنیا پر نظر دوڑائیں نقشہ دنیا کا سامنے رکھیں ایک سرے سے شروع ہو جائیں جاپان کو دیکھ لیں کوئی اللہ کا نام' اللہ کا دین' اللہ کا ضابطہ' اللہ کا قانون نظر آتا ہے؟ چین کو دیکھ لیں کہیں انسانی زندگی میں وہ حدود نظر آتی ہیں جو اللہ نے متعین فرمائیں؟ ہانگ کانگ' برما میں بنگال میں' ہندوستان میں' پاکستان میں' مشرق وسطیٰ میں' ایشیا کے وسطی علاقے میں' شمال میں' سائبیریا میں' روس میں آگے چلتے جائیں امریکہ' برطانیہ' یورپ' سیکنڈے نیویا' افریقہ' کہیں زمین پر ایک گاؤں ایسا نہیں ہے جہاں انسانوں کو باضابطہ طور پر وہ مقام اپنانے کی توفیق نصیب ہو جو محمد رسول اللہ ﷺ نے دیا۔ پھر شکوہ کس بات کا کہ بارشیں بے موسم ہوتی ہیں' لوگ غرق ہو جاتے ہیں' آگ لگ جاتی ہے' قتل وغارت ہوتی ہے' گھر گھر گولی چلتی ہے' پوری دنیا پر خانہ جنگی ہو جاتی ہے' ہر ملک میں لڑائی ہو رہی ہے اور سب سے زیادہ مار مسلمانوں کو پڑتی ہے اور پڑنی چاہئے اس لئے کہ ذمہ داری مسلمانوں کی ہے۔ اگر یورپ کے ساحلوں پر خواتین برہنہ نہاتی ہیں' گلیوں میں برائی ہوتی ہے تو اسے روکنا کس کے ذمے ہے؟ یورپ تو دور ہے خود مسلم ریاستوں میں اب آپ کی مڈل ایسٹ کی ساری جو ریاستیں ہیں سعودیہ سے لیکر دوبئی تک ان سب نے بیچ بنا دیئے ہیں ساحل سمندر پر اور وہی کچھ ہوتا ہے جو یورپ میں ہوتا ہے۔ ہر جگہ وہی شراب بکتی ہے اور ہر جگہ وہی بدکاری ہوتی ہے اور ہر جگہ وہی عیاشی ہوتی ہے۔ یہاں آپ اپنے ملک میں دیکھ لیجئے آ رہی ہے اکتیس دسمبر رمضان میں رمضان شریف بھی ہوگا لیکن اکتیس دسمبر کو ٹنوں کے حساب شراب پی جائے گی۔ شہروں میں ابھی سے سٹاک ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ حکمران بھی جانتے ہیں' حکومت بھی جانتی ہے علماء بھی جانتے ہیں' پیر صاحبان بھی جانتے ہیں جمعہ کے خطبے پر یا لوگوں کو جنت کی بشارتیں دے رہے ہوں گے اور حوریں تقسیم ہو رہی ہوں گی محل بٹ رہے ہوں گے کام کی بات کوئی نہیں کرے گا اس طرف بات ہی نہیں کریں گے ذمہ داری کا احساس ہی نہ ہوگا اور نہ کسی اور کو یہ احساس دلائیں گے۔

اس وقت دنیا کی آبادی کم وبیش چھ سو کروڑ ہے چھ ارب کے لگ بھگ۔ حیرت کی بات ہے اس میں دو ارب مسلمان ہیں کسی بھی وقت مسلمان کھڑے ہو جائیں پوری دنیا کو کان سے پکڑ کر سیدھا کر دیں۔ مسلمان ممالک اگر اپنا سرمایہ کافر ملکوں سے لیکر اپنا اسلامی بنک بنا لیں تو دنیا کے تمام کافر ممالک یورپ' امریکہ' چائنا' جاپان' اور روس بھی ان کے محتاج ہو جائیں۔ اس لئے کہ دنیا میں انسانی زندگی کے جو ریسورسز ہیں' وسائل ہیں ان کا اسی فیصد مسلمان ملکوں کے پاس ہے۔ زندگی کے وسائل کا اسی فیصد حصہ مسلمانوں کے پاس ہے' افرادی قوت ان کے پاس ہے ٹیکنیکل نوہاؤ ان کے پاس ہے' وسائل ان کے پاس ہیں اور کفر دندناتا پھرتا ہے اور اگر کوئی اس کے خلاف کام کرنا چاہے تو ہمارے حکمران امن کے علمبردار بن جاتے ہیں اور احکامات دیتے ہیں کہ حزب الانصار کے کیمپ اکھاڑ دو' مجاہدین کے ٹریننگ سنٹر بند کر دو' ان کے وسائل بند کر دو اور کہتے ہیں یہ جو مجاہدین ہیں کابل میں ظلم کر رہے ہیں جی دیکھو غیر مہذبانہ سی حکومت بنا دی انہوں نے اور قدامت پسند لوگ اوپر آگئے اور عورتوں کے حقوق غصب کر رہے ہیں۔

جب یہ بل کلنٹن صدر بن رہا تھا تو جارج بش اور اس کا جو ٹی وی پر مناظرہ ہوا تو جارج بش نے کہا کہ تم امریکہ کی لیڈر شپ کے متمنی ہو قیادت کرنے چلے ہو حال تمہارا یہ ہے کہ تمہارا تو اپنی بیوی کے ساتھ باقاعدہ نکاح بھی نہیں ہے نہ عدالت میں نہ کسی گرجا گھر میں تم نے کبھی آپس میں شادی ہی نہیں کی تو اس نے ٹیلی ویژن پر کھڑے ہو کر جواب

دیا تھا کہ یہی تو میری خصوصیت ہے کہ میں اصل امریکی ہوں تم ابھی تک پرانی رسومات میں پھنسے ہوئے ہو اور جب یہ صدر بنا تھا تو شاید آپ لوگوں کو یاد ہو یا نہ ہو واشنگٹن ڈی سی کی تاریخ میں پہلی دفعہ ایک لاکھ ہم جنس پرست مرد اور عورتیں اکٹھی ہوئیں تھیں۔ واشنگٹن ڈی سی کی تاریخ میں اتنا بڑا اجتماع کبھی نہیں ہوا جتنا اس کے صدر بننے پر ہم جنس پرستوں کا ہوا تھا ایک لاکھ مرد اور عورتیں وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے مردوں نے مردوں سے شادی کی تھی اور عورتوں نے عورتوں سے کی ہوئی تھی اس لئے کہ یہ بل کلنٹن بھی ہم جنس پرست ہے اور ان کا لیڈر ہے اور انہی کے ووٹوں سے یہ پہلے بھی جیتا تھا اور دوبارہ بھی جیتا ہے۔ اب اس کی بیوی جو غیر منکوحہ ہے اور ایک بیٹی کی ماں اور صدر کی بیوی ہے بغیر شادی کے موج کر رہی ہے۔ وہ کہتی ہے افغانستان میں عورتوں کے حقوق نہیں پورے ہو رہے شاباش ہے بھائی یہ ہمارا حال ہے اور یہ ہمارا کردار ہے تو پھر کیا نسبت ہے ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ سے' کیا تعلق ہے ہمارا قرآن کریم سے' کیوں نہ ہم پر عذاب آئے۔ اس کی بھی کوئی وجہ ہم سوچیں کہ ہم پر عذاب کیوں نہ آئے ہم کیوں کہیں کہ ہمارے ساتھ ظلم ہو رہا ہے' جی گھر لٹ رہے ہیں' جی عزتیں لٹ رہی ہیں' جی آبروئیں لٹ رہی ہیں' جی قتل عام ہو رہا ہے' جی بندہ سبزی لینے جاتا ہے مارا جاتا ہے' گھر سے نکلتا ہے مارا جاتا ہے' مسجد میں بیٹھا ہے اگلے گولی مار کے چلے جاتے ہیں۔ ارے میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ابھی بھی اس کا کرم ہے ہمارا تو یہ حال ہونا چاہیے کہ زمین پھٹ جائے اور ہمیں کسی آتش فشاں میں غرق کر دے یہ تو ہمارا کردار ہے ہم زمین کے سینے پر بوجھ ہیں اگر ہم کفر کی آنکھوں میں آنکھیں نہیں ڈال سکتے۔

ذرا ملاحظہ فرمائیے! مکہ مکرمہ میں ساری طاقت سارا زور ساری قوت مشرکین کے پاس ہے اور جہاد کی اجازت نہیں ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں ہے۔ لڑنے کی مقابلہ کرنے کی اجازت نہیں مسلمان صرف مار کھائے جا رہے ہیں اور عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ ہم چالیس ہو گئے ہماری تعداد چالیس ہو گئی ہے کافربت تو پوجے حرم میں اور ہم نمازیں دارارقم میں چھپ کر پڑھیں جب کہ ہم چالیس ہیں آپ ﷺ اجازت دیجئے ہم حرم میں نمازیں پڑھیں گے۔ ہم کم نہیں ہیں ہم چالیس ہیں اور پوری دنیا پر چالیس تھے۔ روئے زمین پر چالیس بندے تھے انہوں نے کہا ہم کم نہیں ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ آگے سے مقابلے کی بھی اجازت نہیں۔

فرماتے ہیں' تم ہاتھ نہیں اٹھاؤ گے۔ انہوں نے کہا لڑیں گے نہیں مر تو سکتے ہیں۔ چالیس لوگوں نے بازوؤں میں بازو دے لئے اور بیت اللہ کو چل پڑے۔ پتھر مارے لوگوں نے' اینٹیں ماریں' لکڑیاں ماریں' عورتوں نے مٹکے اٹھا اٹھا کر ان کے سروں میں مارے۔ زخمی ہوتے گئے برداشت کرتے گئے۔ بڑا نیزہ بردار دستہ کھڑا کر دیا ابوجہل نے گلی کے سرے پر' حرم کے سامنے لیکن جب سب رکاوٹوں کو عبور کرتے لہولہان کسی کو کہتے کچھ نہیں آگے سے ہاتھ نہیں اٹھاتے کہ اجازت نہیں ہے مار کھاتے چلتے آئے گرنے کسی کو نہیں دیتے جُال بنے ہوئے ہیں بازوؤں میں بازو پھنسا کر۔ نیزہ بردار دستے سے ابوجہل نے کہا کہ یہ پتہ نہیں کس کس قبیلے کے جوان ہیں اور یہ باز نہیں آنے والے تم نیزوں میں پرو دو گے یہ تو جان دے دیں گے لیکن پھر ہم کس کس قبیلے کا مقابلہ کریں گے لہٰذا ہٹ جاؤ جانے دو انہیں اور انہوں نے حرم میں جاکر نمازیں پڑھیں پوری دنیا میں چالیس تھے۔

تین سو تیرہ تو بدر میں کھڑے ہو گئے آج دو سو کروڑ مسلمان ہیں۔ بڑے بڑے مفتی' بڑے بڑے علامے' بڑے بڑے فاضل' بڑے بڑے مشائخ' پیران عظام' نیک اور واقعی نیک یہ نہیں کہ محض رسماً نیک ہیں واقعی نیک لوگ بھی ہیں پتہ نہیں انہیں قرآن کی سمجھ کیوں نہیں آتی یہ ہماری بدقسمتی ہے تسبیحات ساری رات پڑھیں گے رمضان آنے والا ہے روزے شعبان سے شروع کر رکھے ہوں گے پورا شعبان بھی روزے دیکھیں گے پورا رمضان بھی ساری ساری رات جاگیں گے ساری ساری رات دعا کریں گے لیکن بھئی پنجابی میں کہتے ہیں

لت بھنی داندے دی تے لیکاں ٹوڈے آں

ٹانگ تو بیل کی ٹوٹ گئی تھی اور وہ علاج اونٹ کے بچے کا کر رہے ہیں۔ بھئی ضرورت ہے میدان کارزار میں تمہاری' تم گوشہ مسجد میں شور کر رہے ہو۔ وقت کی ضرورت یہ ہے کہ کفر نے روئے زمین کو اپنے شکنجے میں لے رکھا ہے' پوری دنیا میں شراب پر کوئی روک ٹوک نہیں' سود پر کوئی روک ٹوک نہیں' بدکاری اور زنا پر کوئی روک ٹوک نہیں' حرام کھانے پر' خنزیر کھانے پر' کوئی روک ٹوک نہیں' یہ پوری دنیا کے معاشرے کی روش بن گئی ہے اور مسلمان نہ صرف برداشت کر رہے ہیں بلکہ معافی مانگتے ہیں اور معذرت خواہانہ انداز میں جی بس معاف کرنا جی میں مسلمان ہوں یعنی گویا یہ ہماری غلطی ہے قصور ہے ہم سے درگزر فرمائیے۔ مسلمان بادشاہتیں اس ہم جنس پرست کلنٹن سے حکم حاصل کر کے اپنے ممالک کو چلا رہے ہیں اور جو کوئی ایک نہیں مانتا اسے انہوں نے پیس کر رکھ دیا کوئی مسلمان اس کی حمایت میں اس کے حق میں بات نہیں کرتا۔ اپنے طور پر اگر کوئی تنظیمیں جہاد کر رہی ہیں تو حکمران ان کے بھی خلاف ہیں۔ تو پھر بھائی عذاب نہیں ہو گا تو کیا ہو گا

فرمایا!

جھوٹ بولتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ دین ادھاری مزدوری ہے۔ یاد رکھیں جسے یہاں نہیں ملا اسے وہاں بھی کچھ نہیں ملے گا۔ اللہ ادھار نہیں کرتے

لیکون للعلمین نذیرا۔ نزول قرآن کا مقصد یہ ہے کہ پوری کائنات کو خرابی سے بچانے کا اہتمام کیا جائے تاکہ بارشیں اپنے وقت پر ہوں' دھوپ اپنے وقت پر نکلے' دریا اپنے راستے پر سے گزریں' عزتیں محفوظ ہوں' جانیں محفوظ ہوں' مال محفوظ ہوں۔ بھئی یہ مفہوم ہے نزول قرآن کا اس لئے قرآن نازل ہوا اور اگر اس دنیا میں کوئی شخص اپنی اپنی زندگی کی اپنے ماحول کی اصلاح نہیں کرتا تو آخرت کی امید نہ رکھے۔ جھوٹ بولتا ہے جو کہتا ہے کہ جی دین ادھاری مزدوری ہے۔ یاد رکھیں! جسے یہاں نہیں ملا اسے وہاں بھی کچھ نہیں ملے گا اللہ ادھار نہیں کرتے یہی تو نقد مزدوری ہے اگر اللہ کا ایک اکیلا بندہ دین کی خاطر میدان عمل میں ہے مجھے سوفیصد سے ایک سو بیس فیصد بھی یقین ہے کہ اس کی زندگی میں پریشانی نہیں ہوگی۔ اسے اپنے کسی کام پر افسوس نہیں ہوگا۔ اس کے دل میں کوئی حسرت نہیں ہوگی۔ اسے کبھی بے قراری نہیں ہوتی ہوگی وہ جب سر رکھتا ہوگا سو جاتا ہوگا جب اٹھتا ہوگا ہشاش بشاس ہوتا ہوگا' جس طرح نار نمرود میں ابراہیم علیہ السلام مزے میں تھے آج کی اس برستی ہوئی آگ میں بھی ہر وہ بندہ جس کے دل میں جذبہ جہاد موجود ہے آج اس نار نمرود میں وہ محفوظ ہے باقی سب جل رہے ہیں۔ کسی کا گھر جل رہا ہے کسی کا مزاج جل رہا ہے' اور سب کے دل جل رہے ہیں' محفوظ صرف وہ ہے آج بھی جو یہ طے کرلیتا ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کی حکمرانی ہوگی اور کفر کے خلاف جہاد کروں گا۔ پھر اللہ کریم فرماتے ہیں کہ قرآن تو میں نے ایک بندے پر نازل کیا ہے اسے خدام گنتی کے مہیا فرمائے تو یہ روئے زمین اور عالمین کی اصلاح کیسے کرے گا اللہ فرماتا ہے اس کا نازل کرنے والا وہ ہے ن الذی له ملک السموت والارض۔ زمین و آسمان وکائنات کی حکومت اس کے قبضہ قدرت میں ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کا یہ فریضہ متعین فرمایا کائنات کی حکومت اس کے پاس ہے اس کا نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ کوئی وارث تخت نہ کوئی اس کی حکومت میں شریک ہے نہ اس کی حکومت کو کبھی زوال ہے نہ اسے کسی وارث کی ضرورت ہے کوئی اس کی سلطنت میں کسی طرح کا دعوی نہیں رکھتا۔ جب وہ چاہتا ہے تو کیا نہیں ہو سکتا لہذا جب بھی کوئی قرآن کی دعوت کو لیکر میدان میں اترے گا اس کی کامیابی کا ذمہ دار وہ آپ ہے۔

وخلق کل شئی۔ ارے تم کہتے ہو موسم مخالف ہوں گے زمین مخالف ہوگی۔ وہ ہر چیز کا خالق ہے کسی کی جرات ہے کہ مخالفت کرے۔ فقدرہ تقدیرا۔ ہر چیز میں خصوصیات اس نے پیدا کی ہیں وہ جب چاہتا ہے چیزوں کی خصوصیات بدل جاتی ہیں۔

سیدنا فاروق اعظمؓ باہر نکلے تو زلزلہ آرہا تھا اور وہ پورا شہر مدینہ بھی اس میں لرز رہا تھا تو آپؓ کو بڑا غصہ آیا اور آپؓ کے ہاتھ میں درہ تھا آپؓ نے تین چار پانچ مارے زمین پر۔ رک جا! تجھے شرم نہیں آتی' کیا تجھ پر ظلم ہو رہا ہے کہ تو کانپ رہی ہے جب انصاف ہو رہا ہے تو تجھے کانپنے کی کیا ضرورت پیش آگئی۔ خبردار! رک جا خبردار اور اسے مارا پیٹا اس دن سے آج تک مدینہ منورہ میں زلزلہ نہیں آیا۔ آپ نے دیکھا ہوگا مدینہ منورہ کے باہر اب وہ جو جگہ حاصل کرکے صفائی کرتے ہیں ساری لاوے کے نیچے دبی ہوئی ہے اتنے بڑے آتش فشاں تھے کہ آپ اگر دیکھیں تو اوپر لاوے کے سیلاب بنے ہوئے ہیں لاوے کے پہاڑ بنے ہوئے ہیں جو آتش فشانوں سے نکلتا تھا۔ جس دن فاروق اعظمؓ نے درے مارے تب سے لیکر آج تک وہ آتش فشاں کسی نے دیکھے نہیں کہ کہاں ہیں۔ خاموش ہو گئے آتش فشاں پہاڑ اور زمین نے لرزنا بند کر دیا آج تک نہیں لرزی

دریائے نیل کا پانی رک جاتا تھا گرمیوں میں پھر وہ عرب مصری جو ہیں کسی نوجوان لڑکی کو بناؤ سنگھار کرا کے دریا میں بٹھا دیتے پھر پانی آجاتا تھا کوئی شیطان نے تماشا بنا رکھا تھا اور بہہ جاتی تھی اس پانی میں۔ جب مسلمانوں کا قبضہ ہوا اور دریا خشک ہو گیا تو عمائدین شہر آئے جی کہ وہ تو اس طرح پانی آتا تھا۔ گورنر نے لکھا دارالخلافہ سے جناب فاروق اعظمؓ کو کہ جی یہ لڑکی کو بناؤ سنگھار کرکے دریا میں بٹھا دیتے تھے اور پانی آجاتا تھا۔ اگر پانی نہ آیا تو ملک میں قحط پڑ جائے گا تو آپؓ نے ایک چھٹی لکھ کے دی۔ لکھا! اللہ کے بندے عمرؓ کی طرف سے نیل کے نام۔ اگر تو تو اللہ کی مخلوق ہے اور اس کے حکم سے بہتا ہے تو بہتا رہ اور اگر تو اللہ کی مخلوق نہیں ہے تو ہمارا تیرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے پھر ہمیں تیری ضرورت نہیں ہے۔ فرمایا! میری چٹھی دریا میں ڈال دو جس دن ڈالی گئی اس دن نیل بھر کر آیا اور آج تک اس سے کم نہیں ہوا۔ کتنی صدیاں بیت گئیں۔ نہ نیل کی روانی میں کمی آئی نہ پانی میں کمی آئی نہ گہرائی کم ہوئی۔

وہ فرماتا ہے! میری حکومت ہے' میرا ملک ہے' میری مملکت ہے' جو میرے کام کے لئے نکلے گا میں اس کے ساتھ ہوں۔ ہوائیں' فضائیں' بارشیں' برساتیں' زمین' دریا اس کا ساتھ دیں گے اسے کون روک سکتا ہے۔

صحرائی بدو ریت پر پلنے بڑھنے والے صحرائے عرب سے اٹھے اور ہمالہ کی چوٹیوں کو روندتے ہوئے چین تک نکل گئے صحرائے عرب سے اٹھے اور بحر اوقیانوس کو پایاب کرتے ہوئے ہسپانیہ تک چلے گئے نہ دریاؤں نے روکا نہ پہاڑوں نے روکا۔ برفستانوں کی بلندیوں سے وہ لوگ گزر گئے جو بدوں کے خیموں میں پیدا ہوئے تھے۔ کس نے گزارے؟ ارے موسم اس کے' پہاڑ اس کے' زمین اس کی' دریا اس کے' کون روکتا؟ آج بھی قرآن اپنی زبان میں وہی نعرہ دہرا رہا ہے آج بھی اللہ اس وعدے پر قائم ہے اور آج بھی وہ دعوت موجود ہے یاد رکھ لو! کبھی امن قائم نہیں ہو سکتا اگر ہم برائی کے مقابلے میں زمین پر کہیں پر اسلام نافذ نہیں کرتے۔ یہ ریاست تو وجود ہی اسلام کے نام پر آئی تھی۔ لاکھوں جانیں لوگوں نے قربان کیں' عزتیں لٹیں' آبروئیں گئیں اور پچاس سال سے اس پر ملک کے' دین کے غدار اور دین فروش' قوم فروش جنہوں نے قوم کا خون' قوم کی آبرو بیچ کر انگریز سے جاگیریں لی تھیں اس پر قبضہ کرکے بیٹھے ہیں اور ہم میں سے ہر ایک جان بچا کر اندر گھسا بیٹھا ہے۔ اب جانیں بچنے سے رہیں اب جانیں بچتی نہیں ہیں۔ کفر اتنا طاقت ور ہو رہا ہے کہ اسلامی ممالک میں کافر کے حکم سے اذانوں پر پابندی لگ گئی' مدارس کو تالے پڑ گئے' مساجد کو تالے پڑ گئے۔ پوری ترکی میں انہوں نے تالے لگوا دیئے اذان کہنا جرم ہو گیا قانوناً" جرم ہے کوئی اذان کہے اسے عدالت میں چالان کرتے ہیں۔ الجزائر میں ذرہ کلمہ پڑھ کے دیکھو بازار میں' مصر کے بازار میں کھڑے ہو کر دوگانہ پڑھو آپ کو پھانسی لگا دیں گے۔ اب چوتھا نمبر اس ملک کا ہے۔ یہاں بھی اس طرف پیش رفت ہو رہی ہے۔ حکومت نے دہشت گری کا قانون بنایا ہے اس قانون میں یہ بات موجود ہے کہ پولیس کا سپاہی بھی جسے سمجھے یہ دہشت گرد ہے اسے گولی مار دے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ حکومت کے ایک وزیر کا بیان تھا کہ دہشت گرد دینی مدارس میں ہیں۔ اب بھی اگر ہمارا دین دار طبقہ' اہل علم' علماء' مشائخ نہ سمجھیں تو شاید انہیں پھر سمجھنے کی فرصت ہی نہ ملے اور اسلام صرف مولوی کا' پیر کا' مشائخ کا نہیں۔ اللہ صرف پیروں کا نہیں' نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف مولویوں کے نہیں قرآن صرف خاص خاص لوگوں کے لئے نازل نہیں ہوا ہم سب برابر کے ذمہ دار ہیں اگر ہم دیکھتے رہیں کہ فلاں پیر صاحب نکلیں تو میں نکلوں گا تو پھر وہ اللہ کا کام نہیں ہو گا پھر وہ پیر کا کام ہو گا۔ فلاں مولوی صاحب نکلیں تو میں نکلوں گا۔ نہیں! مولوی صاحب اگر نہ نکلیں تو وہ اپنا جواب دیں گے ہم نہ نکلے تو ہم اپنے کے ذمہ دار ہیں۔

لہٰذا اب وقت ہے کہ پچاس برس سے غصب شدہ اس پاکستان کو ان جاگیرداروں سے پھر آزاد کرایا جائے اور یہ انگریز کا فرسودہ نظام اٹھا کر پھینک دو سمندر میں اور وطن عزیز پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ نافذ کر دو۔

بقیہ۔ حسد

دکھائی دے مگر اس کے دل میں بڑائی چھپی ہو یہ مرض بہت خطرناک ہے۔ اور اس کی وجہ سے بہت سے امراض جنم لیتے ہیں۔

امام غزالیؒ نے بھی جہاں روحانی امراض کی تشخیص اپنی کتب میں فرمائی ہے وہاں علاج بھی بتا دیا ہے حسد کا علاج تجویز فرماتے ہیں کہ حاسد یہ جان لے کہ حسد دین ودنیا میں حاسد کے نقصان اور محسود کے نفع کا سبب ہوتا ہے۔ حاسد کے واسطے نقصان یہ ہے کہ وہ ہمیشہ غم اور عذاب میں رہتا ہے اس طرح اس بدخواہی میں ابلیس کا شریک ہوا اور محسود کو دنیا میں یہ فائدہ ہے کہ اس کے سوا اور کیا چاہے گا کہ اس کا حاسد ہمیشہ رنج وعذاب میں رہے اور دینی فائدہ یہ ہے کہ وہ حسد کے سبب حاسد کا مظلوم ہے اور اس فعل کے سبب اس کی نیکیاں محسود کے نامہ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں اور محسود کے گناہ حاسد کی گردن پر دھر دیئے جاتے ہیں۔ حسد کا یہی علاج ہے کہ ان جڑوں کو اپنے دل سے اکھاڑ ڈالے اور جب حسد پیدا ہو تو اس کے خلاف عمل کرے مثلاً" اگر حسد کہے کہ فلاں شخص کے خلاف طعن کر تو اس کی تعریف کرنے لگے اور جب حسد حکم کرے کہ تکبر کر تو فروتنی کرے اور جب کہے کہ فلاں شخص کی نعمت زائل کرنے کی کوشش کر تو اس کی پیٹھ پیچھے اس کی تعریف کرے تاکہ محسود سن کر خوش ہو اور اس کی خوشدلی کا تیر تو محسود پر پڑے اور اس کے عکس سے اس کا دل شاد ہو اور یوں عداوت منقطع ہو جائیگی۔ مگر ان حالات میں شیطان بھڑکائے گا جبکہ علاج کے لئے یہی دوا مفید ہے بے شک بہت کڑوی ہے مگر جان لو کہ دین ودنیا کی تباہی حسد سے ہے اور کوئی دوا علاج ایسا نہیں جس میں تلخی وتکلیف نہ سہنا پڑے۔

بقیہ۔ قلب کی صفائی

درجے کا قوم کا حصہ جو ہے وہ اوسط درجے کا بدکار ہے اور جو ادنیٰ ہے بڑا گھٹیا بدکار ہے۔ ہندوؤں کا ایک تہوار ہے بیساکھی اور بسنت' صرف ایک لاہور شہر میں دو ارب روپے کے پتنگ اڑائے گئے' دو سو کروڑ کے' دو ارب روپیہ پتنگوں اور ان کی ڈوروں کا اسٹیمیٹ تھا۔ اندازہ لگائیں اس ملک کا جس میں لاکھوں لوگ' روز بھوک سے تڑپ کر مر جاتے ہیں جس میں ایک کروڑ ایسے لوگ ہوں گے جو دوائی کے لئے ترس رہے ہیں دوائی نہیں ملتی۔ ستر فیصد وہ آبادی ہے جسے پینے کا صاف پانی نہیں ملتا۔ اور اس کا کردار یہ ہے کہ ایک ہندوانہ رسم پر صرف ایک شہر لاہور سے دو سو کروڑ روپیہ خرچ ہوا۔

قلب کی صفائی

شیشہ اگر عکس کو منعکس نہ کرے تو وہ بیکار ہو جاتا ہے دل کی مثال بھی ایک شیشہ کی طرح ہے جس کا کام نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ سے رہنمائی حاصل کر کے اپنے افعال میں منعکس کرنا ہے۔ اگر یہ اپنا کام نہ کر رہا ہو تو اس کا مطلب ہے کہ دل کو زنگ لگ گیا ہے۔ اس زنگ کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی پالش کیا جاتا ہے۔ موجودہ بد عملی اور بربادی کی بنیادی وجہ ہی یہ ہے کہ ہمارے دل صیقل نہیں رہتے ہیں۔ آیئے اسے پالش کریں کہ دین و دنیا کی بھلائی اسی میں ہے۔

خطاب مولانا محمد اکرم اعوان' 98-4-24

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنتہ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاخر۔ وذکر اللہ کثیرا ○ (الاحزاب 21)

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنتہ یہ نہایت یقینی بات ہے کہ تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات ستودہ صفات میں بہترین رہنمائی ہے خوبصورت رہنمائی ہے لیکن اس کا سارا حسن' اس کی ساری بھلائی' اس کا سارا کمال تو ان لوگوں کے لئے ہے۔

لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاخر۔ جن لوگوں کو ان کا حسن دکھائی دیتا ہے جنہیں یہ یقین ہو کہ انہیں اللہ کے حضور پیش ہونا ہے اور جنہیں آخرت پر یقین کامل حاصل ہو۔ پہلے' آدمی کو آخرت کا یقین حاصل ہو وہ چیزوں کو آخرت کے حوالے سے دیکھنا شروع کرے وہ باتوں کو قیامت کے حوالے سے سوچنا شروع کرے تو اسے سب سے بہترین راہ عمل وہ نظر آتی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے عملاً" تعلیم فرمائی آپ ﷺ نے صرف تھیوری ارشاد نہیں فرمائی بلکہ اس پر عمل کر کے راہ حیات کے ہر شعبہ پر اپنے نقوش کف پا ثبت فرما دیئے۔ کوئی بھی کلمہ گو آپ کو ایسا نہیں ملے گا جو قیامت اور آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہو اور اللہ سے مغفرت اور بخشش نہ چاہتا ہو یا جو یہ کہتا ہو کہ قیامت نہیں ہوگی کوئی ایسا مسلمان نظر نہیں آئے گا۔ جب سارے یہی کہتے ہیں کہ اللہ آخرت کی مصیبتوں سے نجات دے اللہ میری توبہ قبول فرمائے اللہ مجھے معاف کر دے اور عجیب بات یہ ہے کہ یہ سب کہنے کے باوجود عملی زندگی میں اپنی رائے پر عمل کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا! جنہیں کثرت ذکر نصیب نہیں ہے انہیں آخرت کا یقین نصیب نہیں ہوتا۔

وذکر اللہ کثیرا۔ لقائے الٰہ اور آخرت کا یقین تب نصیب ہوگا جب وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔ قرآن حکیم اس مرض کی نشان دہی کرتا ہے کہ ایک عاجز مخلوق' انسان کے پاس یہ خبر بھی موجود ہو کہ اللہ خالق ہے اللہ ہر چیز کا مالک ہے ہر چیز نے پلٹ کر اس کی بارگاہ میں جانا ہے اس کے باوجود وہ اللہ کی اطاعت نہ کرے تو اس کا سبب کیا ہے قرآن فرماتا ہے۔

کلا بل ران علی قلوبھم۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے دلوں پر زنگ لگ جاتا ہے زبان بات کہتی ہے عقل بات مانتی ہے لیکن دل نہیں مانتا

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل ونگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

زبانی تو مانتے ہیں لیکن دل نہیں مانتا اس لئے کہ وہ زنگ خوردہ ہو چکا ہوتا ہے۔ ایک لوہے کے ٹکڑے کو زنگ لگ جائے آپ اسے لاکھ سورج کے سامنے رکھیں اس پر کیا اثر ہوگا کچھ بھی نہیں لیکن اس کو آپ صاف کریں اسے صیقل کریں اسے نکل پالش کرا کہ ذرا سورج کے سامنے کریں تو اس میں بھی سورج جیسی چمک آجائے گی' پتہ چلے گا یہ بھی کوئی سورج کا ٹکڑا ہے۔

نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے بھی اس زنگ کے اتارنے کا یہی علاج تجویز فرمایا جو قرآن حکیم نے تجویز فرمایا اس کی شرح فرمائی حضور ﷺ نے فرمایا

لکل شئی صقالتہ ہر چیز کے لئے پالش ہوتی ہے جو اس کا زنگ اتارتی ہے اسے صاف کرتی ہے وصقالتہ القلوب ذکر اللہ اور دلوں کی پالش اللہ کی یاد ہے۔ یاد الٰہی سے یا کثرت ذکر سے دلوں کا زنگ اترتا ہے۔ عجیب بات ہے قرآن جب ذکر کی بات کرتا ہے تو کثرت کی بات کرتا ہے کسی محدود گنتی محدود اوقات یا کسی خاص تعداد کی بات نہیں کرتا بلکہ وذکر اللہ کثیرا۔ اور کثیر کہتے ہیں عمر بھر کے افعال کو یعنی زندگی میں جتنا بھی کوئی کام کیا ہے اس میں سب سے زیادہ کام جو ہے وہ اللہ کی یاد ہو' جو بات کرتے ہیں یہ بھی ایک کام ہے' ہاتھ سے جو کام کرتے ہیں یہ بھی ایک کام ہے' جو بزنس کرتے ہیں یہ بھی ایک کام

ہے' جو سانس لیتے ہیں ہیں یہ بھی ایک کام ہے' دل جو دھڑکتا ہے یہ بھی ایک کام ہے قرآن میں حکم الٰہی ہے کہ اللہ کا نام اتنی بار لیا جائے جتنی بار اور کوئی کام نہ کیا جائے' سب سے زیادہ' سانسوں سے زیادہ' دل کی دھڑکنوں سے زیادہ بار اللہ کا ذکر کیا جائے اور اسم ذات کا ذکر کیا جائے واذکر اسم ربک اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کر۔

ہم جب عالم اسلام پر نظر کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد رب جلیل پر بھی خفا ہے۔ جنہیں اللہ کی ذات سے بھی شکوہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں' اللہ کی عبادت کرتے ہیں' پنجگانہ نماز ادا کرتے ہیں' زکوۃ دیتے ہیں' روزے رکھتے ہیں' حج کرتے ہیں اس کے باوجود دنیا کی ہر ذلت ہمارا مقدر ہے۔ ہر مصیبت مسلمانوں پر ٹوٹتی ہے۔ قتل ہوتے ہیں تو مسلمان' عزتیں لٹتی ہیں تو مسلمانوں کی' تباہی آتی ہے تو مسلمانوں پر اور پوری دنیا میں جہاں دیکھو کفار نے مسلمانوں کی جان ومال کو کھلونا بنا رکھا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ ہمارے سجدے' ہماری دعائیں' ہمارے ذکر اذکار یہ سارے خالی جاتے ہیں۔

اللہ کی عبادت کرتے ہیں' پنجگانہ نماز ادا کرتے ہیں' زکواۃ دیتے ہیں' روزے رکھتے ہیں' حج کرتے ہیں اس کے باوجود دنیا کی ہر ذلت ہمارا مقدر ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ ہمارے سجدے' ہماری دعائیں' ہمارے ذکر اذکار بے ثمر ہو گئے ہیں

ارشاد باری ہے اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعتہ فاسعوا الی ذکر اللہ وذرو البیع۔ جمعے کی اذان ہو جائے تو ذکر الٰہی کی طرف (نماز بھی ذکر ہے) بھاگ کر آؤ اور کاروبار حیات بند کر دو واذاقضیت الصلواۃ اور جب نماز ختم ہو جائے فانتشروا فی الارض اپنے کام کاج پر چلے جاؤ واتبغو من فضل اللہ اپنی روزی تلاش کرو اور اللہ کی مہربانی اور اپنا رزق تلاش کرو فرمایا واذکروا اللہ کثیرا۔ لیکن اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو یعنی نماز بھی ذکر کی ایک صورت ہے لیکن نماز وہ ذکر ہے جو مخصوص وقت پر مخصوص طریقے سے ادا کیا جاتا ہے اس کی ادائیگی کے بعد دوران کاروبار' بزنس' مزدوری' ملازمت اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو۔

لیکن ذکر قلبی نہ کبھی تمام ہوا نہ اس سے چھٹی ہوئی۔ فرمایا! جب تمہارا کسی کافر سے' کافر جماعت سے' کافر فوج سے مقابلہ ہو جائے فاثبتوا۔ جم کر لڑو واذکروا اللہ کثیرا اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو۔ آگ برس رہی ہے گولے پھٹ رہے ہیں' جسموں کے پرخچے اڑ رہے ہیں' گردنیں کٹ رہی ہیں' خون کے دریا بہہ رہے ہیں لیکن فرمایا ذکر الٰہی کثرت سے کرتے رہو کہ جتنی زیادہ مصروفیت ہے اتنی زیادہ ذکر کی ضرورت ہے جتنا زیادہ مشکل لمحہ ہے اتنی زیادہ ذکر کی ضرورت ہے۔ اقم الصلواۃ لذکری۔ نماز کو اس لئے قائم رکھو کہ یہ میرے ذکر کا ایک اعلیٰ ترین سبب ہے ذریعہ ہے حج کے بارے فرمایا۔ واذکروا اللہ کذکرکم اباءکم او اشد ذکرا۔ جس طرح اپنے باپ دادا کے قصے کہانیاں بیان کیا کرتے تھے اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر اللہ کا ذکر کیا کرو۔ ہر شعبہ زندگی میں اور ہر حال میں ہر وقت۔ حضرت عائشتہ الصدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنے ہر حال میں اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کا کوئی لمحہ ذکر الٰہی سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ اب اگر آج کا عالم اسلام اپنا تجزیہ کرے تو معلوم ہو گا کہ نمازیں ہیں لیکن سجدے بے ذوق اور قیام بے کیف۔ روزے ہیں لیکن ان میں وہ ذوق نہیں ہے یوں جیسے ایک مصیبت گلے پڑی ہوئی ہے جسے ہم نبھا رہے ہیں۔ باقی ارکان دین بھی اسی طرح ہیں۔ آپ کسی بھی مسجد میں بیٹھ کر ذرا غور فرمائیے پانچ دس نمازیوں کو دیکھیے کہ وضو کرنے کے طریقے سے لیکر نماز ادا کرنے تک' تو پتہ چلے گا کہ جیسے کوئی بیگار میں پکڑا ہوا آتا ہے اور ٹوٹل پورا کر کے بھاگتا ہے وہی حال ہمارا ہوتا ہے۔ جلدی جلدی پانی کے چھینٹیں اڑائیں گے کوئی جگہ خشک رہ گئی کوئی گیلی ہو گئی' رکوع میں جائیں گے واپس سیدھے نہیں ہوں گے' سجدے زمین پہ لیٹے لیٹے دو کر لیں گے' اٹھتے بیٹھتے بھاگتے دوڑتے یہ جاوہ جا۔ حج پر جاتے ہیں مجھے اگلے دن ایک حاجی صاحب بتا رہے تھے کہ حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے کھڑا بندہ (یہ جو حطیم ہے یہ بیت اللہ کا حصہ ہے یہاں میزاب رحمت وہ پرنالہ ہے جو دعا کرنے کا سب سے اعلیٰ مقام ہے) بندہ دعا کر رہا تھا یا اللہ کسٹم والوں کو اندھا کر دے یعنی ہمارے حج بھی یہ ہیں کہ حطیم میں بیت اللہ کے اندر میزاب رحمت کے نیچے پہنچ کر بھی ہمیں خیال یہی ہے کہ مجھے یہاں سے مال ودولت لے جانا ہے اور اللہ کرے وہ کسٹم والوں کی نظر میں نہ آئے۔ آخر کیوں؟ اس لئے کہ دل میں دنیا کی محبت بسی ہوئی ہے دل وہیں الجھا ہوا ہے دل پر وہی زنگ چڑھا ہوا ہے دنیا کا۔ دین عقل میں ہے زبانی ہے خاندانی ہے مردم شماری میں ہے گلے پڑ گیا۔ اب ہم مسلمان کے گھر پیدا ہوئے ہیں تو ہم کیا اعلان کریں کہ ہم مسلمان نہیں ہیں بس وہ گلے پڑ گیا نبھ رہا ہے لیکن کیا اسلام ایسا دین ہے جو گلے پڑ جائے نبھاتے رہو' ایسا نہیں ہے۔ ہر فرد کا

اپنا ایمان ہے' ایمان میں تقلید نہیں ہے کہ کسی کے پیچھے لگ کر مان لیا ہر فرد کو اپنے ایمان کا حساب دینا ہے اور جو قوت ایمان نصیب ہوتی ہے اس کے مطابق انسان فیصلے کرتا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ اسلام عبادت کی حد تک تو ٹھیک ہے لیکن اس دور کی عملی زندگی میں اسلام قابل عمل نہیں اور یہ ان کا بڑا حتمی اور یقینی فیصلہ ہے

ہم عملی اعتبار سے اگر دیکھیں تو پاکستان میں دنیا بھر کے مقابلے میں سب سے بہترین علماء اسلام موجود ہیں اگر میدان جہاد میں پاکستانی مسلمانوں کا تجزیہ کیا جائے تو دنیا بھر کی جتنی جہادی تنظیمیں چل رہی ہیں پاکستانی ان میں شریک ہیں اور سب سے زیادہ قربانیاں دے رہے ہیں اور دنیا کے ہر حصے میں اللہ کے نام پر یہ جانیں لٹا رہے ہیں۔

تو کیا وجہ ہے آپ نماز کے اعتبار سے دیکھ لیں تو جن لوگوں نے باہر کی غیر مسلم دنیا دیکھی ہے' مسلمان ممالک بھی دیکھے ہیں انہیں بھی پتہ ہوگا کہ دنیا کے ہر ملک سے زیادہ نمازی پاکستان میں ہیں۔ عمومی جو ہماری زندگی ہے یا ایک عام شہری کی زندگی یا عام دیہاتی کی زندگی' دیہاتی کی زندگی تو خصوصاً" اسلام کے مطابق ہے۔ اول و آخر وہ کوشش کرتا ہے سونے' جاگنے' کھانے' پینے' نکاح' طلاق' مرنے' جنازے تک۔ تو اتنے اچھے مسلمان ہونے کے باوجود کیا وجہ ہے کہ انہیں اسلامی حکومت' اسلامی انصاف' اسلامی عدل' اسلامی معیشت نصیب نہیں ہوتی۔ علماء بھی غیر اسلامی معیشت کے اسیر ہیں' مجاہدین بھی غیر اسلامی معاشرت اور قانون کے اسیر ہیں' سارے نیک اور پارسا نمازی بھی اس کافرانہ نظام کے تحت رہ رہے ہیں تو کوئی تو وجہ ہوگی۔ بظاہر کوئی دوسری وجہ نظر نہیں آتی سوائے اس کے کہ ہمارے دل اللہ کی یاد سے غافل ہو چکے ہیں۔ سب کے دلوں میں وہی بیماری ہے۔ کچھ جو اوپر چلے گئے صاحب اختیار ہو گئے۔ وہ بدنام ہو گئے کچھ ہماری طرح نیچے رہ گئے وہ تنقید کرتے رہے اور پارسا بنے رہے لیکن دلوں کا حال سب کا ایک جیسا ہے۔ دل غافل ہیں' دل ذاکر نہیں ہیں' دلوں میں اللہ کی محبت کی بجائے دنیا کی محبت ہے' عہدوں کی محبت ہے' دولت کی محبت ہے اور ان کے حصول کے لئے ہر جائز وناجائز حیلہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ حیرت ہوتی ہے اس طرز عمل پر۔ پاکستان میں اس وقت دو طبقے ہیں۔ ایک طبقہ تو وہ ہے جو ہے ہی دنیاداری کی طرف' وہ کہتے ہیں کہ اسلام عبادت کی حد تک تو ٹھیک ہے لیکن اس دور کی عملی زندگی میں اسلام قابل عمل ہی نہیں اور یہ ان کا بڑا حتمی اور یقینی فیصلہ ہے یہ محض ان کی بات نہیں ہے بلکہ وہ اپنے دل سے اور خلوص سے یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کے پاس فرسودہ روایات کے علاوہ کچھ نہیں اور یہ آج کے عہد کے جدید تقاضوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ آج کے زمانے کے تقاضے کیا ہیں؟ جدید تہذیب کیا چاہتی ہے؟ وہی بات جو بہت پرانی ہے وہ آج جدید تہذیب کہلاتی ہے۔ جب اسلام آیا' نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تو جو حالات اس وقت تھے وہ اتنے برے نہیں تھے جتنی برائی اب تہذیب جدید میں آگئی ہے۔

نپولین بوناپارٹ مسلمان ہو گیا تھا اور اس کے آخری الفاظ ہیں کہ میں دین محمد ﷺ پر اللہ کو اپنی جان دے رہا ہوں

اس وقت بھی لوگ کعبے کا طواف ننگے ہو کر کیا کرتے تھے۔ آج بھی جدید تہذیب نے ننگے لوگوں کے شہر بسا دیئے ہیں' ننگے لوگوں کے کلب بنا دیئے ہیں' نیکڈ کلب بن گئے ہیں۔ نیکڈ سنٹر بن گئے ہیں۔ اس زمانے میں بھی طاقت کا قانون ہوتا تھا آج کی مہذب دنیا کا بھی قانون یہ ہے کہ طاقت ور جو چاہے کرے۔ اس وقت بھی عزتیں لٹتی تھیں' مال لٹتے تھے جانیں لٹتی تھیں آج بھی جدید تہذیب میں امریکہ سے جاپان تک دیکھ لیں جانیں لٹتی ہیں مال لٹتا ہیں آبروئیں لٹتی ہیں یعنی جدید تہذیب نے کتنی ترقی کی کہ یہ اس زمانے میں جا پہنچی جہاں انسان مہذب نہیں تھا' جب لوگوں کو لباس پہننا نہیں آتا تھا' جب لوگ اخلاق کا نام تک نہیں جانتے تھے کہ اخلاق ہوتا کیا ہے۔ جب حقوق وفرائض کی کوئی تمیز نہیں تھی کہ فرض کسے کہتے ہیں اور حق کیا ہوتا ہے تو جدید تہذیب ترقی کر کے کوئی آگے نہیں نکل گئی جدید تہذیب کا تجزیہ کیا جائے تو جدید تہذیب وہیں چلی گئی ہے جہاں ظہور اسلام سے پیشتر تھی۔ آج اگر دیکھا جائے تو ہم عہد جاہلیت میں زندہ ہیں پھر وہی زمانہ ہے اور وہی معاشرہ اور وہی بین الاقوامی صورت حال ہے جو بعثت آقائے نامدار ﷺ کے وقت تھی لہٰذا جدید تہذیب کے علمبرداروں سے یہ درخواست ہے کہ تمہاری تہذیب آگے نہیں پیچھے گئی ہے اور جب انتہائی تباہ حال تھی تب بھی اس کا علاج اسلام تھا اور آج بھی اس کا علاج اسلام ہے۔ لوگوں کو یہ بھی غلط فہمی ہے کہ جدید سہولتیں ہمیں مغرب نے دیں' اسلام نے ہمیں کیا دیا۔ یہ درست ہے کہ اسلام نے آپ لوگوں کو کچھ نہیں دیا۔ اس لئے کہ آپ نے اپنا دامن ہی اسلام کے سامنے نہیں پھیلایا۔ آپ اپنا دامن ہی مغرب کے سامنے پھیلائے ہوئے ہیں لہٰذا آپ کو جو کچھ مل رہا ہے وہ مغرب سے مل رہا ہے لیکن مغرب نے کہاں سے لیا۔

جب بغداد تک کی گلیاں پختہ ہو چکی تھیں پیرس کی گلیوں میں گھٹنے گھٹنے کیچڑ ہوا کرتا تھا اور یورپ کے لوگ غاروں میں رہتے تھے

پہاڑوں میں غاریں بنا کر رہتے تھے انہیں مکان بنانا نہیں آتا تھا۔ اس زمانے کا مورخ امریکہ کو Wild West لکھتا ہے مغرب کے وحشی۔ اور یہ انتہائی وحشی لوگ تھے اور انتہائی وحشی ہیں۔ یہ مغرب نے تہذیب یا ایجادات یا علوم کہاں سے لئے؟ سارے کے سارے مسلمانوں سے۔ جتنے جدید علوم ہیں وہ سائنس ہو یا بیالوجی ہو یا کوئی اور لیزر ٹیکنالوجی ہو یا کمپیوٹر سائنس ہو ان تمام کے موجد مسلمان ہیں۔ ہاں مغرب نے یہ کیا کہ جب مسلمان حکومتوں پر زوال آیا تو ان ایجادات سے مسلمانوں کے نام ہٹا کر اپنوں کے نام لکھ لئے یا پھر وہ لوگ جو مسلمان ہوئے تھے اور انہوں نے یہ ایجادات کیں ان کا اسلامی نام نہیں لکھا قبل از اسلام جو نام تھا وہ لکھ دیا۔

مغرب نے تاریخ میں اتنی بدمعاشی کی کہ پیرس کی یونیورسٹی اور برطانیہ کی آکسفورڈ یونیورسٹی مسلمانوں کی بنائی ہوئی جامعات ہیں برطانیہ پر بھی مسلمانوں کی حکومت تھی اور فرانس تک مسلمانوں کی حکومت تھی مغربی امریکہ سارا مسلمانوں کے زیر تسلط تھا۔ ہسپانیہ سے مسلمان امریکہ پہنچے' امریکہ مسلمانوں کی دریافت ہے کولمبس کی نہیں۔ امریکہ دریافت ہی ان مسلمانوں کی ہے جو ہسپانیہ سے امریکہ پہنچے تھے اور مغربی امریکہ کے بہت سے شہروں میں آج بھی اسلامی نام موجود ہیں۔ خود سان فرانسکو اور سن ڈیاگو میں مدینہ سٹریٹ اور مکہ سٹریٹ ملتی ہیں اور ویسٹ کا بہت بڑا ایئرپورٹ جو ہے مرکز جو ہے ریاست کا' "البقر" کے عربی نام پر ہے۔ اس سارے علاقے کے مکانات دیکھیں تو ابھی تک اسلامی تہذیب ان مکانوں تک میں موجود ہے۔ بلکہ نپولین بونا پارٹ تک مسلمان ہو گیا تھا اور اس کے آخری الفاظ ہیں کہ میں دین محمد رسول اللہ ﷺ پر اللہ کو اپنی جان دے رہا ہوں یہ ساری وہ باتیں ہیں جو مغرب بتانا نہیں چاہتا اس لئے کہ مغرب نے جو کمال بھی حاصل کیا ہے اسلام کے دامن سے خوشہ چینی کی ہے۔ اسلام جب دنیا کو تہذیب سکھلا رہا تھا' اخلاقیات سکھلا رہا تھا' علوم سکھلا رہا تھا' روحانیت سکھلا رہا تھا اور مادی علوم سے لوگوں کے دماغ منور کر رہا تھا اسلام نے بیک وقت لوگوں کے قلوب بھی روشن کئے' ان کے اذہان کو بھی جلا بخشی' روحانی علوم اور دینی علوم کے سرچشمے یک جا جاری کئے۔ اسلام کی ہر درس گاہ' ہر یونیورسٹی' ہر ہر جامعہ' قلوب کو بھی روشن کرتی تھی اور دماغ کو بھی جلا بخشی تھی۔ مغرب نے سارے علوم اسلام سے حاصل کئے ہاں ہمارے مغرب پسندوں اور مغرب پرستوں کی یہ بات درست ہے کہ انہیں اسلام نے کچھ نہیں دیا اس لئے کہ انہوں نے اسلام کے سامنے اپنا دامن دراز کیا ہی نہیں' یہ اسلام کے دروازے تک پہنچے ہی نہیں' اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے ان کا رشتہ بنا ہی نہیں۔ ان کا رشتہ ہی مغرب سے بنا مغرب نے محمد رسول اللہ ﷺ کی اور آپ ﷺ کے دین کو خوشہ چینی کی' ایمان لائے یا نہ لائے اپنے اسالیب کو اس کے مطابق ڈھال لیا اور جہاں جہاں مغرب اتباع رسالت پناہی میں غفلت کر گیا جیسے مغرب نے معاشی نظام سودی رکھا جس سے اسلام نے منع کیا ہے اس کا نتیجہ میں آج مغرب کا بھی تھوڑا سا طبقہ دولت مند ہے باقی سارا ذلیل اور رسوا ہے پیرس ہو یا نیویارک' برطانیہ ہو یا کوئی اور ملک فٹ پاتھ پر اور پلوں کے نیچے سو کر لوگ اپنی راتیں گزارتے ہیں۔ غریب' غریب سے غریب تر ہوتا چلا جا رہا ہے اور امیر' امیر سے امیر تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ برطانیہ میں بستا" حالات بہتر ہیں اس لئے کہ وہ ویلفیئر سٹیٹ ہے اور ویلفیئر سٹیٹ کا خاکہ جس شخص نے بنا کر دیا خود اس کا اپنا بیان ہے کہ میں نے یہ سارا نقشہ قرآن حکیم سے لیا ہے۔ برطانیہ پہلے ویلفیئر سٹیٹ نہیں تھی' رفاہی سلطنت نہیں تھی بلکہ اسے جارج ششم نے بنایا۔ رفاہی سلطنت سے یہ مراد ہوتی ہے کہ بے روزگار' بیمار' محتاج ان سب کی حکومت کی ذمہ دار ہو اور سب کی دیکھ بھال حکومت کرے۔ اس کے لئے جارج ششم نے جس پروفیسر سے خاکہ بنوایا تھا خود اس کا بیان ہے کہ میں نے یہ سارا خاکہ قرآن حکیم سے اخذ کیا ہے اسی طرح مغرب نے مرد اور عورت کے رشتے اور تعلق کو وہ انگ نہ دیا جو اسلام نے رسول اللہ ﷺ نے' جو قرآن نے بتایا تھا۔

آج خود مغرب اس حد تک اس تباہی میں گر چکا ہے کہ اس کے اپنے پاس واپسی کا کوئی راستہ نہیں اور خود نہیں سمجھتا کہ اس ذلت سے اور اس تباہی کے غار سے کس طرح واپس نکل سکتا ہے۔ للذا مغرب کے پرستاروں کو یہ سوچنا چاہیئے کہ مسلمان ہونے کا دعوی تو آپ کرتے ہیں اور وہاں سے آپ خوشہ چینی نہیں کر سکے جہاں سے مغرب نے بھی ایک ایک بات چرائی ہے۔ کتنی بدقسمتی کی بات ہے۔ ہمارے ملک کا حال بھی الٹا ہے۔ ایک دفعہ ایوب خان صاحب کے زمانے میں جب یہ بنیادی جمہورتیں بنیں تو ان کا پھر ایک لمبا سا محکمہ بھی بنا اور دفاتر بنے پھر ان کے کورسز ہوتے تھے تو ان کا ایک افسر امریکہ سے بنیادی جمہورتیوں کا کورس کر کے آیا اور اس نے کچھ لوگ ضلع کی سطح پر یہاں جمع کئے میں بھی تھا اس نے بتایا کہ ہمیں کورس میں یہ سکھایا گیا ہے کہ اگر تم کسی عہدے پر' کسی منصب پر' کسی دفتر میں بیٹھے ہو' کوئی آدمی تمہارے پاس درخواست لے کر آتا ہے اور تمہیں پتہ چلتا ہے کہ یہ تمہارے متعلق تو نہیں ہے درخواست کسی دوسرے دفتر سے متعلق ہے تو بھی آرام سے' تسلی سے اس کی بات سنو اس لئے کہ گھر سے بلا تکلیف کوئی نہیں نکلتا۔ کوئی پریشانی ہے جو اسے گھر سے نکال کر لائی

ہے۔ آپ تسلی سے اس کی بات سنیں، جب آپ اطمینان سے بات سنیں گے تو اسے آپ پر اعتماد ہو جائے گا کہ اس نے میری بات تو سنی پھر آپ اسے بتائیں کہ یہ درخواست فلاں دفتر میں فلاں آدمی جو بیٹھتا ہے اس سے متعلق ہے اسے آپ وہاں لے جائیں وہ بھی آپ کی بات سنے گا اور آپ سے پوری ہمدردی کرے گا یہ نہ ہو کہ آپ دروازے سے درخواست دیکھیں اور کہیں کہ جابابا میرا کام نہیں ہے فلاں کے پاس جا۔ تو اس طرح سے اس کی دل شکنی ہوگی اور اس کا اعتماد آپ کے اداروں سے اور آپ سے اٹھ جائے گا۔ یہ ساری بات بتانے کے بعد اس نے سب سے آخر میں مجھ سے کہا کہ آپ بھی کچھ کہیئے۔ تو میں نے کہا بھائی! میں آپ لوگوں سے کیا کہہ سکتا ہوں۔ آپ جس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں اور جس کتاب پر ایمان رکھنے کا دعوی کرتے ہیں یہ ساری باتیں تو اس کتاب میں موجود ہیں اور اس نبی علیہ السلام کے اسوہ حسنہ میں موجود ہیں لیکن اب آپ کو کیا کہا جائے کہ آپ ہر بات مغرب سے لینا چاہتے ہیں خواہ مغرب نے حضور ﷺ سے ہی لی ہو۔ ان باتوں کے لئے آپ کو امریکہ سے کورس کرنے کی ضرورت نہ پڑتی اگر آپ کے اپنے نصاب تعلیم میں اسلام شامل ہوتا۔ آپ جن بچوں کو دنیوی علوم پڑھاتے ہیں ان کو دین بھی پڑھاتے تو آپ کے افسر بننے تک یہ ساری چیزیں آپ کو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حوالے سے پہنچ جاتیں لیکن آپ لوگوں کی تو مصیبت یہ ہے چونکہ آپ نے قبلہ ہی مغرب کو بنا لیا۔

اب نصف صدی ہو گئی کہتے ہیں وطن آزاد ہے لیکن یہ کیسی آزادی ہے کہ مسلمانوں کا ملک ہے، حکمران بھی مسلمان ہیں لیکن اعلیٰ سے ادنیٰ تک سب کی معیشت سود پر استوار ہے۔ کیا آزاد مسلمان سود کھانے پر متفق ہو سکتا ہے۔ اسے اگر کہا جائے کہ تم آزاد ہو تم اپنی مرضی سے فیصلہ کر سکتے ہو تو کیا وہ حرام کھانا پسند کرے گا؟ اس کا مطلب ہے یہ آزاد نہیں ہے کوئی ایسی طاقت ہے جو اس آزادی کے اوپر بھی غالب ہے جس نے اس راستے پر اسے لگا رکھا ہے۔ اس کا عدالتی نظام غیر اسلامی اور کافرانہ ہے، اس کا تعلیمی نظام اسلام کی ضد ہے، اس کے باوجود ہر شعبے میں مغرب کے نقش قدم پر چلنا حکومت کی ضرورت کیوں بن چکا ہے؟ عجیب آزاد ملک ہے جس کے فیصلے دوسرے ملکوں میں ہوتے ہیں۔ دوسرے ملک چاہیں تو اس کی حکومتیں بدل جاتی ہیں، قسمت بدل جاتی ہے، قانون بدل جاتا ہے۔ وہاں سے حکم آتا ہے اسے گرفتار کرلو، باہر سے حکم آتا ہے کہ اسے چھوڑ دو، یہ کس طرح کی آزادی ہے۔ یہ تو غلامی کی بدترین شکل ہے لیکن اس ساری خرابی کے ذمہ دار میں اور آپ بھی ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ نظام ظالمانہ ہے اور اس میں سوائے لوٹ مار کے کچھ بھی نہیں۔ آپکی قومی اسمبلی اور صدارتی محل سے لیکر آپ کے یونین کونسل تک جتنے لوگ اس نظام میں آئے، جتنے ممبر بنے، جتنے وزیر بنے جتنے وزیر اعلیٰ، وزیر اعظم بنے، جتنے صدر بنے کسی ایک کا نام لے لیجئے کہ اس پر کرپشن کا یا بدعنوانی کا یا رشوت لینے کا یا حرام کا پیسہ جمع کرنے کا الزام نہ لگا ہو۔ سارا نظام ہی اس طرح کا ہے لیکن ایک چھوٹی سی ہڈی پھینک دی حکمرانوں نے ڈسٹرکٹ کونسل کے الیکشن کی۔ اگلے دن ایک شریف آدمی ووٹ مانگ رہا تھا اور اسے کسی نے کہا بھئی تیرا یہ امیدوار جو ہے یہ تو بڑا بے ایمان ہے پیسے کھا جاتا ہے۔ اس نے کہا جی کیا کھائے گا پانچ سات لاکھ سڑکوں کا سال میں مل جائے گا، اگر غریب کھا گیا تو کیا ہوا یعنی جب ہم کہتے ہیں کہ حکمران یا حکومت بے دین ہے تو دین ہم میں بھی اتنا ہی ہے کہ ایک اتنی سی ہڈی پھینک دی گئی اور ہم نے کتوں کی طرح اس پر لڑنا شروع کر دیا۔ اگر ہم دین دار ہوتے تو ہم کہتے کہ بھئی یہ آپ اپنی اس انگریزی نظام کی کونسلیں اپنے پاس رکھیں ہمیں اسلامی نظام چاہئے ہم اس نظام کا حصہ نہیں بنتے۔ عالم سے لیکر ان پڑھ تک اور مفتی صاحب سے لیکر جاہل تک اور پیر صاحب سے لیکر عام مسلمان تک سب لنگوٹ کس کے میدان میں اتر گئے اور ہر کوئی چاہتا ہے چلو ڈسٹرکٹ کونسل کی ممبری ہی مل جائے پانچ سات لاکھ تو سال میں لوٹ ہی لیں گے۔

اتنی ذلت کیوں ہے اس لئے کہ ہم ذہنی طور پر غلام ہیں اور غلاموں کے ذہن ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ غلام ہمیشہ جھوٹا کھانے پر چوری کا مال کھانے پر اور چھینا جھپٹی پر ہی لگے رہتے ہیں انہیں کبھی جائز وسائل سے عزت کے ساتھ کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ ان کا تصور ہی نہیں ہوتا کہ عزت کے ساتھ کھایا کیسے جاتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ زندگی بھر انہوں نے کبھی عزت کے ساتھ بیٹھ کر کھایا ہی نہیں ہوتا۔

لیکن اب آپ کو کیا کہا جائے کہ آپ ہر بات مغرب سے لینا چاہتے ہیں خواہ مغرب نے حضور ﷺ سے ہی لی ہو

تو ہماری غلامی ہمارا مقدر نہیں ہے ہماری غلامی ہمارے کردار کا ثمر ہے ہمارے کرتوتوں کا پھل ہے اور اس کا ایک ہی علاج ہے صرف ایک علاج...... اللہ کرے اس قوم کو اس ملک کو کچھ ایسے افراد مل جائیں جن کے دل ذاکر ہوں۔ کچھ ایسے لوگ کثرت ذکر کرنے والے ہوں جن کے دل میں اللہ کی یاد ہو، جنہیں آخرت کا ڈر ہو، جنہیں اللہ کے روبرو پیش ہونے کا یقین ہو وہ لوگ تھوڑے بھی ہوں تو شاید باقی زیادہ کی بھی قسمت بدل جائے اس کے علاوہ کوئی علاج میری سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ کے اعلیٰ درجے کے لوگ جو ہیں وہ اعلیٰ درجے کے بدکار ہیں اوسط

بقیہ۔ صفحہ ۵۷ پر

حسد

حسد ایک ایسی برائی ہے جو شاید اس معاشرے کے بگاڑ کا سب سے بڑا سبب ہے۔ ام فرید نے حسد کے نقصانات بڑے مدلل انداز سے بیان کئے ہیں

تحریر۔ ام فرید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○ ومن شر حاسد اذا حسدہ

(پناہ مانگتا ہوں) "حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے"۔

حسد کہتے ہیں کسی کی کوئی نعمت دیکھ کر جلنا اور یہ چاہنا کہ اس سے یہ نعمت زائل ہو جائے چاہے خود اس کو بھی حاصل نہ ہو۔ یہ حسد گناہ اور حرام ہے اور یہ سب سے پہلا گناہ ہے جو آسمان پر کیا گیا اور سب سے پہلا گناہ ہے جو زمین پر کیا گیا۔ آسمان پر ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام سے کیا اور زمین پر حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل سے حسد کیا۔ حسد سے ملتا جلتا غبطہ ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ کسی کی نعمت کو دیکھ کر تمنا کرنا ہے کہ یہ نعمت مجھے بھی حاصل ہو جائے یہ جائز ہے۔

(معارف القرآن)

قرآن پاک میں رب العزت فرماتے ہیں!

"حسد کرتے ہیں لوگوں کا اس پر جو دیا ہے ان کو اللہ نے اپنے فضل سے "

(النساء-54)

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو جو اعلیٰ مرتبہ عطا فرمایا اس پر یہودی جلتے تھے اور یہودیوں نے آپ ﷺ پر جو جادو کیا تھا اس کی اصل بنیاد بھی حسد تھا۔ یہ لوگ آپ ﷺ کی اور مسلمانوں کی ترقی دیکھ کر جلتے تھے اور ظاہری جنگ و قتال میں آپ ﷺ پر غالب نہ آسکے تو جادو کے ذریعے اپنی حسد کی آگ کو بجھانا چاہا۔ علامہ نووویؒ فرماتے ہیں۔

الحسد تمنی زوال النعمتہ (مسلم)

"یعنی دوسرے آدمی کی نعمت کے زوال کی خواہش کرنا حسد کہلاتا ہے اور یہ حرام ہے"۔

معارف القرآن)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے!

"تم آپس میں بغض اور حسد نہ کرو اور نہ ہی ایک دوسرے سے پشت پھیرو بلکہ اللہ کے بندے اور بھائی بن جاؤ اور جائز نہیں کسی مسلمان کے لئے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرے"

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا!

"تم حسد سے بچو! اس لئے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے"

حضرت زبیرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا!

"تمہاری طرف بھی پہلی قوموں کا مرض چپکے سے چل پڑا ہے اور وہ حسد ہے اور بغض ایسی خصلت ہے جو مونڈ دینے والی ہے' میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتی ہے بلکہ دین کو مونڈ دیتی ہے"

امیر محمد اکرم اعوان اپنی تفسیر اسرار التنزیل میں فرماتے ہیں۔

"حسد بجائے خود ایک عذاب ہے اس کی مثال آگ کی سی ہے جو ہمہ وقت حسد کرنے والے کو جلاتی رہتی ہے"۔ حسد یوں بھی حرام ہے اور مفضی الیٰ ا لکفر (یعنی کفر کی طرف لے جانے والا) کہ اللہ تعالیٰ جو نعمت جسے چاہے عطا کرے۔ ہاں کسی کمال پر رشک کرنا درست ہے یعنی جائز ذرائع سے اس کمال کو پانے کی کوشش بغیر اس خواہش کے کہ دوسرے شخص سے اس کے زوال کی تمنا ہو"۔ (اسرار التنزیل)

حضرت اللہ یار خاںؒ فرمایا کرتے تھے کہ!

"ہر صاحب نعمت محسود ہوتا ہے"۔

علماء کرام کے نزدیک حسد حرام ہے اور حافظ عبدالرزاق صاحب لکھتے ہیں کہ حسد حرام ہونے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دیا ہے حکمت کے بغیر نہیں دیا اب حسد کرنے والا یہ چاہے کہ یہ نعمت فلاں شخص کے پاس نہ رہے تو درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہے کہ اس نے فلاں کو کیوں نوازا حسد کرنے کی عموماً" تین وجوہات ہوتی ہیں۔

1- تکبر 2- عداوت 3- خباثت نفس

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! " بدگمانی سے بچو! بدگمانی سخت جھوٹ ہے اور ٹوہ نہ لگاؤ۔ کسی کا عیب نہ ٹٹولو اور حسد اور بغض نہ کرو"۔ (بخاری شریف)

نبی کریم ﷺ کا فرمان مبارک ہے!

"کوئی شخص تین چیزوں سے خالی نہیں ہے' گمان بد' حسد اور فال بد"۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا علاج یہ ہے کہ جب بدگمانی کر تو اپنے دل سے اس کی تحقیق نہ کر اور جب حسد پیدا ہو تو اپنے دست وزباں کو اس پر عمل کرنے سے بچا۔ ایک واقعہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو عرش کے سایہ میں دیکھا انہوں نے سوچا حق تعالیٰ کے نزدیک اس شخص کا بڑا درجہ ہے۔ پوچھا یا رب العزت یہ شخص کون ہے؟ فرمایا! "یہ وہ شخص ہے جس نے کبھی حسد نہیں کیا اور نہ کبھی اپنے والدین کی نافرمانی کی ہے اور نہ ہی چغل خوری کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ حاسد ہی نعمت کا دشمن ہے اور میرے حکم سے خفا ہوتا ہے اور اپنے بندوں میں جو میں نے قسمت کی ہے اسے پسند نہیں کرتا۔ (کیمیائے سعادت)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ!

"کچھ گروہ کچھ گناہوں کے سبب بلا حساب دوزخ میں جائیں گے۔ حکام ظلم کے سبب سے' عرب تعصب کے سبب سے' مالدار تکبر کے سبب سے' سوداگر خیانت کے سبب سے' گنوار نادانی کے سبب سے اور علماء حسد کے سبب سے"۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا!

"اس وقت جنتیوں میں سے ایک شخص آیا ہے۔ تو دیکھا انصار میں سے ایک شخص اپنے بائیں ہاتھ میں نعلین لٹکائے ہوئے' داڑھی سے وضو کا پانی ٹپکتا ہوا حاضر ہوا۔ دوسرے دن بھی آپ ﷺ نے یہی فرمایا اور وہی شخص آیا۔ تین دن تک ایسا ہی اتفاق ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ نے چاہا کہ اس شخص کا کردار معلوم کرنا چاہئے تو اس کے پاس رہنے کے لئے انہوں نے فرمایا کہ میں اپنے باپ سے لڑا ہوں لہٰذا تم مجھے اپنے پاس تین شب گزارنے کی اجازت دے دو وہ مان گیا اور حضرت تین شب برابر اس کو دیکھتے رہے مگر کوئی خاص عمل نظر نہ آیا سوائے اس کہ کہ وہ جس وقت اٹھتا خدا کو یاد کرلیتا۔ تب انہوں نے کہا میں نے اپنے باپ سے لڑائی نہیں کی لیکن جب نبی کریم ﷺ نے تیرے حق میں یہ فرمایا تو میں نے چاہا تیرا عمل معلوم کروں۔ اس نے کہا میرا عمل یہی ہے جو تم نے دیکھا مگر ایک بات اور بھی ہے کہ میں نے کبھی کسی کی بھلائی پر حسد نہیں کیا۔ انہوں نے فرمایا اسی سے یہ مرتبہ تم نے پالیا۔" (کیمیائے سعادت)

امام غزالیؒ ایک حکایت لکھتے ہیں کہ بکر بن عبداللہؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو کر کہا کرتا تھا کہ نیکوں کے ساتھ نیکی کر کیونکہ بدکردار کو اس کا کردار ہی کافی ہے اسے اس کے کردار پر چھوڑ دے۔ اس بات کے سبب بادشاہ اس شخص کو بہت عزیز رکھتا تھا۔ ایک درباری اس شخص سے حسد کرنے لگا اور بادشاہ کو بدظن کرنے کے لئے کہا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ بادشاہ کے منہ سے بو آتی ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ اس بات کی کیا دلیل ہے تو حاسد درباری نے کہا کل اس شخص کو اپنے پاس بلا کر دیکھ لیں اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لیتا ہے۔ بعد میں حاسد نے اس شخص کو اپنے گھر لے جا کر لہسن والا کھانا کھلایا۔ جب بادشاہ نے اس کو اپنے پاس بلایا تو اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تاکہ بادشاہ کو لہسن کی بو نہ جا سکے۔ بادشاہ کو درباری کی بات پر یقین ہو گیا بادشاہ نے اس شخص (محسود) کو انعام کے طور پر خلعت عطا کی اور ساتھ ایک خط دیا اور کہا کہ میرے فلاں غلام کو پہنچا دینا۔ خط کے اندر بادشاہ نے غلام کو حکم دیا تھا کہ اس شخص کا سر کاٹ کر اس کی کھال میں بھس بھر کر میرے پاس بھیج دو۔ وہ شخص جب انعام وخط لے کر دربار سے باہر نکلا تو حاسد درباری نے کہا یہ انعام مجھے دے دو' اس نے دے دیا اور ساتھ خط پہنچانے کی تاکید بھی کر دی۔ حاسد خط لے کر جب غلام کے پاس پہنچا تو غلام نے کہا اس خط میں تو تیرے قتل کا حکم ہے۔ حاسد درباری گھبرا گیا اور کہا یہ حکم دوسرے شخص کے لئے تھا تم بادشاہ سے جا کر پوچھ لو۔ غلام نے کہا بادشاہ کے حکم میں دوبارہ پوچھنے کی حاجت نہیں ہوتی۔ غرضیکہ اس حاسد درباری کو قتل کر ڈالا گیا۔ عادت کے موافق دوسرے دن وہ شخص پھر بادشاہ کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ بادشاہ کو تعجب ہوا کہ یہ تو زندہ ہے۔ بادشاہ نے اس سے خط کی بابت دریافت کیا تو اس نے ماجرا سنا دیا کہ فلاں شخص نے اس سے انعام اور خط مانگ لیا تھا بادشاہ نے کہا کہ وہ تو تیری بابت یہ کہتا تھا کہ تجھے میرے منہ سے بو آتی ہے۔ اس شخص نے کہا ایسی بات تو میں نے کبھی نہیں کہی تو بادشاہ نے کہا تو ہر روز یہی کہا کرتا تھا کہ بدکردار کو اس کا کردار ہی کافی ہے اس بدکردار کو کافی ہو گیا۔" (کیمیائے سعادت)

حسد جیسی مہلک بیماری ان لوگوں میں جنم لیتی ہے جو صرف دنیا سے محبت رکھتے ہیں جبکہ صرف دنیا کی حب رکھنا سب گناہوں کی جڑ ہے۔

حضرت ابوالدرداؓ فرماتے ہیں کہ "جو موت کو بہت یاد کرتا ہے وہ نہ خوش ہوتا ہے اور نہ ہی حسد کرتا ہے"

امریکہ میں ایک بار کسی نے شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان سے سوال کیا کہ حضرت دین کے معاملے میں لوگ اگر آپس میں بغض وحسد رکھیں؟ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی تو آپ نے فرمایا ایک عاجزی ہوتی ہے اور ایک ہوتا ہے کبر' اگر دونوں خالص ہوں تو نظر آجاتے ہیں جبکہ ایک ہوتا ہے عاجزی میں چھپا ہوا کبر یعنی انسان بظاہر منکسر المزاج